مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

(از علمائے اوائل قرن ششم)

احتجاج طبرسی

حصہ (اول ۔ دوئم)

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیتؑ

لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احتجاج طبرسی

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی
(از علماء اوائل قرن ششم)

حصہ (اوّل۔ دوم)

مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین صاحب

ناشر:

ادارہ تحفظ حسینیت علیہ السلام

لاہور۔ پاکستان

نام کتاب........................احتجاج طبرسی

مؤلف.........................ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی

.........................(از علماء اوائل قرن ششم)

مترجم:.............جناب الحاج مولانا اشفاق حسین صاحب

طبعہ اوّل.....................۲۰۰۹ء

تعداد..............۱۰۰۰

ناشر.........................ادارہ تحفظ حسینیت علیہ السلام لاہور

ملنے کا پتہ

تمام شیعہ بک سٹال پر دستیاب ہے

انتساب

دنیا کے مظلوم ترین امام، حضرت حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے نام

نامی اور اہلبیت اطہار (علیہم السلام) کے شیدائی جد نامدار شہید جناب سجاد حسین مرحوم کے نام، جن کو دشمنوں نے ۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آنحضرت کے سبط اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے تابوت کی حفاظت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا تھا۔

اشفاق حسین ابن مرتضیٰ حسین

کربلائی (سوزخوان)

احتجاج طبرسی

حصہ اول

کچھ کتاب کے بارے میں

(زاہد علی جلال پوری ہندی)

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم الحمد للہ ربّ العالمین و الصّلاۃ و السّلام علی محمد وّ آلہ الطّاھرین

اسلام دلیل و برہان، علم و اتقان کا دین ہے۔ رسول خدا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آنحضرت کے اہلبیت دین اسلام کو ابلاغ کرنے والے، خدا کے خاص نمائندے ہیں، ان کے علاوہ ایسے صحابۂ کرام، انصار و مجاہدین، علماء اور مومنین جنھوں نے اہلبیت سے سچی محبت کر کے ان کے علوم و معارف سے کسب فیض کیا۔ ایسے لوگوں کا ولایت الٰہی سے بہت گہرا رابطہ رہا ہے۔ کیونکہ

اسلام میں جو اہمیت ولایت کی ہے کسی اور چیز کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے، اسی کو اسلام کی روح رواں قرار دیا گیا ہے۔ حکومت و سلطنت کا بھی اس ولایت الٰہیہ کے مقابلہ میں کوئی خاص مقام نہیں ہے، مگر اس وجہ سے کہ امت کیلئے حق و عدالت پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جائے، اسی لئے جب اہل علم و معرفت کو ولایت کی صحیح معرفت ہو جاتی، پھر وہ کسی قیمت اس سے جدا نہیں ہوتے تھے، لیکن جنھوں نے ان حقائق کو درک نہیں کیا تھا، جن کی حریصانہ آرزوئیں مادی دنیا تک محدود تھیں، ان لوگوں نے اسلام کے معنوی اقتدار پر قبضہ جما کر مسلمانوں کا استحصال کرنا چاہا اور اسلامی قلمرو پر قابض ہونے کی لالچ میں حریم الٰہی اور ولایت اسلامی کے حدود کو پایمال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسمیں بنیادی کردار ابو جہل و ابو سفیان اور ان کے پیروکاروں کا تھا، جو روز اول سے رسول اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، جنھوں نے کفار و مشرکین اور منافقین کا متحدہ محاذ بنایا، جس کی وجہ سے اسلام کو غیر تلافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

صدر اسلام کے مخلص مسلمانوں کیساتھ رسول اکرمؐ کے عزیز ترین افراد جناب حمزہ اور جناب جعفر طیار جو آنحضرت کے قوت بازو تھے، شہید کر دئے گئے، مختصراً ابھی اسلام کے پھولنے، پھلنے اور پنپنے کا وقت تھا، دشمن اسلام کو زبردست نقصان پہنچا کر خود اسلامی مسند پر قبضہ جمانے پر کمر بستہ ہو گئے، حالانکہ قرآن ان کی

ملامت کررہا تھا:

﴿وَ كَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّٰهِ وَ فِيكُمْ رَسُولُه﴾ (آل عمران ۳/۱۰۱)

کیونکر! تم لوگ کافر ہو جاؤ گے جب کہ تم پر آیات الٰہیہ کی تلاوت ہو رہی ہے اور تمہارے درمیان رسول موجود ہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وجود رسول اور قرآن دونوں نجات کا سبب ہیں اور ان دونوں پر ایمان نہ رکھنا ہی کفر، گمراہی و بدبختی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَبِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ﴾

(سورۂ آل عمران ۳/۱۴۴)

محمدؐ تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پیروں (جاہلیت کیطرف) پلٹ جاؤ گے، جو بھی ایسا کرے گا، اس سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور خدا عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

اس آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں استفہام حقیقی نہیں ہوسکتا، ورنہ سوال کرنے والے کا جہل لازم آئے گا۔ لہذا یہ استفہام توبیخی یا انکاری ہوگا اور آیت شریفہ میں صحابہ یقینی طور پر مخاطب ہیں جو آنحضرت کی رحلت کے بعد دین سے پھر گئے اور دور جاہلیت کیطرف پلٹ گئے۔ (انقلبتم) لفظ ماضی ہے تا کہ تحقق یقینی ہو جائے۔ واضح رہے کہ صحابہ توحید و نبوت اور معاد سے نہیں پھرے تھے بلکہ جس چیز سے پھر گئے تھے وہ امامت تھی کیونکہ پیغمبر اسلام کے بعد امامت کے علاوہ کوئی ایسا خاص مورد یا حادثہ وغیرہ پیش نہ آیا تھا کہ جس کو ترک کرنے سے اسلام سے پھر جاتے، اس کا مطلب امامت سے پلٹ جانا اصول کو چھوڑنے کے مترادف ہے۔

آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ جسطرح جناب موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کے لوگ مرتد ہو گئے اور

جناب ہارون کو چھوڑ کر سامری کی پیروی اور گوسالہ کی پرستش ہونے لگی تھی۔ اسطرح بعد رسول علی ابن ابیطالب کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کر لی گئی۔ علاوہ براین

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ (سورۂ توبہ ۹/۱۰۱)

اے میرے رسول! جو کچھ منافقین تمہارے اطراف اور کچھ اہل مدینہ میں سے ایسے ہیں جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے، ہم انھیں اچھی طرح جانتے ہیں، عنقریب ان کو دہرا عذاب کریں گے، اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف بھیجے جائیں گے۔

پیغمبر اسلام سے منافقین کی مخالفت کی ایک خاص وجہ یہ ہوئی کہ صدر اسلام میں بہت سے قریش علی ابن ابیطالب کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے تھے، جنھوں نے ہرگز دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ تو پیغمبر اسلام کے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ علی ابن ابیطالب کی زیر ولایت نہیں آنا چاہتے تھے۔ طلحہ و زبیر اور سعد ابن ابی وقاص وغیرہ نے بھی رسول اللہ کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی تھی اس لئے خلافت کیلئے نامزد نہیں کیا گیا تھا، اب ابوبکر نے چونکہ کسی جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اور خاندانی اعتبار سے مالدار تھے، عمر اور عثمان کا بھی قریش کیساتھ کوئی جنگ و اختلاف نہ تھا، لہٰذا قریش کی ان سے کوئی کینہ و عداوت نہ تھی، چنانچہ قریش نے یہ خاکہ حیات حضور اکرمؐ ہی سے ترسیم کر رکھا تھا کہ خلافت کا نقشہ ہی مسخ کر ڈالا جائے۔ قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگ جاہلیت کیطرف پلٹ گئے، مسلمانوں پر ایذا رو اذیت، خاص طور سے اہلبیت رسولؐ پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے کہ کبھی بھی ایسا ظلم و ستم زمین و آسمان نے نہیں دیکھا ہوگا، اس وقت کے سیاہ کرتوتوں سے اوراق تاریخ پر ہیں۔

﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورۂ بقرۃ ۲/۲۱۷)

جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا اور کفر کی حالت میں مر جائیگا اس کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے

اور وہ جہنمی ہوگا، وہیں ہمیشہ رہے گا۔ بعد رسول؛ بڑے نامور اور اصحاب مرتد ہو گئے۔

اس سیاہ عہد کا مؤرخین نے بہت کم ذکر کیا ہے۔ اسلامی ممالک میں بھی اجنبیوں کے تحت تاثیر حکمرانوں نے ان ظلم و زیادتی پر کتمان نمائی کی ہے۔ اگرچہ جوان اور غیر متعصب پڑھا لکھا طبقہ خاص طور سے ان حساس موقعیت کا جائزہ لینا چاہتا ہے، وہ اس تلاش میں ہے کہ کیونکر اہلبیت رسول، علی ابن ابیطالب اور ان کی اولاد پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے گئے اور ان کی حق تلفی ہوئی؟

امام علی پر کتنا ظلم و ستم ہوا کہ یہ جملہ کہنا پڑا، جو جناب ہارون نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا تھا:

﴿اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِی وَ کَادُوا یَقْتُلُونَنِی﴾ (اعراف ۷/۱۵۰)

(یا رسول اللہ!!!) قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دے۔

(اس سے متعلق روایت، کمال الدین ج ۱، ص ۲۶۲۔ امالی شیخ طوسی ج ۱، ص ۱۵۴۔ ج ۲، ص ۲۱۹۔
ارشاد القلوب ج ۲، ص ۴۱۹۔ بحار الانوار ج ۲۸، ص ۵۴، ح ۲۲۔ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

رسول اللہؐ نے اپنی حیات مبارک میں امام علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اے علی! تم میرے بعد بہت جلد قریش اور ان کے متحدوں سے ظلم اور سختی دیکھو گے۔ اگر ساتھی ملیں تو ان سے جہاد اور مخالفین سے جنگ کرنا اور اگر یار و مددگار نہ مل سکیں تو صبر کر کے اپنا ہاتھ سمیٹ لینا اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔

اے علی! تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے...

اہلبیت علیہم السلام کے فضائل کسی پر پوشیدہ نہ تھے۔

جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے پوچھا، بابا جان ہم اہلبیت کے کیا فضائل و مراتب ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا بھائی علی میری امت سے افضل ہے، ان کے بعد حمزہ و جعفر بہتر ہیں اور تم (فاطمہ) اور دونوں فرزند حسن و حسین، میرے نواسے اور حسین کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کے فرزندوں سے، مہدی جو اسی (حسین) سے ہوں گے، مہدی سے پہلے والا اس سے افضل ہے کیونکہ

پہلے والا، بعد والے کا بھی امام ہے اور بعد کے ان کے وصی و جانشین ہیں۔ ہمارا تعلق ایسے خاندان سے ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔

امام علی علیہ السلام کی مظلومیت کے متعلق ہے کہ رسول نے فاطمہ، علی اور ان کے دونوں فرزند پر نظر ڈالی اور سلمان سے فرمایا: اے سلمان! خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا، جو میرے اہلبیت سے جنگ کریں، یا جنگ کا ارادہ رکھتے ہوں گے، اور ایسے لوگوں سے جو ان سے صلح و آشتی رکھتے ہوں، ان سے صلح و آشتی رکھوں گا۔ جان لو! یہ بہشت میں میرے ہمراہ ہوں گے۔

(اسرار آل محمد، ترجمہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۱۴۱)

بعد رسول جو افراد ولایت کو غصب کرنے کے مقدمات میں مصروف تھے، انھوں نے سب سے خطرناک کام جو کیا وہ یہ کہ:

لوگوں کو ,,ولایت الٰہیہ،، کے حقیقی مصادیق یعنی ائمہ اہلبیت سے دور کیا اور حکومت و امارت پر دینی کھول چڑھایا، نئے نئے مسلمان جوق در جوق جو اسلام سے ملحق و مشرف ہو رہے تھے، انھیں اصل مقاصد پر ثابت قدمی کے بجائے انحراف، اختلاف، جنگ و جدال کے ناگوار حالات میں الجھائے رکھا، کفر و شرک کے معنی میں شک و شبہہ ایجاد کیا، جس کے مقابلہ میں اہلبیت رسول کو معاشرہ کی اصلاح و ہدایت کی خاطر بڑی سنگین قربانیاں دینی پڑیں۔

بنی نوع بشر کی ہدایت کیساتھ اپنی اہلیت، صداقت اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے اور حق نہ ملنے پر حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے اتمام حجت کیخاطر احتجاج و براہین پیش کئے۔

اگر چہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امام علی (علیہ السلام) سے فرمادیا تھا:

اے علی! اگر امر حکومت و خلافت میں جنگ و جدال اور خونریزی کی نوبت پہنچنے والی ہو تو تم ایسے وقت میں سکوت اختیار کر لینا۔

نہج البلاغہ، خ ۳۷، ص ۹۱ (محمد دشتی، کے حاشیہ سے ماخوذ)

مرحوم سید ابن طاؤوس نے کشف الغمہ میں امام علی کے کلمات کو یوں نقل کیا ہے:

رسول اللہ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے، فرمایا ہے:

اے فرزند ابوطالب! آپ میری امت کے ولی و سرپرست ہیں، اگر لوگ مسالمت کیساتھ آپ کی ولایت قبول کر کے راضی ہو جائیں تو ان کے امور کی انجام دہی کے لئے قیام کرنا، اور اگر وہ اختلاف کریں تو ان کو انھیں کے حال پر چھوڑ دینا کیونکہ اللہ نے آپ کی امامت کو وسیلہ نجات قرار دیا ہے۔

رسول اللہ کی رحلت کے بعد امام علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو ان کے حق مسلم سے محروم رکھا گیا، امام علی اور بنت رسول اور دسیوں صحابہ کرام کے اثبات حق اور مطالبہ حق پر ظلم کیا گیا اور اسی طرح کے دیگر اہل حق و انصاف اور پیغمبروں کی حقانیت پر کیے گئے استدلال، اثبات، احتجاج اور براہین پر مشتمل مطالب کو علامہ طبرسی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی گراں قدر کتاب ،،الاحتجاج،، میں قلمبند فرمایا ہے۔

بحمد اللہ افادیت کے پیش نظر اردو قارئین کے لئے برادر عزیز جناب حجۃ الاسلام مولانا اشفاق حسین صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کر دیا، اور یہ کتاب مولانا موصوف کی مساعی جمیلہ اور حوزۂ علمیہ بقیۃ اللہ کے تعاون سے منظر عام پر آسکی ہے، خداوند عالم کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اہلبیت (علیہم السلام) سے متعلق قدرے حقائق کو روشن اور لوگوں تک ابلاغ کرنے کی توفیق دی۔ ہم مولانا موصوف نیز دیگر مدرسین و اراکین کے بھی شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے کسی طرح کا بھی تعاون فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اہلبیت (علیہم السلام) کے مقام عظمت میں جو کتمان نمائی، حق تلفی، شک و شبہات پیدا کیے گئے ہیں، انکا انکشاف کر کے اہل حق و تلاش کیلئے ابلاغ کر سکیں تا کہ حق کا بول بالا ہو سکے، آمین۔

آپ کی دعاؤں کا طالب

زاہد علی جلال پوری

مقدمہ

وہ پروردگار لائق حمد وثنا ہے جو تمام موجودات کے مراتب وصفات سے بالاتر ہے، وہ خالق ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس کیلئے زوال وفنا نہیں ہے، وہ خدا جس کے بے انتہا لطف ونعمت نے تمام دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اور سب کے سب اس دائمی احسان ورحمت اور مہربانی میں غرق ہیں۔

خداوند متعال کی رحمت وخوبی حد سے زیادہ اور شمار سے باہر ہے، ہم اپنے تمام عیب ونقص اور جملہ اپنی کمزوری ومحدودیت کے ساتھ کیسے اس کی حمد اور اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں!!

میں گواہی دیتا ہو کہ پیغمبرؐ اسلام محمد ابن عبداللہ تمام لوگوں میں برگزیدہ، خاتم المرسلین اور خداوند عالم کے الوالعزم رسولؐ ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد ان کے جانشین حضرت علی ابن ابیطالب اور ان کے بعد انھیں کی اولاد طاہرہ ہیں۔

خلفاء رسولؐ اکرم، ان کی عترت اہل بیت میں سے بارہ افراد ہیں جو کہ از لحاظ علم وتقویٰ اور فضیلت تمام لوگوں سے افضل ہیں اور خدا کیطرف سے منتخب ہوئے ہیں تا کہ لوگوں کو ہدایت، معرفت اور حقیقت کیطرف دعوت دیں اور اسلام کے مقدس احکام، حدود وقانون کو پوری دنیا میں پھیلائیں۔

تألیف کتاب کا سبب

جس چیز نے مجھے اس کتاب کی تألیف پر ابھارا وہ ہمارے دوستوں اور دانشمندوں کی سستی اور لا پرواہی تھی کہ انھوں نے کنارہ کشی اور سکوت اختیار کر رکھا تھا مخالفین سے احتجاج و مباحثہ اور باطل اہل ادیان کے مقابلہ سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور اس گمان میں تھے کہ پیغمبر اکرمؐ حضرات معصومینؑ، ہمیشہ ساکت و خاموش تھے اور اپنے شیعوں اور پیرو کاروں کو بھی بحث و مباحثہ کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ بعض قائل تھے کہ ادیان باطل کے ماننے والوں سے گفت و شنید، مباحثہ جائز نہیں ہے۔

اس سبب سے میں نے عزم مصمم کر لیا کہ پیشوائے اسلام کے دوسرے اہل مذاہب و ادیان سے کئے ہوئے احتجاجات اور مناظرات کو جمع کروں اور انھیں اس کتاب میں رشتہ تألیف سے جوڑ دوں۔

بغیر بیان کے نہ رہ جائے، مناظرہ کی ممنوعیت ان افراد سے مخصوص ہے جن میں علمی صلاحیت نہیں ہے اور ممکن ہے مقابل سے مغلوب ولا جواب ہو جائیں، خود اور دوسروں کے متزلزل ہونے کا سبب بن جائیں اور مخالفین بھی راہ باطل و کج میں محکم اور جری ہو جائیں ورنہ علماء و دانشمند ہمیشہ مخالفین سے مباحثہ و مناظرہ کیلئے منتخب و ماموَر ہوا کرتے تھے اور اسی وجہ سے بلند و بالا درجات پر فائز تھے، بہتر ہے کہ احتجاجات، مباحثات جو وارد ہوئے ہیں اس سے پہلے اس کے بارے میں کچھ آیات قرآنی اور کچھ احادیث معصومینؑ کو بھی ہم بیان کر دیں۔

اس کتاب کے پڑھنے والے متوجہ رہیں کہ جو روایات ذکر ہوئی ہیں، اختصار کی خاطر اور اختلاف وضعیف نہ ہونے کے سبب ان کے اسناد سے صرف نظر کیا گیا ہے اور صرف متون حدیث پر اکتفا کی گئی ہے کیونکہ تمام معتبر کتابوں میں موجود اور علماء و رجال حدیث کے درمیان مشہور ہے۔

احتجاج سے متعلق آیات

ترغیب، احتجاج اور مناظرہ ومباحثہ کرنے والوں کی فضیلت کے بارے میں آیات قرآن کا بیان کرنا ضروری ہے، (سورۂ نحل، آیت ۱۲۵) ﴿ادع الی سبیل ربک...﴾ تا آخر

ترجمہ: حکمت وموعظہ حسنہ اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعہ لوگوں کو راہ خدا کی طرف بلاؤ اور لوگوں کے نزدیک سب سے اچھے طریقے سے بحث ومباحثہ کرو۔

(سورۂ عنکبوت، آیت ۴۶)

تم اہل کتاب سے بحث ومباحثہ نہ کرو مگر احسن اور عمدہ طریقہ سے۔

(سورۂ بقرۃ، آیت ۲۵۸)

کیا تم نے ابراہیمؑ کو اپنے پروردگار کے بارے میں احتجاج ومباحثہ کرتے نہیں دیکھا۔

(سورۂ انعام، آیت ۷۵، ۸۳)

یہ وہ دلیل وبرہان ہے جسے ہم نے دشمن پر غلبہ ومقابلہ کیلئے ابراہیم کو عطا کی اس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے اس مناظرہ کا ذکر ہے جو انھوں نے چاند، سورج اور ستاروں کے پوجنے والوں کے مقابل بیان کیا تھا اور اس کا اظہار تھا کہ طلوع وغروب کرنے والے مکان اور جگہ بدلنے والے اور محل حوادث والے عبادت وپرستش کے لائق نہیں ہیں اور وہ ایسے ہیں جو متغیر ہیں محتاج وحادث ہیں اور ایک دوسرے مبدأ کے نیاز مند ہیں.

دوسری آیات بھی اس موضوع میں وارد ہوئی ہیں جسے ہم آنے والی بحث میں بیان کریں گے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: کہ ہم نے دین خدا میں احتجاج ومباحثہ سے کنارہ کشی نہیں کی ہے اور ستر انبیاء کی زبان وروش میں مخالفین کے ساتھ قانون خدا کے مطابق مناظرہ اور مباحثہ کیلئے حاضر ہیں۔

اہل علم ودانش کے فضائل

علماء ودانشمندوں کی فضیلت، تبلیغ وتعلیم اور ہدایت کی اہمیت کے بارے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں، ہم یہاں پر کچھ حصہ بیان کرتے ہیں۔

(حدیث ۱) مجھ سے بیان کیا ابوجعفر مہدی ابن ابی حرب حسینی مرعشی نے، ان سے ابوعبداللہ ابن جعفر ابن محمد ابن احمد نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابوجعفر محمد ابن علی ابن الحسین ابن بابویہ قمی نے، ان سے ابوالحسن محمد ابن قاسم (مفسر استر آبادی) نے ان سے ابویعقوب یوسف ابن محمد اور ابوالحسن علی ابن محمد نے۔

انھوں نے امام حسن عسکریؑ سے آپ نے اپنے آباء واجداد سے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

بغیر ماں باپ کے یتیم سے بڑا یتیم وہ ہے جو اپنے امام زمانہ تک نہ پہنچ سکے اور احکام دین ووظائف الٰہی کے جاننے میں حیران وپریشان ہو (ہماری امت کے علماء میں سے) جو ان کی ہدایت اور تعلیم وتربیت کرے وہ روز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوں گے اور وہ ایک خاص بلند درجہ کے مالک ہوں گے۔

(حدیث ۲) اسناد گذشتہ، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہمارے پیروکاروں میں جو بھی احکام اسلام سے باخبر ہو اور وہ جاہل ونادان لوگوں کو جہالت کی ظلمت سے علم کی روشنی کی طرف ہدایت کرے تو وہ روز محشر ایک ایسا تاج ولباس پہن کر چلے گا کہ اس کے تاج کا نور عرصہ محشر کو روشن کردے گا اور اس کے لباس کے ایک تار کی قیمت دنیا کی قیمت سے زیادہ ہوگی اس کے بعد آواز آئے گی اے بندگان خدا!

یہ علماء آل محمد کے شاگرد ہیں جس نے اس کے نور علم سے دنیا میں استفادہ کیا ہے آج بھی وہ اس کی نورانیت سے فائدہ اٹھائے، محشر کی تاریکی وپریشانی سے نجات حاصل کرے اور جنت کی طرف جائے، پس جس نے بھی دنیا میں اس کے علم سے استفادہ کیا ہے وہ اس کی نورانیت سے متوسل ومستفید ہوگا۔

(حدیث ۳) اسناد گذشتہ، امام حسینؑ کا فرمان ہے:

یتیمان آل محمد کی تعلیم و تربیت کرنے والے اس شخص پر فضیلت و برتری رکھتے ہیں جو بغیر ماں باپ کے یتیم کی معاشی و سماجی کفالت کرتے ہیں اور ایسے ہیں جیسے آفتاب کو تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔

(حدیث ۴) اسناد گذشتہ، امام حسینؑ سے نقل کرتے ہیں:

جس نے ہمارے یتیموں سے کسی ایک کی سرپرستی کی اور اپنے علم و دانش سے اس کی ہدایت کی تو خدا روز قیامت خطاب فرمائے گا۔ اے میرے بندے تم نے اپنے برادر مومن سے نیکی کی ہے، نیکی و احسان کرنے کا میں تم سے زیادہ سزاوار اور مستحق ہوں، پھر ملائکہ سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے صالح کیلئے اس کے ہر تعلیم دیئے ہوئے لفظ کے عوض جنت میں ہزار ہزار قصر تیار کرو اور اس قصر کے شایان شان جو چیزیں ہوں اسے بھی آمادہ کرو۔

(حدیث ۵) امام محمد باقرؑ کا بیان ہے:

ایک عالم اس شخص کیطرح ہے جس کے ہاتھ میں چراغ ہو اور اس کی روشنی سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ عالم کے ہاتھ میں چراغ معرفت و شمع ہدایت ہے جس کے ذریعہ سے جاہل افراد کو جہالت و ظلمت کی سرگردانی و تاریکی سے نجات دلاتا ہے، نتیجہ میں وہ دوزخ کی آگ سے نجات پاتا ہے، خدا نجات پانے والوں کے ہر بال کے بدلہ میں اس عالم کو خیر و بہتر عطا کرے گا وہ بھی ایسا عوض جو خانہ کعبہ میں ایک لاکھ رکعت نماز ادا کرنے کے بدلہ سے بہتر ہوگا۔

(حدیث ۶) اسناد گذشتہ، امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

ہمارے شیعہ علماء ہمیشہ دشمنوں کی سرحدوں کی تاک میں رہتے ہیں اور مخالفین کے رخنہ و تجاوز کو روکتے ہیں، علماء حق و حقیقت ہمیشہ عاجز و ضعیف اشخاص کو شیطان اور اس کے لشکر کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور دشمنان دین کے دست تسلط کو قطع کر دیتے ہیں، پرہیزگار و بیدار علماء پیش خدا ان لوگوں سے افضل و برتر ہیں جو ظاہری و ملی دشمن کے مقابل مشغول جہاد و مبارزہ ہیں کیونکہ یہ جسم ظاہری سے دفاع کرتے ہیں،

اور علماء قلب و جگر سے۔

(حدیث ۷) اسناد گذشتہ، امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

جو فقیہ ہمیشہ جاہل و محتاج افراد کی دستگیری کر کے انھیں مذہب کے حقایق و معارف و اصول کی ہدایت کرتے ہیں وہ ابلیس کیلئے ہزار عابد سے زیادہ گراں و سخت ہیں کیونکہ عابد کا مقصد صرف اپنے کو نجات دینا ہے لیکن مرد فقیہ ہزاروں مردوں اور عورتوں کو شیطانی وسوسوں اور اس کی گمراہی و حیلہ بازی سے نجات دیتا ہے اس سبب سے ایک فقیہ خدا کے نزدیک ایک ہزار عابد سے بہتر و برتر ہوتا ہے۔

(حدیث ۸) اسناد گذشتہ، امام رضاؑ سے منقول ہے:

روز قیامت پروردگار مرد عابد کو آواز دے گا تم کتنے اچھے ہو کہ ہمیشہ اپنی اصلاح و اپنے تزکیہ نفس میں مصروف رہے اور اس جہان کیلئے توشہ و ذخیرہ فراہم کرتے رہے، جنت میں تمہارے لئے یہ جگہ ہے لیکن وہ فقیہ جو مسلسل بے چارہ و ضعیف لوگوں کی ہدایت و نجات کی کوشش کرتا رہا ہے روز قیامت اسے خطاب کیا جائے گا،

اے وہ جس نے یتیمان آل محمد کی کفالت کی ہے اور شب و روز دوستان اہلبیتؑ کی تعلیم و تربیت میں محنت کی ہے اپنی جگہ کھڑے ہو کر لوگوں کی شفاعت کرو، پس فقیہ بہت سے افراد کا انتخاب کر کے اپنے تربیت یافتہ ہزاروں لوگوں کی شفاعت کرے گا عابد و فقیہ کے درمیان یہ فرق ہے۔

(حدیث ۹) اسناد گذشتہ، امام محمد تقیؑ سے روایت ہے:

جو یتیمان آل محمدؐ کی خلاصی و نجات کیلئے محنت و مشقت برداشت کرے، انھیں حیرت و ضلالت سے نجات دے، مخالفین کے باطل و غلط وسوسے اور خیالات کو قطع کرے، دلیل و برہان کے ذریعہ دشمنان دین کی بیہودہ باتوں کو رد کرے تو وہ تمام لوگوں کی نسبت ایسے ہی افضل ہے جیسے زمین کی نسبت آسمان برتر ہے یا آسمان کی نسبت عرش و کرسی یا آسمان کے بہت چھوٹے ستارہ کی نسبت چودھویں کا چاند افضل ہے۔

(حدیث ۱۰) اسناد گذشتہ، حضرت علی النقیؑ کا قول ہے:

غیبت امام زمانہ میں اگر علماء وفضلاء مسلسل لوگوں کو خدا کیطرف دعوت نہ دیتے (اور مذہب پر) وارد ہونے والے اعتراضات وشبہات کو برطرف نہ کرتے اور کمزور لوگوں کو ابلیس اور اس کے پیروکاروں سے آزاد نہ کراتے تو بطور مسلم سب لوگ دین سے منحرف ہوکر گمراہ و مرتد ہوجاتے۔ پس علماء بندگان خدا کے کمزور و متزلزل دلوں کو ہر طرح کے اضطراب و پریشانی سے بچاتے رہتے ہیں جیسے ناخدا سمندر کی پرخطر وخوفناک امواج کے مقابل کشتی کی حفاظت کرتا ہے، علماء کا یہ گروہ نزد خدا افضیلت و برتری رکھتا ہے۔

(حدیث ۱۱) اسناد گذشتہ، خود امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے:

روز قیامت ہمارے دوستوں کی تعلیم وتربیت کرنے والے علماء ایک ایسا تاج پہنے ہوئے محشور ہوں گے جس کا نور فضائے محشر میں پھیلا ہوگا اور اس کی روشنی انسانی چال کی تین لاکھ سال کی مسافت تک پہنچ رہی ہوگی، پس جس نے بھی ان کے علوم سے استفادہ کیا ہے اور ان کی رہنمائی کے سبب کج وتاریک راستوں سے نجات پائی ہے وہ ان کے انوار کی کسی شعاع سے متمسک ہوجائے گا اور بہشت میں اپنے اساتذہ کے ساتھ اپنے معین ومناسب مقام پر نزول وقیام کرے گا اور ان انوار کی شعاعیں جب ہمارے دشمنوں اور مخالفوں پر پڑیں گی تو وہ گونگے اور بہرے ہوجائیں گے اور انھیں جہنم کیطرف کھینچ کرلے جایا جائے گا۔

(حدیث ۱۲) اسناد گذشتہ، امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے:

ہم آل محمد کے کچھ دوست ناچیز وفقیر ہیں اس سے مراد وہ اشخاص ہیں جو ہمارے دشمنوں کے مقابل کمزور وعاجز ہیں اور مخالفین کے اعتراض ولعن وطعن کا نشانہ بنتے ہیں پس ان فقراء کی امداد ونصرت کرنا عام فقراء کی مدد سے بہتر وافضل ہے، جس نے اس گروہ کی دستگیری کی اور دشمن کے مقابل علم وبرہان کے اسلحے سے ان کو تقویت پہنچائی، ان کے فقر وضعف کو برطرف کیا، دشمنوں پر غالب ومسلط کردیا، تو خداوند عالم ان کو ہمیشہ ان کے دشمنوں کے مقابل غالب وقاہر رکھے گا اور ان کے دشمنوں پر ضعف وعجز کو غالب وقابض بنادے گا۔

(حدیث ۱۳) پھر آپ ہی نے فرمایا کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

جس نے علم ومعرفت کے کمزور شخص کو قوی ومضبوط بنا کر مخالف ودشمن کے مقابل غالب کردیا اسے خداوند عالم قبر کے سوال وجواب کے وقت تلقین کرے گا کہ کہو۔ اللہ میرا پروردگار ہے، محمد اس کے رسول ہیں، علی ابن ابیطالب خلیفۂ رسول ہیں، کعبہ میرا قبلہ ہے، قرآن کتاب آسمانی اور وسیلۂ سعادت وخوش بختی ہے، باایمان لوگ میرے بھائی ہیں، پھر خدا کیطرف سے اعلان ہوگا کہ میرے بندہ نے حق کا اظہار کیا اور اپنے صحیح اعتقاد کو بیان کیا اب اسے بہشت کے بلند مقامات پر ساکن کردو اسی وقت اس کی قبر جنت کے ایک خوبصورت باغ میں تبدیل ہوجائے گی۔

(حدیث ۱۴) آپ خود فرماتے ہیں:

مختلف مسلک وعقیدہ رکھنے والی دو عورتیں نزاع کرتی ہوئیں حضرت فاطمہؑ کے پاس آئیں اور دونوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کیا، صحیح عقیدہ رکھنے والی عورت کے مقصد کے مطابق آپ نے دلیل وبرہان دے کر دوسری عورت کو مغلوب کردیا، مومنہ عورت بہت خوش وخرم ہوئی، آپ نے فرمایا: حق کے غلبہ کے سبب ملائکہ کی فرحت وخوشی تم سے کہیں زیادہ ہے اور شیطان اور اس کے شاگردوں کا حزن وغم اس عورت کے اندوہ وملال سے بیشتر ہے، خدا فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس عمل (نصرت حق وابطال باطل) کی خاطر حضرت زہراؑ کیلئے پہلے سے آمادہ شدہ درجات کے مقابل دوسرے ہزار ہزار درجات ومکانات تیار کرو اور میرے بندوں میں سے جو بھی مخالفین حق پر غلبہ وتسلط کا سبب بنتا ہے اس کیلئے اس قانون وطریقہ کو جاری وقائم رکھو۔

(حدیث ۱۵) اسناد گذشتہ، امامؑ سے نقل کیا گیا ہے:

آپ کے پاس کوئی شخص کچھ ہدیہ وتحفہ لے کر آیا آنحضرت نے فرمایا، ان دونوں میں سے تمہارے نزدیک کون زیادہ بہتر وپسندیدہ ہے کہ اس ہدیہ کے عوض تمہیں ہدیہ کا بیس برابر دیدوں یا ایسے مضامین ومطالب کو بیان کروں کہ تم فلاں گمراہ شخص پر غالب آجاؤ اور کچھ سادہ لوح وبے خبر افراد کو ان کی کج روی

بڑی تبلیغات سے نجات دلاؤ؟

اس کے علاوہ، اگر تم نے حسن انتخاب کے ساتھ ان دونوں میں سے بہتر وافضل کا انتخاب کیا تو تمہارے لئے دونوں چیزیں حاضر ہیں اور اگر تم نے مفضول کو اختیار کیا اور افضل کی تعیین میں غلطی کی تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا تم کو اختیار ہوگا، اس شخص نے کہا کیا دشمن دین کو مغلوب کرنے اور لوگوں کو شر و برائیوں سے نجات دینے کا اجر و ثواب بیس ہزار درہم کی قیمت کے مساوی و برابر ہوسکتا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: بالکل نہیں، بلکہ اس عمل کی قیمت ساری دینا کی قیمت سے ہزار ہزار گنا زیادہ ہے اس شخص نے جواب دیا پھر کیسے ممکن ہے کہ میں بے قیمت و پست تر چیز کا انتخاب کرلوں اور جو چیز با قیمت ہو اس سے صرف نظر کرلوں۔

امامؑ نے فرمایا: تم اپنے انتخاب میں سچے اور کامیاب نکلے، لو یہ بیس ہزار درہم ہم تمہیں دے رہے ہیں اور مضمون و مطلب کی بھی تعلیم دیتا ہوں، پھر وہ شخص اپنے وطن واپس گیا اور مخالف سے مباحثہ کر کے اسے مغلوب و خاموش کردیا۔ اس واقعہ کی اطلاع امامؑ تک پہنچی، پھر جب اس سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

کسی نے بھی اپنے کاروبار اور کسب میں تمہاری طرح فائدہ نہ اٹھایا، تم نے وہ کام کیا جس کے سبب خدا تم سے خوش ہے، پیغمبرؐ خدا تجھے دوست رکھتے ہیں اور ان کے پاک و پاکیزہ اہلبیت، ملائکہ مقربین اور مومنین بھی، تمام مومن و کافر کے برابر اور دیناوی فائدہ کے ہزار گنا سے بھی زیادہ تم نے اس عمل سے فائدہ اٹھایا ہے تمہیں یہ نعمت مبارک ہو۔

(حدیث ۱۶) اسناد گذشتہ، امام حسن عسکریؑ نے امام صادقؑ سے نقل فرمایا ہے:

جو شخص ہمارے مخالفین کو مغلوب و لاجواب کرنے کیلئے قدم اٹھائے، ہمارے کمزور دوستوں کو ان کے شر سے بچائے ان دشمنوں کو شکست دینے اور ان کی کمزوریوں و عیوب کو ظاہر کرنے میں ہماری حمایت کرے اور پیغمبرؐ خدا اور ان کی آل پاک کی تعظیم و تکریم کرے، تو خداوند عالم بہشت کے ملائکہ کو حکم دیتا ہے

کہ اس کیلیے جنت میں مخصوص عمارتوں وخاص قصروں کو بناؤ، اور دشمنان خدا سے احتجاج کے ہر کلام و جملہ کے مطابق کچھ صاحب قدرت وقوت ملائکہ اس کے امور کی انجام دہی اور اس کے محلوں کے بنانے میں مدد کرتے ہیں، اس کیلیے اتنی نعمت اور مکان قصر تیار ہوتے ہیں کہ جس کی مقدار خدا کے علاوہ کسی کو بھی نہیں معلوم ہے۔

(حدیث ۱۷) امام حسن عسکریؑ نے امام رضاؑ سے نقل فرمایا ہے:

جو عالم اپنے فقر واحتیاج و ذلت کے ایام کیلیے جو بہترین زادراہ ذخیرہ کرتا ہے اور دوسری دنیا و آخرت میں جو بہترین عمل اس کے کام آئے گا وہ یہ ہے کہ اس نے ہمارے عاجز و کمزور دوستوں کی دستگیری کی ہے، اس نے انھیں ہمارے دشمنوں کے چنگل سے نجات دلائی ہے اور مخالفین کی غلط باتوں اور باطل تبلیغات کا جواب دیا ہے، یہ شخص جب قبر سے اٹھے گا تو ملائکہ کی صفوں کا مشاہدہ کرے گا جو اس کی قبر سے بہشت کی منزل معین تک لگی ہوگی اور اپنے پروں پر بلند کر کے جنت کی مخصوص منزل تک پہنچائیں گے پھر کہیں گے، مبارک ہو، اے وہ شخص جس نے دشمنوں کو شکست دی ہے اور اپنے طیب و طاہر ائمہ کی طرفداری وحمایت کی ہے۔

(حدیث ۱۸) اسناد، امام حسن عسکریؑ سے نقل ہوا ہے:

آپ کے چند اصحاب و دوست نے آپ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ ہمارا پڑوسی آپ اہل بیت کا مخالف و دشمن ہے جو ہمیشہ ہمیں اذیت دیتا ہے اور خلفاء ثلاثہ کے علی ابن ابیطالب پر افضل ہونے پر دلائل پیش کرتا ہے جس کے جواب سے ہم عاجز ہیں۔ امام نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک باخبر اور عالم شخص کو بھیجتا ہوں تا کہ وہ صحیح وضروری جواب دے اور ان کے دلائل کو باطل و بیکار کر دے۔ اس کے بعد امام نے ایک شخص سے کہا ان مخالفین کے پاس جاؤ، ان کی باتوں کو سنو، جب وہ تم سے جواب کے طالب ہوں تو اگر ان کی باتوں کو باطل اور ان کے اعتقاد کو بیکار کر سکتے ہو تو اس کا جواب دو اور بالکل ساکت کر دو، وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے ساتھ دشمنوں کی نشست میں حاضر ہوا، مخالفین بحث و گفتگو میں مصروف تھے، پھر

انھوں نے اس شخص کیطرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی باتوں کی تصدیق وموافقت چاہی۔ محب امامؑ نے بات شروع کی، ان کی باتوں کو باطل کیا اور ان کے عقائد کے فاسد ہونے کو ایسے ثابت کیا کہ وہ سب کے سب اپنی جگہ ٹھنڈے پڑ گئے، اور وہ ہمسایہ مخالف اتنا پژمردہ و پریشان ہوا کہ جیسے آسمان و زمین کے درمیان معلق ہو گیا ہو، اصحاب و دوستان امامؑ بے انتہا مسرور وخوشحال ہوئے اور اتنا ہی مخالفین و دشمنان محزون ومغموم ہوئے، جب امامؑ کے پاس واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا: دشمنان خدا کے مغلوب ہونے اور ان کے شکست کھانے کے سبب اہل آسمان تم سے زیادہ خوشحال ہوئے ہیں اور شیطان اور اس کے اصحاب مخالفین سے کئی گنا زیادہ رنجیدہ و پریشان ہوئے ہیں، آسمان وعرش اور کرسی کے فرشتوں نے اس مرد غالب کیلئے خدا سے رحمت ومغفرت طلب کی ہے اور خدا نے بھی ان کی دعا قبول کر لی ہے اور ایسے ہی ان مغلوب ومقہور شخص کیلئے لعن ونفرین کی ہے۔ خدا نے اسے بھی قبول کر لیا ہے۔

احتجاج رسول اکرمؐ

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں: کہ ہمارے دادا، امام صادقؑ کے سامنے گفتگو ہو رہی تھی کہ رسولؐ خدا نے دین میں مباحثہ ومناظرہ سے منع فرمایا ہے:

امامؑ نے فرمایا: مطلقاً روکا نہیں گیا ہے بلکہ اس سے جو بہتر واحسن نہ ہو جیسا کہ خدا نے بیان فرمایا:

اہل کتاب سے مجادلہ ومناظرہ نہ کرو مگر احسن وعمدہ طریقہ سے، حکمت وموعظہ اور اچھی اچھی باتوں سے انھیں خدا کی طرف دعوت دو۔ دانشمندوں اور علماء نے احسن بحث ومباحثہ کو دین کی ضروریات واحتیاجات میں شمار کیا ہے اور مباحثہ ومناظرہ غیر احسن کو حرام وممنوع قرار دیا ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ مطلق مباحثہ واحتجاج حرام ہو جبکہ خدا کا ارشاد ہے کہ مخالفین دعویٰ کرتے ہیں سوائے یہودی وعیسائی کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا پھر کہا کہ یہ مخالفین کی آرزوئیں ہیں اگر سچے ہیں تو اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کریں۔

اس آیت میں خدا نے سچائی اور ثبوت دعویٰ واثبات مقصد کا معیار ومیزان برہان ودلیل کو قرار دیا ہے واضح ہے کہ دلائل کا بیان کرنا ہی احتجاج ومباحثہ ہے۔

امام صادقؑ کے اصحاب نے تقاضا کیا کہ آپ احسن وغیر احسن کی وضاحت فرمائیں۔

امامؑ نے فرمایا: مباحثہ غیر احسن یہ ہے کہ وقت احتجاج مقابل کے ساکت ومغلوب کرنے کیلئے حق کا انکار یا باطل کا اعتراف کر لیا جائے جیسے مخالف درست بات کہہ رہا ہے اور تم اس خوف سے کہ اس کا مقصد ومطلب ثابت ہو جائے گا صحیح وحق بات کی بھی رد کر دو یا اس کی غلط باتوں کا جواب ایک باطل دنا درست گفتگو سے دو۔

مجادلہ احسن کے ذریعہ خود خدا نے احتجاج کیا ہے۔

ترجمہ: ان لوگوں نے دوبارہ زندہ ہونے کو بعید شمار کیا ہے اور اپنی پہلی خلقت کو فراموش کر دیا اور کہتے

ہیں کہ انسان کی بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے جوڑا (یا زندہ کیا) جا سکتا ہے، پھر خدا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے رسول کہہ دیجئے!! بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انھیں خلق کیا تھا وہ پروردگار ہر طرح کی خلقت پر مسلط اور اس کا عالم ہے وہ وہی خدا ہے جس نے تمہارے لئے سبز و شاداب درختوں میں آگ رکھی ہے جسے احتیاج کے وقت جلاتے ہو اور اسی سے اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہو۔ پس جوان ہڈیوں اور دوسری مخلوقات کو عدم سے وجود میں لایا ہے کیسے انھیں دوبارہ زندہ کرنے میں عاجز و مجبور ہو جائے گا کیونکہ پہلی مرتبہ نہ کوئی ماذہ تھا نہ ہی نقشہ وصورت۔ یہ بات معلوم ہے کہ دوبارہ زندہ کرنے اور زندگی دینے سے پہلی مرتبہ پیدا کرنا زیادہ سخت و مشکل ہے۔

خدا فرماتا ہے: کہ وہ پروردگار جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے وہ خدا انسان کی خلقت میں عاجز و مجبور ہو جائے گا؟ جس قادر و عالم خدا نے اتنے بڑے جہان کو پیدا کیا ہے اس کے بارے میں تم ایسی باتیں کیسے کہہ سکتے ہو؟ تمہاری نگاہ میں زمین و آسمان کے خلق کرنے سے زیادہ سخت و مشکل بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی دینا ہے؟

اس مقام پر امام صادقؑ نے فرمایا: کہ مقابل کے اعتراض و شبہہ کا اس کے فہم و فراست کے مطابق جواب دینے اور اس کی غلط باتوں کو صحیح طریقے سے ظاہر کرنے کو مناظرہ و مجادلہ احسن کہتے ہیں۔

کیا رسولؐ خدا نے احتجاج و مناظرہ کیا ہے؟

امام صادقؑ سے ان باتوں کو سننے والے ایک شخص نے پوچھا: کہ کیا رسولؐ خدا نے مناظرہ کیا ہے؟
آپ نے فرمایا تمہارے تصور کے مطابق کیا رسول اکرمؐ نے خدا کے معین شدہ قانون و دستور میں کوتاہی اور اس کی مخالفت کی ہے اور جس وظیفہ پر مامور تھے اسے انجام نہیں دیا ہوگا؟ جبکہ خدا فرماتا ہے: کہ مخالفین سے بطریق احسن مباحثہ کرو، پھر فرماتا ہے کہ منکرین حشر ونشر سے کہہ دو جس خدا نے پہلی بار خلق کیا ہے وہی دوبارہ حیات عطا کرے گا۔ کیا اس حکم کے بعد بھی رسولؐ مخالفین سے احتجاج ترک کر کے اپنے وظیفہ کی انجام دہی میں تقصیر اور مخالفت کریں گے؟

مخالفین رسول اکرمؐ کی خدمت میں

امام صادقؑ نے فرمایا: میرے آباؤ واجداد سے مجھ تک پہنچا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہود نصاریٰ دہریہ مانویہ اور بت پرست ان پانچ فرقوں کے پیشواؤں میں سے کچھ متفق ہو کر رسول اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئے اور انھوں نے رسولؐ خدا سے مناظرہ کرنا شروع کیا۔

گروہ یہود: ہمارا عقیدہ ہے کہ جناب عزیز پیغمبر خداؑ کے بیٹے ہیں اس موضوع پر ہم آپ سے بحث کرنا چاہتے ہیں اگر آپ ہمارے ہم عقیدہ اور موافق ہوئے تو ہمیں آپ پر سبقت و تقدم کا حق ہوگا ورنہ ہم آپ کی دشمنی و عداوت پر مجبور ہیں۔

گروہ نصاریٰ: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا ان سے متحد ہو گیا ہے اس کے بارے میں آپ سے مناظرہ کیلئے آئے ہیں توافق کی صورت میں ہمیں حق سبقت ہوگا مخالف کی صورت میں ہم آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔

گروہ دہریہ: ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ دنیا کی موجودات کیلئے نہ کوئی آغاز ہے نہ کوئی انجام، جہان قدیم ہمیشہ سے ہے اس سلسلہ میں آپ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ نے موافقت کی تو ہم سابق عقیدہ پر ورنہ آپ ہم سے بھی بغض و عداوت ہی دیکھیں گے۔

گروہ مانویہ: ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دنیا کی تدبیر و تربیت کا سرچشمہ نور و ظلمت ہے یعنی نظام کائنات کے چلانے والے نور و ظلمت ہیں اگر آپ اس کے موافق ہیں تو ہمیں تقدم حاصل ہے ورنہ ہمیں بھی اپنا مخالف شمار کیجئے۔

گروہ مشرکین: ہم معتقد ہیں کہ یہ بت ہمارے خدا ہیں اس کے بارے میں ہم آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں، اختلاف کی صورت میں ان کی طرح ہم بھی آپ کے دشمن ہوں گے اتفاق کی شکل میں یقیناً

ہمیں حق تقدم ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اس پروردگار کی عبادت کرتا ہوں جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے علاوہ تم جس کا نام لے رہے ہو اسکا منکر ہوں وہ خدا نہیں ہے، میں خدائے جہان کا رسولؐ ہوں اور تمام دنیا والوں کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں،

تا کہ لوگوں کو اجر و ثواب کی بشارت دوں اور عذاب و غضب خدا سے ڈراؤں، ہاں خدا نے مجھے ہر جگہ بچایا ہے اور دشمنوں و مخالفوں سے محفوظ رکھے گا۔

رسول اکرمؐ کا یہودیوں سے احتجاج

آپ یہودیوں کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم چاہتے ہو کہ تمہارے عقیدہ کو بغیر کسی دلیل و برہان کے قبول کرلوں؟ انھوں نے کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا: تو بتاؤ کس دلیل سے معتقد ہو کہ جناب عزیر خدا کے بیٹے ہیں، جواب دیا کہ کتاب توریت بنی اسرائیل سے متروک ہو چکی تھی اسے زندہ کرنے اور واپس لانے پر کوئی قادر نہ تھا در این صورت حضرت عزیز نبی نے اسے قابل عمل بنا دیا اس بنیاد پر ہم ان کو خدا کا فرزند کہتے ہیں کہ اتنا بڑا کام انھیں کے ذریعہ سے ہوا اور کتاب آسمانی و دین الٰہی ان کی روحانیت و بلند ہمتی سے دوبارہ زندہ و جاری ہوگئی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس صورت میں حضرت موسیٰ اس مقام و منصب کیلئے زیادہ سزاوار و اولیٰ ہیں کیونکہ خود توریت ان پر نازل ہوئی ہے اور ان سے بہت سے معجزات و کرامات ظاہر ہوئے ہیں، تمہاری منطق و دلیل کے اعتبار سے ضروری ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا مقام جناب عزیرؑ کی منزلت سے بلند اور ابن خدا سے بالاتر ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا خدا کے بیٹے سے تمہاری مراد یہ ہے کہ دوسرے باپ کیطرح انھوں نے بھی (معاذ اللہ) اپنی زوجہ سے مقاربت کی جس سے جناب عزیزؑ پیدا ہوئے؟ اس صورت میں تم نے خداوند عالم کو دنیا کا ایک محدود مادّی و جسمانی موجود تصور کر کے اس کے صفات کو مخلوقات کی صفات سے متصف کر دیا ہے۔ تمہارے لحاظ سے دوسری موجودات کیطرح خدا بھی مخلوق و حادث ہو اور ایک دوسرے خالق کا محتاج ہو۔

انھوں سے جواب دیا، ولادت سے ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کیونکہ جیسا آپ نے فرمایا وہ کفر و نادانی ہے بلکہ مقصد ان کا شرف و احترام اور عظمت ہے جیسا کہ ایک عالم و استاد اپنے شاگرد سے کہتا ہے اے

میرے بیٹے یا تم میرے بیٹے ہو، اس تعبیر سے استاد کا مقصد وہی احترام، تکریم اور اظہار محبت ہے بس، ورنہ استاد و شاگرد کے درمیان ولادت کی معمولی سی بھی نسبت موجود نہیں ہے، اس مقام پر خدا کی جانب سے توجہ خاص ولطف ومحبت مخصوص کے سبب ہم کہتے ہیں کہ حضرت عزیز خدا کے بیٹے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس صورت میں تمہارا جواب وہی پہلی باتوں کی طرح ہے جس کا تقاضا ہے کہ موسیٰ بن عمران اس مقام کے زیادہ سزاوار ہیں بلکہ جناب عزیزؑ کو خدا کا بیٹا کہیں تو ضروری ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا کا بھائی یا استاد یا مولا کہا جائے، تاکہ عزیزؑ پر ان کی برتری وفضیلت ثابت ہو اور خداوند عالم کی، ان سے شدید محبت وتکریم اور کثرت لطف وتعلق معلوم ہو سکے جیسا کہ ہم گذشتہ مثال دیکھتے ہیں کہ جب استاد شاگرد کا زیادہ احترام وعزت بتانا چاہتا ہے تو کہتا ہے میرے استاد بزرگ، اے میرے بھائی باپ، اے میرے رئیس وامیر۔

کیا تمہارے نزدیک حضرت موسیٰ کو (معاذ اللہ) خدا کا بھائی یا چچا یا استاد یا باپ کہنا صحیح ہے؟

یہودی: آپ کے جواب سے متحیر ومبہوت رہ گئے اور کہنے لگے ہمیں اجازت دیجئے اس کے بارے میں ہم تحقیق وفکر کرلیں، پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر تم با قلب پاک اور بانیت خالص اپنی رفتار وگفتار میں غور وفکر کرو تو خدا راہ حقیقت کیطرف تمہاری ہدایت کردے گا۔

نصاریٰ سے پیغمبر اسلام کا احتجاج

رسولؐ خدا نے نصاریٰ کیطرف متوجہ ہوکر فرمایا: تمہارے نزدیک پروردگار اپنے بیٹے جناب عیسیٰ سے متحد ہوگیا ہے چونکہ اس قول سے تمہارا نظریہ مبہم ہے اس لئے تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری مراد یہ ہے کہ خدائے ازلی وابدی اپنی حیثیت سے نیچے و پست ہوکر ایک حادث موجود سے متحد ہوگیا؟ یا ایک حادث و محدود موجود حضرت عیسیٰ ترقی کر کے قدیم وابدی خدا کے برابر اور ایک ہوگئے ہیں؟ یا اتحاد سے تمہارا خیال حضرت عیسیٰ کی شرافت و بزرگی اور ان کی نہایت تعظیم وتکریم ہے؟

صورت اول: از روی برہان عقلی محال ہے، کیونکہ جو قدیم و ازلی ہے وہ حادث کیسے ہوسکتا ہے اور جو حادث ہے اس کیلئے متغیر ہوکر قدیم ہو جانا کسطرح ممکن ہے۔ جبکہ قدیم و حادث و (از لحاظ مفہوم و مصداق) ایک دوسرے کی نقیض ہیں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ اجتماع اور اتحاد محال و ممتنع ہے۔

دوسری صورت: بھی محال عقلی سے ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ خدا کے منتخب بندوں اور اس کی مخلوقات میں سے تھے اور یہ اس صورت میں حادث ہیں اور جو حادث ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

بہر صورت ان کا ابن خدا ہونا، اس سے متحد و برابر ہونا اور خدا کا قدیم رہ کر ان سے متحد ہونا سب باطل ومحال ہے۔ نصاریٰ نے کہا ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ پر خدا کا لطف خاص اور اس کی بے پایان عنایات ہیں ان کے ذریعہ امور عجیبہ وخوارق عادت باتوں کو جاری کیا ہے اور ان کو اپنی مخصوص تکریم وتعظیم سے نوازا ہے لہذا ان کا ابن خدا ہونا صرف عظمت وتکریم کی غرض سے ہے بس۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: یہودیوں کے جواب میں جو میں نے کہا کیا تم نے نہیں سنا؟ پھر جناب عزیرؑ کے ابن خدا ہونے کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا اسی کی تکرار کی، جس کے سبب یہ بھی خاموش ہوگئے۔

ایک عیسائی نے کہا کیا آپ حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ نہیں سمجھتے؟

رسول خداؐ: ہاں جانتا ہوں۔ عیسائی، تو پھر حضرت عیسیٰؑ کو پسر خدا کیوں نہیں مانتے ؟

رسول خدا: حکم خلیل مادّہ خلۃ سے ہے جس کے معنی احتیاج فقر کے ہیں، معنی خلیل کی حقیقت نیاز مند، محتاج شخص ہے چونکہ حضرت ابراہیم بے انتہا باعفت مستغنی نفس تھے اور دوسروں سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی طرف متوجہ تھے اس سبب سے خدا نے ان کو خلیل کا لقب عطا کیا خصوصاً اس وقت جبکہ ان سے بر سلوک کیا گیا اور آگ میں پھینکا گیا ان کا لقب واضح و محقق ہو گیا۔

ہاں! منجنیق میں رکھ کر ان کو جب آگ میں ڈالا گیا تو از جانب خدا جبرئیل نازل ہوئے تاکہ انکی مدد کریں، آگ میں جاتے وقت جبرئیل نے ان سے ملاقات کی اور اپنی ماموریت اور امداد پیش کی آپ نے جواب دیا مجھے خدا کے علاوہ کسی سے کوئی حاجت نہیں ہے، میرے لئے اس کی مدد کافی ہے اس وجہ سے آپ کو خلیل اللہ کہا گیا۔ اگر کلمہ خلیل (از مادہ خلۃ) سے ہے تو اس کے معنی لطائف وحقائق کی طرف متوجہ ہونا، رموز و اسرار کا جاننا اسکا بھی تمہارے استدلال و برہان سے کوئی تعلق نہیں ہے ان دونوں میں سے کسی ایک میں ان کے خلیل خدا ہونے کے بارے میں کوئی منع عقلی نہیں ہے اور نہ ہی خالق کا مخلوق سے کوئی مشابہت یا قدیم کا حادث ہونا ہے، کیونکہ یہاں صفات میں مشابہت ہے نہ کہ ذات اور حقیقت میں۔

اس لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ کا خلیل ہونا معنی فقر و احتیاج اور مخلوق سے قطع امید کے ثابت ہونے کے بعد ہے یا اسرار رموز علوم سے آگاہی اور معلومات کے بعد ہے لیکن توالد و تناسل کا موضوع برعکس ہے کیونکہ باپ بیٹا اور بھائی کے درمیان کی نسبت حقیقی و ذاتی امور میں ہے، باپ بیٹے روز اول سے وجود کے آخری لحات تک ایک دوسرے سے منسوب و نزدیک اور ہم جنس ہیں چاہے صورتاً نزدیک و مربوط ہوں یا نہ ہوں، ایک دوسرے کی نسبت چاہے وہ مہربان اور ایک دوسرے کے امور سے مطلع و آگاہ ہوں یا نہ ہوں۔

پھر رسول خداؐ نے فرمایا: اگر جناب عیسیٰؑ کے بیٹا ہونے کی تمہاری دلیل یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل خدا ہیں تو ضروری ہے کہ تم حضرت موسیٰؑ کے ابن خدا ہونے کے بھی معتقد ہو جاؤ، کیونکہ جو معجزات و کرامات جناب موسیٰؑ سے ظاہر ہوئے وہ جناب عیسیٰؑ کے معجزات سے کمتر نہیں تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے احتجاج

میں کہا گیا کہ حضرت موسیٰ کو خدا کا باپ یا رئیس یا چچا کہنا جائز ہو جائے گا۔

ایک عیسائی نے کہا، حضرت مسیح نے خود آسمانی انجیل میں فرمایا: میں اپنے باپ اور تمہارے باپ کیطرف چلا جاؤں گا رسول اکرمؐ نے فرمایا: اگر تم اس جملہ سے استدلال کرتے ہو اور صحیح مانتے ہو تو یہ بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ اصحاب حضرت عیسیٰ اور اس جملہ کے سننے والے سب کے سب خدا کے بیٹے ہیں، کیونکہ اس جملہ میں انھوں نے اپنی طرح ان کو بھی خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔

اس جملہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بیٹا ہونا ان کے معجزات و کرامات کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ اس جملہ میں ابن خدا کے عنوان، کا اطلاق دوسروں پر بھی ہوا ہے جبکہ ان میں وہ خصوصیات و امتیازات مفقود تھے خود حضرت مسیح کے کلام کے موجب یہ عنوان ان کیلئے اختصاص نہیں رکھتا اور جو بھی خدا پرست اور مومن ہے اس کیلئے استعمال ہو سکتا ہے تم خود اس جملہ کو بیان کرتے ہو لیکن اس کے مضمون سے غافل اور اس کے خلاف گفتگو کرتے ہو۔

تم اگر صرف ان کلمات کے ظاہری و لفظی معانی کا ارادہ کرنا چاہتے ہو تو کیوں نہیں کہتے کہ کلمۂ پدر سے مراد حضرت آدمؑ یا حضرت نوحؑ ہیں کیونکہ دونوں نبی حضرت عیسیٰ کے حقیقی و فطری باپ ہیں تم اس ظاہری و حقیقی معنی کی نفی کر کے کیسے اپنے منظور معنیٰ کو ثابت کر سکتے ہو۔

عیسائی یہاں خاموش ہو گیا اور سب نے کہا، آج تک ہم نے آپ کے مانند مضبوط و ماہر بحث و مباحثہ کرنے والا نہیں دیکھا تھا آپ ہم کو کچھ مہلت دیجئے تاکہ اس بارے میں خوب غور و فکر کر لیں۔

دہریوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

پیغمبرِ اسلام نے دہریوں سے فرمایا: کس بنیاد پر تم کہتے ہو کہ دنیا کی تمام موجودات قدیم ہیں اور ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی ان کا کوئی آغاز وانجام نہیں ہے۔

انھوں نے کہا! ہم جو اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اس کا اعتقاد رکھتے ہیں چونکہ ہم نے کسی چیز کا آغاز نہیں دیکھا اور نہ ان کے انجام وفنا کو دیکھتے ہیں لہذا حکم لگاتے ہیں کہ موجودات عالم ہمیشہ سے تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔

رسولؐ خدا: کیا تم نے اپنی آنکھ سے ہر چیز کی ہمیشگی وابدیت اور قدامت کو دیکھا ہے؟ اگر تم مشاہدہ کا دعویٰ کرتے ہو تو تم کو بھی اسی عقل وفکر اور قوت بدنی کے ساتھ ازلی وابدی ہونا چاہئے تا کہ تمام چیزوں کی ابدیت وازلیت کو دیکھ سکو، جبکہ یہ خود برخلاف حس وحقیقت اور تمام عقلاء وافراد بشر کے علم ومشاہدہ کے خلاف ہے۔ یقیناً تم ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کرو گے۔

دہریہ: درست ہے ہم نے موجودات کے قدیم ہونے اور باقی ہونے کا مشاہدہ نہیں کیا ہے۔

رسولؐ خدا: درانیصورت تم توقف کرو اور کسی ایک طرف کا حکم نہ لگاؤ، تم نے اپنے دعویٰ کے مطابق نہ تو اشیاء کے حدوث کو دیکھا ہے اور نہ ان کے قدیم ہونے کو، ایسے ہی ان کی بقا وفنا کا بھی مشاہدہ نہیں کیا ہے پس تم کیسے ایک طرف کا انتخاب کر کے دوسری طرف کی نفی کرو گے۔

کیا تم شب وروز کو دیکھتے ہو کہ مسلسل پے در پے جاری وساری ہیں؟

انھوں نے کہا ہاں: رسولؐ خدا، کیا رات ودن کا آنا جانا پہلے زمانہ سے تھا اور بعد تک رہے گا؟

انھوں نے کہا ہاں: رسولؐ خدا، کیا ممکن ہے کہ یہ ترتیب بگڑ جائے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں؟

انھوں نے کہا ممکن نہیں ہے: رسولؐ خدا، اس صورت میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں اور جب

ایک کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے آ جاتا ہے۔

انھوں نے کہا ہاں: ایسا ہی ہے۔

رسولؐ خدا: تم نے اپنے اعتراف سے اس چیز کے حادث ہونے کا حکم لگایا ہے کہ شب و روز میں جو سبقت کرتا ہے۔

پھر فرمایا: کیا تمہارے نزدیک شب و روز کیلئے کوئی ابتدا ہے یا وہ ازلی و غیر متناہی ہیں؟

پہلی صورت میں ان کا حادث ہونا ثابت ہے۔

دوسری صورت میں تمہیں کہنا پڑ گا کہ کیسے ممکن ہے کہ جو چیز اختتام و انتہا رکھتی ہو وہ آغاز کے اعتبار سے لامتناہی ہو؟ انھوں نے کہا درست ہے۔

رسولؐ اکرم: تم موجودات کے قدیم ہونے کے معتقد ہو کیا تم نے بطور تحقیق اس عقیدہ کے بارے میں فکر و تامل کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، ہم نے غور کیا ہے۔

رسولؐ خدا: کیا تم دیکھ رہے ہو کہ تمام موجودات عالم ایک دوسرے کے محتاج اور باہم مرتبط اپنے وجود و بقا میں ایک دوسرے کی نیاز مند ہیں جیسا کہ عمارت ہے اس کیلئے ضروری ہے پتھر، اینٹ، سمینٹ، پانی، لکڑی، اور ریت سب ایک دوسرے سے مرتبط ہوں اور ساتھ ساتھ مددگار بھی ہوں تا کہ ایک عمارت کھڑی رہ سکے اشیاء عالم بھی ایسے ہی ہیں، جب ہم دنیا کی اشیاء اور تمام موجودات کو باہم مرتبط و محتاج دیکھ رہے ہیں تو قدیم کیسے مان سکتے؟ اس صورت میں حادث کے معنی کیا ہوں گے؟ تمہارے عقیدہ میں جو چیزیں قدیم ہیں اگر وہ حادث ہوتیں تو کیسی ہوتیں؟

یہ جماعت بھی رسولؐ اکرم کے مقابل مغلوب و متحیر ہو گئی اور معنی حادث کی وضاحت اور اس کے آثار و علامت کے بیان سے عاجز ہو گئی، کیونکہ معنی حدوث کے بارے میں جو ان کا خیال تھا پیغمبرؐ نے وہی ان موجودات کے بارے میں ثابت کر دیا جس کو وہ قدیم مانتے تھے، اس طرح وہ محزون و مغموم ہوئے اور کہا اس بارے میں ہم دقت کرنا چاہتے ہیں۔

مانویوں سے رسول اکرمؐ کا مناظرہ اور احتجاج

پیغمبرؐ اسلام نے ان سے فرمایا: تم کیسے ایمان رکھتے ہو کہ مدبر و مربی عالم نور و ظلمت ہیں؟

مانوی دنیا دو حصوں سے تشکیل پاتی ہے خیر و نیکی اور شر و برائی، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد و مخالف ہیں ان دو متضاد کو دیکھ کر ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ خالق خیر، غیر از خالق شر ہے کیونکہ خالق واحد دو متضاد عمل انجام نہیں دے سکتا جیسے کہ آگ سے سردی کا اثر نہیں ہو سکتا اور برف گرمی نہیں پیدا کر سکتا اس اعتبار سے ہم نے یقین کر لیا کہ خالق خیر و خوبی نور ہے اور خالق شر و بد ظلمت ہے اور یہی دونوں دینا و اہل دنیا کے دو قدیم صانع و خالق ہیں۔

پیغمبر خداؐ! کیا دنیا میں سفید و سیاہ، سرخ و زرد اور سبز و کبود (چتکبرہ) رنگ موجود ہیں؟ کیا یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں؟ کیونکہ سردی و گرمی کیطرح دو رنگ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے؟

اہل مانویہ، ہاں

پیغمبرؐ خدا: جب سب جداگانہ ہیں تو تم ہر رنگ کیلئے ایک قدیم صانع کے معتقد کیوں نہیں ہوئے؟ کیا تمہارے گمان میں ہر چیز ایک مستقل خالق کی محتاج نہیں ہے؟ سب خاموش ہو گئے۔

پیغمبر خداؐ نے فرمایا: تمہارے عقیدہ کے مطابق کیسے نور و ظلمت اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار بن کر اس جہان کو چلاتے ہیں؟ جبکہ نور فطرتاً صعود و بلندی کیطرف میلان رکھتا ہے اور ظلمت طبیعتاً پستی و نزول کیطرف مائل ہوتا ہے۔ دو نفر میں سے ایک مشرق کیطرف اور دوسرا مغرب کی جانب مسلسل حرکت و سیر کر رہے ہوں تو کیا وہ باہم ایک مقام پر جمع ہو سکتے ہیں؟

مانوی! نہیں ممکن نہیں ہے۔ رسول خداؐ! تو کیسے ممکن ہے نور و ظلمت اس جہان طبیعت میں باہم مخلوط و مجتمع و مرتبط ہو جائیں؟ جبکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق نور کی طرف بالا حرکت کرتا ہے اور ظلمت بسوی ضد

ومخالف، کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ یہ کائنات ایک مقام پر نہ جمع ہونے والے دو امر کے اجتماع سے حادث وتشکیل ہوئی ہے؟ ہمیں ماننا چاہئے کہ دونوں حادث اور خدائے قدیم کی مخلوق ہیں، مسلسل اس فرمانبرداری میں اور اس کی تدبیر کے تحت ہیں۔

انھوں نے بھی کہا کہ ہمیں بھی وقت دیجئے تا کہ خوب غور وفکر کرلیں۔

بت پرستوں سے رسول اکرمؐ کا مباحثہ اور احتجاج

پیغمبر خداؐ نے عرب کے بت پرستوں سے کہا تم نے پروردگار جہان کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور ان بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ بت پرست: ہم اس عمل سے پیش خدا التقرب حاصل کرتے ہیں۔

پیغمبرؐ خدا: کیا تم نے اپنے ہاتھوں سے انھیں نہیں تراشا ہے؟

جب تم ان کے صانع ہو تو ضروری ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ خدا کی خشنودی طلب کریں، غیر خدا کی عبادت کے جائز ہونے کی بناء پر ان کو تمہارے مقابل خاضع ہونا چاہئے اور تمہاری عبادت کرنا چاہئے، کیا خدائے جہان نے تمہیں ان کی عبادت کا حکم دیا ہے؟

رسولؐ کی اس گفتگو سے ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ نے کہا خدا ان کے ہیکل و مجسمہ میں حلول کر گیا تھا جو ان بتوں کی شکل وصورت کے تھے بتوں کی جانب توجہ کا مقصد ان مجسموں کی تجلیل وتکریم ہے دوسرے گروہ نے کہا ان بتوں کو پرہیزگار و عابد و خدا پرست اشخاص کی صورتوں کے مطابق بنایا گیا ہے اور اس سے مراد خدا کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے۔

تیسرا گروہ جناب آدمؑ کی خلقت کے بعد خدا نے ملائکہ کو ان کے سجدہ کا حکم دیا ہم اس سعادت خوش بختی سے محروم رہے جو کہ پیشگاہ خداوند متعال تقرب وخوشنودی کا وسیلہ تھی کیونکہ ہم اس دن لباس ہستی و وجود سے مزین نہ تھے اس لئے حضرت آدم کی مختلف شکلیں بنا کر اس عمل کا جبران کرتے ہیں اور ان کے سامنے پروردگار جہان کی تعظیم کے ارادہ سے خضوع وخشوع کرتے ہیں، جیسا کہ آپ لوگ محراب مسجد میں سجدہ کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ سامنے ہوتا ہے اور عظمت وجلالت پروردگار کی نیت سے عبادت وسجدہ کرتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

تم سب غلط اور گمراہی کے راستہ پر چل کر حقیقت ویقین کے درست راستہ سے منحرف ہو گئے ہو۔

خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا

رسول خداؐ نے پہلے گروہ سے فرمایا: تمہارے نزدیک خدا ان مجسموں یعنی ان بتوں کی صورت میں حلول کرگیا ہے یہ بات نہایت درجہ پست اور جاہلانہ ہے کیونکہ اگر خدا کسی چیز میں حلول کرگیا ہو تو اسے بھی مخلوقات کی طرح نیازمند محدود اور حادث ہونا چاہئے، کیا اسے محدود و گھرا ہوا نہیں کہا جائے گا؟ کیا حلول کی صورت میں خداوند عالم اور ان خصوصیات جو اجسام میں حلول کرتی ہیں (مثلاً رنگ، بو، مزہ، سختی و نرمی) کے درمیان کوئی امتیاز و فرق ہو سکتا ہے؟ پھر اس صورت میں تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ جسم محیط و حادث ہے اور جو حلول ہو کر اس کے محیط میں واقع ہوا ہے وہ قدیم ہے؟ اس کا عکس ہونا چاہئے کہ محیط قدیم ہو اور جو اس میں محدود و محصور ہوا ہو وہ حادث ہو۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو خدا تمام موجودات و ممکنات کا خالق ہو وہ کسی حلول کرنے والی جگہ کا محتاج ہو؟ کیا اللہ مقام حلول سے پہلے اور موجودات عالم سے پہلے بے نیاز اور مستقل نہ تھا۔

چونکہ تم نے حلول کی گفتگو سے خدا کو حادث و ممکن موجودات کے صفات سے متصف کیا ہے، یقیناً تم اس خدا کو متغیر اور زائل پاؤ گے، کیونکہ جو متغیر اور زوال پذیر ہے، نتیجہ میں اسکو فنا ہوتا ہے۔

کیونکہ حلول کرنے والی چیزیں اور جس میں حلول کرتی ہیں، ان صفات (حدوث، زوال و فنا) سے متصف ہوتے ہیں یہ عوارض کس چیز کی ذات میں تبدیلی کو ظاہر کرتے ہیں۔

اگر تمہارا اعتقاد یہ ہو کہ حلول کرنا تغیر و تبدیلی کا سبب نہیں تو ضروری ہے کہ حرکت و سکون، سیاہ و سفید اور رنگارنگ ہونے کو بھی تغیر کا موجب نہ سمجھو اور ہر طرح کے عوارض و حالات تجویز کر کے مختلف ممکنات کے صفات سے پروردگار جہان کی توصیف کرو، نتیجہ میں خدا کو حادث و محدود و محتاج و ضعیف سمجھو اور تم کو اس سے کوئی اعتراض بھی نہیں ہونا چاہئے۔

انھوں نے کہا غور و فکر کے بعد ہم اس کا جواب دیں گے۔

غیر خدا کا سجدہ

پیغمبر اسلام نے دوسرے گروہ سے فرمایا: تم کہتے ہو کہ کچھ لوگوں نے پروردگار عالم کے سامنے اظہار خضوع اور عبادت کیا، ہم نے انکی صورتوں کو بت بنایا ہے اور اسی کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں لیکن تمہیں جاننا چاہئے کہ جب تم نے ان کے مقابل سجدہ اور عبادت کیا، اپنے چہروں کو خاک پر رکھا اور اس حد تک ان کے سامنے خضوع و خشوع کرتے ہو تو پروردگار کے سامنے کیسی اظہار بندگی اور کیسا خضوع و خشوع کرو گے؟ سجدہ کرنے خضوع کرنے اور خاک پر پیشانی رکھنے سے بڑھ کر کوئی عمل ہے؟

اس صورت میں ان بتوں کی تعظیم و تکریم اور پروردگار کی عظمت و بزرگی برابر نہیں ہو جائے گی؟ اگر تم بادشاہ کی ویسی تعظیم کرو جیسی اس کے نوکروں کی کرتے ہو تو کیا تم نے بادشاہ کی اہانت و تحقیر نہیں کی؟ کسی چھوٹے کو از لحاظ عزت واحترام کسی بزرگ کے مساوی قرار دینا شخص بزرگ کی توہین وذلت کا موجب نہیں ہے؟ سب نے کہا: ہاں ہر حال میں ایسا ہی ہوگا۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: جب تم بتوں کے سامنے ایسے خضوع و خشوع کرتے ہو اور پھر خدا کے سامنے بھی ایسی ہی بندگی و عبادت کرو تو کیا اس صورت میں تم نے پررودگار کی عظمت وجلالت کی اہانت نہیں کی؟ یہ لوگ بھی خاموش ہو گئے اور آپ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔

خانہ کعبہ کے مقابل عبادت کا مقصد

رسول اکرمؐ نے تیسرے گروہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

تم نے مسلمانوں کو اپنے اوپر قیاس کر لیا اور سمجھ لیا کہ خانہ کعبہ کے سامنے سجدہ کرنا بتوں کے سامنے سجدہ کرنے کی طرح ہے لیکن تم بیحد خطا و گمراہی میں ہو کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے ہم اس کے بندے ہیں ہر بندہ و مخلوق کا وظیفہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے خالق کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

ہاں! ہمیں اپنی رفتار و گفتار میں خدا کی خوشنودی و رضایت کا لحاظ کرنا چاہیے اور اسی کے ارادہ و مشیت کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ ہم کو پابند ہونا چاہیے اور اپنے اعمال کو فرمان الٰہی کی خصوصیات و شرائط کے ساتھ انجام دینا چاہیے، ہم حدود و وظائف مقررہ سے تجاوز نہیں کر سکتے اور اپنی فہم و تشخیص و خواہش سے وظائف مقررہ و تکالیف معینہ میں تصرف بھی نہیں کر سکتے۔

جب خداوند عالم کی جانب سے ہمارے لئے مخصوص وظیفہ مقرر ہو گیا تو اس وظیفہ کی انجام دہی اور اس کی خصوصیتوں اور قیدوں کو ترک نہیں کر سکتے کہ اسے دوسرے طریقہ سے بجالائیں کیونکہ جو عمل اپنی خصوصیت کے ساتھ مطلوب و پسندیدہ ہو ممکن ہے کہ دوسرے طریقہ کے ساتھ نہایت کراہیت و حرمت رکھتا ہو اور کسی طرح سے بھی اس فعل کی اجازت نہ ہو۔

ہم پروردگار جہان کے امر و نہی کی پیروی کرتے ہیں، چونکہ اس نے کہا ہے کہ ہنگام عبادت خانہ کعبہ کی طرف رخ کریں، لہذا ہم بھی اسکی فرمانبرداری میں اس کے حدود و حکم سے تجاوز و تعدی نہیں کرتے، لیکن تم نے اپنے خیال سے جناب آدمؑ کی صورت بنائی ہے اور اس شکل کے مقابل خضوع و عبادت کرتے ہو جبکہ خدا نے خود حضرت آدم کے سجدہ کا حکم دیا تھا نہ کہ ان کی صورت و ہیکل کا۔ اس سے زیادہ کہ سجدہ کا حکم ملائکہ کیلئے تھا

نہ کہ بنی آدم کی خاطر۔اس بیان سے تم کس طرح خدا کی رضایت وموافقت ثابت کرسکتے ہو اور کیسے اس کی اجازت کی تشخیص وتعیین کرسکتے ہو؟ جن صورتوں کو تم نے بنایا ہے کیا ان کا حضرت آدمؑ کے وجود سے مقایسہ وموازنہ کرسکتے ہو؟ تم نے کہاں سے اطمینان پیدا کرلیا کہ خدا تمہارے اس عمل سے ناراض نہیں ہے؟

رسول اسلامؐ نے مزید فرمایا:

اگر کسی شخص نے تم کو روز معین ایک مکان معین میں دعوت دی تو کیا اس کی دعوت قبول کرکے کسی دوسرے دن دوسرے گھر جاسکتے ہو؟ یا اگر کسی نے تم کو کوئی لباس یا غلام یا کوئی حیوان بخش دیا تو کیا ان کی جگہ پر اس کے کسی دوسرے لباس یا غلام یا حیوان میں تصرف کرکے اپنی ملکیت بنا سکتے ہو؟ بت پرستوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں کرسکتے، کیونکہ دوسری صورت وتقسیم میں ہمیں اجازت کا علم نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: پروردگار اور دوسروں کی حصول رضایت اور اجازت امتثال امر میں سے کسی کو مقدم رکھا جائے؟ آیا امور پروردگار میں بدون اجازت تصرف کرنا قبیح تر وبدتر ہے یا دوسروں کے امور میں جو کہ بندگان خدا ہیں؟

کیا پروردگار عالم کیطرف سے بتوں کو سجدہ کرنے کی تمہیں اجازت ہے؟

مشرکین نے کہا اس امر میں غور وفکر کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ان پچیس آدمیوں نے تین دن بعد رسولؐ کے پاس آکر دین مقدس اسلام قبول کیا اور اقرار کیا کہ ہم نے آپ جیسا محکم ومضبوط استدلال وگفتگو کرنے والا نہیں دیکھا تھا ہم آپ کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں پھر امامؑ نے حضرت علیؑ سے نقل فرمایا:

﴿الحمد اللّٰہ الذی خلق السّموات و الارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربهم یعدلون﴾ (سورۂ انعام آیت ۱)

سب تعریف اس خدا کیلئے ہے جس نے بہت سے آسمان وزمین خلق فرمایا اور اس میں مختلف قسم کی تاریکی وروشنی بنائی (اس کے باوجود) پھر کفار دوسروں کو اپنے پروردگار کے برابر کرتے ہیں۔

اس آیت کو خدانے دوسرے مذاہب کے باطل عقاید کی ردّ اوران کے بطلان کیلئے نازل کیا ہے،
پہلا جملہ مادیین کے عقیدہ کی ردّ کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ تمام موجودات قدیم وازلی ہیں دوسرا جملہ
(نور وظلمت) مانویین کے عقیدہ کو باطل کرتا ہے، جن کا کہنا ہے کہ مبداء جہان نور وظلمت ہیں، تیسرا جملہ
بت پرستوں کے اعتقاد کے بطلان پر دلالت کرتا ہے جو خداوند عالم کے مقابلہ میں دیگر موجودات کی
پرستش کر کے خالق دنیا واہل دنیا کی عبادت سے روگردانی کرتے ہیں۔

پھر خدانے ﴿قل هو الله احد ﴾ (سورۂ اخلاص) نازل کی، جوان افراد کے بطلان عقاید کی طرف
اشارہ کرتی ہے جو خدا کی ضد ومثل ونظیر کے قائل ہیں۔

رسول اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے کہا، کہو۔

﴿ایاک نعبد ﴾ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اوراس بات سے بیزار ودور ہیں کہ تمام اشیاء
قدیم وازلی ہیں، نور وظلمت دنیا کو چلاتے ہیں خدائے جہان شریک مثل رکھتا ہے بتوں کی عبادت کرنا
چاہئے۔

خدا فرماتا ہے: ﴿واقیموا الصلوة و آتوا الزكوة وما تقدموا لا نفسكم من خير تجدوه
عند الله ان الله بما تعملون بصير ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۰)

اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو کہ جو کچھ اپنے واسطے پہلے بھیج دوگے سب خدا کے یہاں مل جائے گا
خدا تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ بہشت میں سوائے یہود ونصاریٰ کوئی بھی نہیں داخل ہو سکتا یہ دعویٰ صرف ایک
خیال وآرزو ہے۔ اے رسولؐ آپ کہئے اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ، ہاں جس نے خالق کائنات کے سامنے
خضوع وسجدہ کیا اور نیک کام کئے ان کیلئے ان کے پروردگار کے پاس اجر وثواب ہے اور انھیں کوئی حزن وغم
نہیں ہوگا۔

مشرکین سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ جب یہود و مشرکین نے رسول خداؐ کو ملامت کیا اور انھیں اذیت دی تو کیا آنحضرتؐ نے ان سے مباحثہ و مناظرہ کیا تھا؟ میرے بابا نے فرمایا: ہاں! آنحضرتؐ نے بہت سے مقام پر مخالفین سے احتجاج ومجادلہ کیا ہے ان موقعوں میں سے ایک موقعہ یہ ہے۔

(سورۂ فرقان، آیت ۷) انھوں نے کہا یہ کیسا پیغمبرؐ ہے، غذا کھاتا ہے لوگوں کی مانند کوچہ و بازار میں چلتا ہے اس پر کوئی فرشتہ نازل ہونا چاہئے جو لوگوں کو ڈرانے میں اس کی مدد کرے یا اسے کوئی خزانہ دیا جاتا اور نہیں تو اس کے پاس باغ ہی ہوتا تاکہ وہ اس سے کھاتا پیتا اور ان لوگوں سے مومنین نے کہا تم ایسے کا اتباع کرتے ہو جو سحر زدہ ہے۔

(سورۂ زخرف، آیت ۳۱) ان لوگوں نے کہا یہ قرآن مکہ و طائف کے کسی ایسے شخص پر نازل ہوتا جو بڑے ہوتے یعنی جن کے پاس جاہ و مال اور شان وشوکت ہو۔

(سورۂ اسریٰ، آیت ۹۰) ان لوگوں نے کہا ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اس بے آب زمین سے پانی کا چشمہ نہ جاری کر دیں یا آپ کے پاس ایک ایسا باغ نہ ہو جس میں انگور و خرما کے درخت ہوں اور ان درختوں کے نیچے پانی کی نہریں جاری ہوں یا تھوڑا تھوڑا کاٹ کر آسمان کو زمین پر نہ لا دیں یا گروہ در گروہ ملائکہ کو ہمارے پاس حاضر نہ کر دیں، یا آپ کے پاس سونے کا گھر نہ ہو، یا آسمان پر جا کر ہمارے لئے کوئی کتاب لے کر نہ آؤ اپنی پیش نہاد اور گذارش کے اختتام پر انھوں نے کہا اگر آپ پیغمبرؐ ہیں تو ہماری درخواست ہے کہ آسمان کا ایک ٹکڑا یا بادل ہمارے اوپر نازل کرو جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کی درخواست کے سبب ان پر بجلی اور بادل کا ٹکڑا نازل کیا تھا۔

احتجاج کی وضاحت: ایک روز رسول اکرمؐ اپنے کچھ اصحاب کے ہمراہ نزد خانہ کعبہ بیٹھے ہوئے انھیں احکام خدا اور حقایق قرآن کی تعلیم دے رہے تھے، اس وقت قریش کے کچھ بزرگ ولید ابن مغیرہ عاص ابن ہشام، ابوجہل، عاص ابن وائل عبداللہ ابن حذیفہ اور دوسرے افراد نے جمع ہوکر کہا محمد ابن عبداللہ کے امور رائج اور زیادہ ہوگئے ہیں، ان کے امور نے وسعت اختیار کرلی ہے اس کی سرزنش وتوبیخ کا عزم مصمم کرلو اور مباحثہ ومناظرہ سے ان کی باتوں کو باطل وفاسد کردو، تاکہ اس کے دوستوں کے سامنے اس کے باطل وغلط عقائد روشن وواضح ہوجائیں، ہاں اگر وہ اپنے باطل عقیدہ اور اپنی ضلالت وگمراہی سے توبہ نہ کریں اور اپنی سرکشی، انحراف پر باقی رہیں تو ہم اپنی تلوار سے ان کے شرو برائی کو دور کریں گے۔ ابوجہل نے کہا اس سے مباحثہ کون کرے گا؟ عبداللہ ابن مخزومی نے کہا میں مقابلہ کیلئے حاضر ہوں، کیا اس کے برطرف کرنے کیلئے مجھے سزاوار وکافی نہیں سمجھتے؟ ابوجہل نے کہا بہت اچھا قریش متفق ہوکر رسول خداؐ کے پاس آئے، عبداللہ نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا تم نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور ایک عجیب وحشت ناک دعویٰ کرتے ہو تم کہتے ہو کہ میں رسول خداؐ ہوں، جو رسول خداؐ کی طرف سے بھیجا جائے اسے تمہاری طرح نہیں ہونا چاہئے کہ دوسروں کی طرح کھانا کھاتا ہو راستہ چلتا ہو کیونکہ بادشاہ روم یا سلطان فارس اگر اپنی طرف سے کسی نمائندہ کو معین کرتے ہیں تو ایسے کا انتخاب ہوتا ہے جو صاحب ثروت وملکیت اور مالک حشمت وشخصیت ہو اور غلام وخدمت گزار رکھتا ہو یہ بات طے ہے کہ پروردگار سلطان سلاطین اور تمام افراد بشر سے بلند وبرتر ہے اور ضروری ہے کہ وہ اپنے نمایندہ کے انتخاب میں بطریق اولیٰ واکمل ان امور کا لحاظ کرے۔

تم اگر نمایندہ خدا ہو تو تمہارے ہمراہ ایک فرشتہ کو ہونا چاہئے اور ہم اس فرشتہ کو دیکھیں کہ وہ تمام لوگوں کے حضور تمہاری تصدیق کرے بلکہ خدائی نمائندہ خود فرشتہ کو ہونا چاہئے نہ تمہارے جیسا ایک عادی ومعمولی انسان ہمارے عقیدہ میں تم بہت بڑے اشتباہ اور بڑی غلطی پر ہو بلکہ سحر زدہ ہو۔

رسول خداؐ نے فرمایا: تمہاری باتیں ختم ہوئیں؟ عبداللہ نے کہا نہیں، ہمارا کہنا ہے کہ اگر خدا اپنی طرف

سے کوئی پیغمبر بھیجنا چاہتا ہے تو یقیناً کسی ایسے کا انتخاب کرتا جو لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ عزت واحترام اور دولت وثروت رکھتا ہو، جو قرآن تم پر نازل ہوا ہے وہ مکہ کے بڑے آدمی ولید ابن مغیرہ یا طائف کے مرد بزرگ عروہ ابن مسعود ثقفی پر کیوں نہیں نازل ہوا؟

رسولِ اکرم نے فرمایا: اب بھی کوئی بات باقی ہے؟ عبداللہ نے کہا ہاں، میں کہتا ہوں کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، مگر یہ کہ تم مکہ کی سخت وسنگلاخ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کردو کیونکہ مکہ کے لوگ پانی کے سخت محتاج ہیں، یا اس بے آب وگیاہ زمین میں ایک سبز وشاداب باغ اُگا دو کہ جس میں کثرت سے درخت خرما اور انگور ہوں اور ان درختوں کے درمیان پانی کا خوشگوار چشمہ جاری ہو، تم خود اور ہم بھی اس کے پھل کھائیں یا آسمان کے ٹکڑے زمین پر گرادو (جیسا تم کہتے ہو کہ اگر وہ آسمان سے آتے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ بادل پراگندہ ہوگئے ہیں) تا کہ تمہارے قول کی سچائی معلوم ہو جائے یا خدا اور آسمان کے ملائکہ کا ہمیں دیدار کرادو یا تمہارے پاس کوئی سونے کا گھر ہو اور ہمیں اتنا دیدو کہ ہم بے نیاز ہو کر سرکشی کریں، جیسا تم کہتے ہو کہ جب انسان مستغنی ہو جاتا تو سرکش ہو جاتا ہے تا کہ تمہاری بات سچی ہو یا آسمان پر جا کر اپنے ہاتھ سے ایک کتاب لاؤ کہ اس میں لکھا ہوا ہو کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی ہے کہ تم میرے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور ان کی باتوں کی تصدیق کرو، ان تمام باتوں کے بعد اس نے کہا ان تمام علامات وآثار ومعجزات کے مشاہدہ کے بعد بھی ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اطمینان قلب پیدا ہو گا یا نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ سارے اعمال خوارق عادت باتیں جادو وشعبدہ کے ذریعہ انجام پائی ہوں۔

رسولِ خدا: کیا تمہاری باتیں ختم ہو گئیں؟ عبداللہ، ہاں اتنی باتیں کافی ہیں، اگر تمہارے پاس اس کا جواب ہو تو بیان کرو۔ رسول اکرمؐ پروردگارا! تو خود ان کی باتوں کو سن رہا ہے اور بندوں کے تمام ظاہری وباطنی امور سے آگاہ ہے تو بطور مصلحت ان مطالب کے جواب کیلئے کافی ہے اس وقت آیت نازل ہوئی:

﴿وقالوا مال هذا الرسول ياكل الطعام ويمشي في الا سواق لولا انزل اليه ملك

فیکون معه نذیرا ﴾ (سورۂ فرقان، آیت ۷) یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسولؑ ہے کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چکر بھی لگاتا ہے اور اس کے پاس کوئی ملک کیوں نہیں نازل کیا جاتا جو اس کے ساتھ مل کر عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ثابت ہو (بعد کی آیت کا ترجمہ) ان کی نادانی دیکھو کہ تمہارے لئے کیسی کیسی مثالیں دیتے ہیں انھوں نے مقام رسالت کو مقامات ظاہری و دنیوی سے مخلوط کر دیا ہے اور راہ حق وحقیقت سے گمراہ ہو گئے ہیں ان کی اس طرز فکر کے ساتھ راہ حق وسعادت کیطرف رہنمائی وہدایت نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا: وہ پروردگار بزرگ وبرتر ہے کہ جو اگر چاہے تو ان کی باتوں سے زیادہ اور ان کے مالی و دنیاوی خیالات وتصورات سے بیشتر تم کو بخش دے اور ایک باغ کے بجائے بہت سے باغ ومحل اور پانی کے چشمہ عنایت کر دے خدا کی قدرت وطاقت ومنزلت اس سے کہیں بزرگ وبرتر ہے۔

پھر رسولؑ خدا نے (سورۂ ہود آیت ۱۲) تلاوت کی،

ترجمہ: اے رسول گویا تم نے ہماری بعض وحی کو ترک کر دیا ہے اور ان کے قول سے متاثر ہو گئے ہو جن کا قول ہے کہ رسولؑ خدا خزانہ رکھتا ہو یا اس کے ہمراہ کوئی فرشتہ ہو لیکن تمہارا فریضہ صرف ابلاغ وانذار ہے اور خدا خود ہر چیز کا مراقب ومحافظ ہے۔

پھر (سورۂ انعام، آیت ۹) کی تلاوت فرمائی:

ترجمہ: وہ لوگ کہتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ ان پر ایک فرشتہ نازل ہوتا لیکن اس سے غافل ہیں کہ اگر فرشتہ ایسے نازل ہو کہ سب اس کو دیکھیں تو لوگوں کو اپنی دنیاوی اور مادی زندگی سے ہاتھ دھو لینا چاہئے کیونکہ اس جسمانی عنصر کے ساتھ ملک کا دیکھنا غیر ممکن ومحال ہے اگر فرشتہ نازل ہو تو اسے آدمی کی صورت اور جسمانی ہیکل میں ہونا چاہئے تا کہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں، اس حالت میں بھی لوگوں کیلئے شک وشبہ ہوگا جیسے کہ اس وقت شک شبہ میں گرفتار ہیں۔

﴿مالهذا الرسول یاکل الطعام﴾ یہ کیسا رسولؑ ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔

رسولؑ خدا نے فرمایا: تم کہتے ہو رسولؐ کو غذا نہیں کھانا چاہئے اگر غذا کھانا بطلان نبوت کی دلیل ہے

جان لو کہ نبی کا انتخاب خدا کے اختیار میں ہے، جیسا چاہتا ہے عمل کرتا ہے اور جیسی مصلحت دیکھتا ہے حکم دیتا ہے کسی کو اس کی حکومت میں اعتراض ومخالفت کا حق نہیں ہے بعض کو فقیر، بعض کو غنی، بعض کو عزیز ومحترم، بعض کو ذلیل وخوار، بعض کو صحیح وسالم، بعض کو مریض وبعض کو شریف اور رذیل قرار دیتا ہے اور بعض کو دوسرے صفات سے متصف کرتا ہے اس حالت میں نہ فقراء حق اعتراض رکھتے ہیں نہ اغنیاء نہ اشخاص نہ سالم افراد نہ مریض افراد شریف وعزیز نہ ذلیل خوار۔

جو شخص بھی حکم واختیار پروردگار کے سامنے زبان شکایت کھولے وہ یقیناً خدا کا مخالف ومعترض کہا جائے گا اور وہ احکام الٰہی ومقررات آسمانی کا منکر ہوگا کیونکہ خدا ان کے جواب میں کہے گا میں دنیا واہل دنیا کا بادشاہ ہوں، امور مملکت کی مصلحت تم سے بہتر جانتا ہوں اور افراد بشر میں سے جو جس کے لائق ہے وہ عطا کرتا ہوں میرے حکم وتقدیر کے مقابل سب کو مطیع وفرمانبردار ہونا چاہئے، پس جو بھی میرے حکم وفرمان کی اطاعت کرے وہ بندہ فرمانبردار اور مومن ہے اور جو مخالفت کرے وہ عاصی ومقصر ہے اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

پھر رسول خداؐ نے تلاوت فرمائی ﴿قل لو کان البحر مداد لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثلہ مددا﴾ (سورہ کہف، آیت ۱۰۹)

ترجمہ: میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں غذا کھاتا ہوں، میرا اور تمہارا پروردگار ایک ہے خدا نے مجھے نبوت اور وحی سے مخصوص کیا ہے جیسا کہ ہر فرد بشر کو ایک امر سے مختص کرتا ہے جیسے تم افراد غنی وصحیح اور اشخاص جمیل وشریف کے بارے میں حق اعتراض نہیں رکھتے ایسے ہی میری نبوت ورسالت کیلئے بھی ضروری ہے کہ تم مطیع وفرمانبردار ہو جاؤ۔

مقام نبوت اور جاہ وثروت

پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم کہتے ہو کہ سلطان روم وایران جب اپنی طرف سے کسی کو حاکم وگورنر معین کرتے ہیں تو ایسے کا انتخاب کرتے ہیں جو صاحب ملک ومال اور مالک جاہ وثروت ہو پروردگار عالم کو اس کی زیادہ رعایت کرنا چاہئے، اس بارے میں بھی تم ہوشیار ہو جاؤ!

خدا کے عمل پر تمہارا اعتراض بہت بڑی خطا ہے کیونکہ خدا خود عالم وصاحب اختیار ہے وہ اپنی تدبیر اور اپنے اعمال میں دوسروں کی فکر وموافقت کا محتاج نہیں ہے اور جیسا چاہتا ہے عمل کرتا، امور خدا کو دوسروں کے امور عادی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے علاوہ بعثت نبی کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو خدا پرستی اور حق کی جانب بلائے اور وہ شب وروز لوگوں کی تعلیم وتربیت اور ہدایت کی سعی وکوشش کرے، اگر نبی صاحب ثروت اور مالک جاہ وجلال ہو تو عام افراد اور فقراء کا اس سے استفادہ کرنا بہت سخت ومشکل ہوگا کیونکہ امیر وثروتمند ہمیشہ گھرے ہوئے محلوں اور مکانوں میں خادموں اور نوکروں کے سبب استفادہ کرنے والوں کی دسترس سے دور ہوتے ہیں نتیجہ میں اس کے اور لوگوں کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جائے گا۔

کیا اس صورت میں مقصد بعثت پورا ہو سکے گا؟ کیا مسئلہ تعلیم وتربیت موقوف نہیں ہو جائے گا؟ کیا نبوت کا معنوی وروحانی مقام شان وشوکت سے مخلوط ہو کر ضائع وبے اثر نہیں ہو جائے گا؟ اگر بادشاہ یا رئیس حکومت کا لوگوں سے فاصلہ ہو جائے، اور ان کے درمیان ارتباط وتعلق برقرار نہ ہو تو کیا امور مملکت فاسد وبرباد ہو جائیں گے، اور نظم وضبط وصلاح حکومت درہم وبرہم اور ظلم میں تبدیل ہو جائیں گے، نتیجہ میں عاجز ومجبور لوگوں کے حقوق ضائع وبرباد ہو کر رہ جائیں گے۔

دوسرے یہ کہ خدا میرے جیسے دولت وثروت اور طاقت وحکومت ظاہری نہ رکھنے والے بندہ کا انتخاب

کرتا ہے تاکہ تمہیں اپنی طاقت وقوت وعظمت سمجھائے کیونکہ پروردگار، اپنے رسول کی حمایت ونصرت کر کے اسے تمام دشمن اور مخالفین پر غلبہ دیتا ہے یہ بات خود میری نبوتؐ کی سچائی کی دلیل اور خدا کی عظمت وتوانائی وقدرت کیلئے برہان ہے کہ تم میرے کلمات وتعلیمات کے نفاذ کو نہیں روک سکتے اور مجھے قتل کرنے اور منع کرنے سے عاجز ہو اور میں بہت جلد خدائے قادر وقدرتمند کی مدد سے تم پر غالب ہو کر تمہارے شہروں کو اپنی حکومت اور اپنے قبضہ میں کرلوں گا اور میرے تمام مخالفین اور دشمنان مسلمین کے سامنے سر اطاعت خم کردیں گے ﴿ولو انزلنا ملکا لقضی الامر...﴾

جو تم یہ کہتے ہو کہ میرے ہمراہ ایک فرشتہ ہونا چاہئے جو کہ میری تصدیق کرے اور تم بھی اسے دیکھو بلکہ سزاوار یہ ہے کہ خود پیغمبرؐ ملائکہ میں سے ہو نہ کہ بشر سے، اس کے بارے میں تمہاری توجہ ضروری ہے کیونکہ فرشتے ہوا کی مانند ایک جسم لطیف رکھتے ہیں، جو قابل مشاہدہ نہیں، اگر تمہاری قوت دید ونظر بڑھا دی جائے اور ملائکہ کو دیکھو تو قہری طور پر بصورت انسان درک کرنا ہوگا تا کہ انسان وملائکہ کے درمیان انس ومحبت اور حسن تفاہم وارتباط کی صورت پیدا ہو جائے اس صورت میں بھی تم یقین کیسے کرو گے کہ وہ فرشتہ ہے۔انسان نہیں ہے؟ اس کے علاوہ اگر تم نے اس فرشتہ سے کوئی معجزہ دیکھا تو اس کے معجزہ ہونے کا تعین کیسے کرو گے کیونکہ اعجاز ومعجزہ محقق ہوگا جب دوسرے ملائکہ اس کے مثل پیش کرنے سے عاجز ہوں جیسے کہ بشر کے بارے میں اعجاز تب ہوگا جب دوسرے انسان اس کے مثل سے مجبور ہوں، چونکہ تم انسان کی فطرت اور طاقت سے باخبر ہو لہذا اگر انسان سے کوئی معجزہ ظاہر ہو تو اس کا تعین کرسکتے ہو لیکن ملائکہ کی نسبت ایسی خبر نہیں دے سکتے، کیونکہ ملک کی طبیعت وفطرت اور ان کی قوت کی کچھ بھی اطلاع نہیں رکھتے، اور دوسرے ملائکہ کے عجز کو بھی نہیں جانتے۔

پس اگر فرشتہ نبوتؐ کا دعویٰ کرے اور ایسا کام جو تمام انسان کو عاجز ومجبور کردے تو بھی کس طرح سے اس کے دعویٰ کی سچائی کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ پرندہ کا اڑنا معجزہ شمار نہیں ہوتا، اگرچہ تمام انسان اس عمل سے عاجز ومجبور ہیں۔

تم کو جان لینا چاہئے کہ بشر کا نبوت کیلئے انتخاب اس اعتبار سے ہے کہ تم اچھے طریقہ سے اس سے استفادہ کرسکو اور اس کی شناخت میں گرفتار زحمت و مشقت نہ ہو اور آسان و عادی طریقہ سے اس سے تمسک کر کے مذاکرہ و مکالمہ کرسکو۔

﴿ان تتبعون الا رجلا مسحورا﴾

تمہارا خیال ہے کہ میں ایک سحر زدہ آدمی ہوں یہ نہایت کمزور و پست بات ہے کیونکہ ابتدائی عمر سے آج تک مسلسل ایک طویل مدّت میں تمہارے درمیان رہا ہوں، اس مدّت میں تم نے میرے کردار و گفتار میں معمولی سی خطا ولغزش یا خیانت و ضعف و جھوٹ نہیں دیکھا ہے، تمہارا اعتراف ہے کہ میں مکمل و پاک عقل و خرد و فکر کا مالک ہوں، چالیس سال تک نہایت سچائی و امانت اور صحیح عمل کے ساتھ زندگی گذاری ہے، جو شخص چالیس سال تک اپنی قدرت و طاقت اور اپنے ارادہ یا پروردگار جہان کی توجہ و عنایت کے ذریعہ نہایت نظم و تدبیر اور درستی و امانت کے ساتھ زندگی بسر کر چکا ہے کیا وہ اس کے لائق ہے کہ اس کی نسبت ایسی باتیں کہی جائیں۔

خدا نے تمہاری غلط و نادرست باتوں کے جواب میں یہ فرمایا ہے:

اے رسولؐ دیکھو! یہ لوگ تمہارے بارے میں کیسی مثالیں اور کیسی باتیں کہتے ہیں یہ لوگ راہ انصاف و حقیقت سے بالکل منحرف ہوگئے ہیں اور اپنے اثبات دعویٰ کی خاطر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور انھوں نے راہ صواب و حق کو گم کر دیا ہے۔

﴿لولا هذا القرآن علیٰ...﴾

تم کہتے ہو کہ یہ کتاب آسمانی کتاب قرآن مشہور و معروف ولید بن مغیرہ مکی و عروہ طائفی جیسے لوگوں پر کیوں نہیں نازل ہوئی؟ تمہیں جان لینا چاہئے کہ جاہ و ثروت اور منصب پیش خدا حقیقت میں کوئی قیمت و اعتبار نہیں رکھتا، عہدہ، مال دنیوی کسی طرح بھی نزد خدا قابل توجہ نہیں اگر دنیاوی لذتیں و نعمتیں پروردگار جہان کی نگاہ میں مکھی کے پروں کے برابر بھی ارزش و قیمت رکھتیں تو ان کا ایک ذرہ و قطرہ بھی کافرین اور

اپنے مخالفین کو نہ عطا کرتا۔

جاننا چاہئے کہ تقدیر و تقسیم خدا کے دست با کفایت میں ہے، اس بارے میں کسی کو بھی تھوڑا سارائے دینے کا اختیار اور اعتراض و گلہ کا حق نہیں ہے، خدا اپنی نعمتوں و رحمتوں کو اپنے عمیق نظریہ اور اپنی صوابدید کے مطابق اپنے بندوں اور اپنی مخلوق کے درمیان تقسیم کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے اپنے نظریہ پر عمل کرتا ہے اور کسی کا کوئی خوف و ترس و لحاظ نہیں رکھتا۔

تم اپنے اقدامات و امور میں مختلف جہات کا لحاظ کرتے ہو، سوچتے ہو کہ تمہارا کوئی عمل مالی خسارہ و جانی نقصان کا سبب نہ ہو یا تمہاری شخصیت و ذات سے نہ ٹکرائے، کبھی کبھی تمہارے امور دوسروں کے مال منصب کی طمع کے اعتبار سے یا شہوانی محبت و ہوئی پرستی کے لحاظ سے ہوتے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر حقیقت و عدالت کے خلاف قدم اٹھتے ہیں، تو ہر حال میں لوگوں کی عظمت و کرامت اور ان کے مراتب کی تشخیص کی منزل میں اور دوسروں کی تعیین حدود و حقوق کے مقام پر غلط اور نادرست راستوں پر چل کر باطل و غیر صحیح اعمال کے مرتکب ہوتے ہو۔

لیکن خداوند عالم اپنے امور کو فقط از روئے حقیقت و عدالت انجام دیتا ہے، خوف و طمع اور خلافت، حقیقت و عدالت کا معمولی سا بھی اثر اس کے اعمال میں دکھائی نہیں دے گا۔ مال و منصب اور دنیوی شخصیت خدائے قادر کے اختیار و ارادہ کے مقابلہ میں ذرہ برابر تاثیر نہیں رکھتے، تم لوگ سطحی نگاہ کے اعتبار سے ثروتمند و منصب دار افراد کو مقام نبوت کیلئے زیادہ سزاوار سمجھتے ہو لیکن خدا اپنی رسالت کیلئے اس شخص کا انتخاب کرتا ہے جو فضائل اخلاقی و کمالات روحانی کا مالک ہو اور اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت گزاری و حقیقت پرستی کی منزل میں پائیدار و محکم اور ثابت قدم ہو۔

ظاہری و معنوی تمام نعمتیں اور خوشیاں پروردگار کی طرف سے ہیں اور اسی کے لطف و عنایت سے بھی، یہ بات معلوم ہے کہ خدا اپنے امور میں ہر طرح سے آزاد و صاحب مختار ہے، جب وہ کسی کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو اسے دوسری نعمت دینے پر مجبور نہیں ہے، در این صورت جب اس نے کسی کو مال و ثروت اور

دوسری نعمتیں عنایت کی ہیں تو اسی کو منصب رسالت، نعمت روحانیت اور عہدۂ ولایت عطا کرنے پر مجبور نہیں ہے جیسے اس نے کسی کو دولت دی ہے لیکن وہ جمال اور خوبصورتی سے محروم ہے اور دوسرے کو جمیل و خوبصورت پیدا کیا ہے، لیکن وہ محتاج ہے، کسی کو شرافت و بزرگی عطا کی ہے لیکن بعض ظاہری نعمتوں سے دور ہے کیا خوبصورت شخص مال وثروت کا دعویٰ کر کے اپنے فقر و غربت کا شکوہ کرسکتا ہے؟ یا ثروتمند انسان اپنے حسین و جمیل نہ ہونے کا گلہ کرسکتا ہے؟ کیا صحیح وسالم اور بزرگ انسان کہہ سکتا ہے کہ مجھے صاحب دولت و مالک نعمت ہونا چاہئے؟ کیا ایسے آدمی کا اعتراض خدا کی عدالت میں قابل قبول ہے؟ جو شخص کسی کا احسان مند ہو گیا وہ منعم و محسن کو دوسرے احسان اور دوسری نعمت پر مجبور کرسکتا ہے؟ جو بندہ مخلوق پروردگار کی نعمت و رحمت میں سراپا غرق ہو گیا ہو وہ خدائے تعالیٰ حکیم، عادل، قادر، بے نیاز اور مہربان کے مقابل اعتراض کیلئے زبان کھول سکتا ہے؟ اس مقام پر امام حسن عسکریؑ نے اضافہ کرتے ہوئے فرمایا:

رسول اکرمؐ کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا۔

﴿أهم يقسمون رحمة ربک نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة الدّنيا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتّخذ بعضهم بعضا سخريّا و رحمة ربک خير ممّا يجمعون﴾ (سورۂ زخرف، آیت ۳۲) ترجمہ: ان کا کہنا ہے، بہتر یہ تھا قرآن ان دونوں میں سے کسی ایک پر نازل ہوتا جو ہمارے درمیان بزرگ ومشہور ہیں کیا یہ لوگ رحمت وفضل خدا کو تقسیم کرتے ہیں تا کہ اپنے نظریہ وسلیقہ کو ظاہر کریں؟ ہم نے دنیاوی نعمتوں اور آرام دہ وسائل کو لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ظاہری مراتب ودرجات کے اعتبار سے ان کی طبقہ بندی کی ہے لوگ مقام حقیقت ودرجہ ءکمال وروحانیت سے غافل رہ کر ایک دوسرے کی تحقیر وتذلیل کرتے ہیں انھیں خبر نہیں کہ پروردگار کی عظیم ترین نعمت اس کی رحمت معنوی اور توجہ خاص ہے۔

خداوند عالم نے لوگوں کی ضروریات کیلئے اور احتیاج ونظام جہان کی تکمیل کی خاطر دنیاوی نعمتوں کو انسان کے درمیان متفاوت ومختلف طریقہ سے تقسیم کرتا ہے، کسی کو مال وثروت دیا ہے تو دوسرے کو علم

ومعرفت وحکمت اور کسی کو حکومت وریاست، اس اختلاف کے نتیجہ میں سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ایک دوسرے سے مربوط ہوگئے ہیں، ثروتمند عالم کے علم ودانش کا محتاج ہے، مرد حکیم صاحب دولت کے مال کا بادشاہ عالم کے علم وفکر وتدبیر کا فقیر غنی کا محتاج ہے اور غنی فقیر کی خدمت اور اس کے عمل کا کسی کو حق نہیں ہے کہ جو اسے نہیں ملا وہ اس کا گلہ وشکوہ اور اس پر اعتراض کر سکے۔

﴿حتیٰ تفجر الناس من الارض ینبوعا﴾

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تمہارا یہ قول کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ آپ اس سخت وسنگلاخ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کردیں، یہ تمہاری جہالت وغفلت کا متقاضی ہے کیونکہ چشمہ جاری کرنا اور سرزمین مکہ سے پانی نکالنا منصب رسالت کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ تم شہر طائف میں زمین وپانی اور باغ کے مالک ہو پھر بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتے اور تمہارے وہ دوست وآشنا جنھوں نے زحمتیں برداشت کیں، بہت سعی وکوشش کی، بہت سے باغ لگائے اور زمین سے پانی نکالے ہیں تمہاری تصدیق کے اعتبار سے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے، پانی کا جاری کرنا اور باغ وباغیچہ رکھنا ایک فطری اور معمولی کام ہے اگر میں ایسا کام کروں تو کسی طرح بھی میرے منصب رسالت پر دلالت نہیں کرے گا، یہ گذارش ایسے ہی ہے جیسے تم کہو کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ تم لوگوں کے درمیان دوسروں کی طرح راستہ چلو اور کھانا کھاؤ۔

اگر میں اپنے دعویٰ میں ایسے امر کو پیش کروں اور اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل بناؤں تو گویا میں نے لوگوں کو دھوکا دیا ہے اور ان کی کمزور افکار اور جہالت سے استفادہ کیا ہے سست دلائل پر اعتماد کیا ہے اور درحقیقت میں نے اپنے دعویٰ کے باطل ہونے کو ثابت کردیا ہے، مقام نبوت حیلہ وبہانہ اور فریب ودھوکہ سے پاک ودور ہے۔

﴿او تسقط السماء علینا کسفا﴾

تمہارا یہ کہنا کہ آسمان گھنے بادلوں کی صورت ہمارے سروں پر لاؤ! جان لو کہ آسمان کا نیچے آنا تمہاری ہلاکت ومرگ کا سبب ہے یہ مقصد رسالت وبعثت کے منافی ہے کیونکہ نبی کی بعثت کا مقصد لوگوں کو

سعادت وخوش بختی کیطرف رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کو ان آیات وحجت خدا کا دکھانا ہے جو پروردگار کے مقام جلال وجمال کا اظہار کرتی ہیں۔ معلوم ہے کہ حجت کا اظہار واقامہ برہان اور آیت خود پروردگار کے اختیار میں ہے، مخصوص حجت اور معین نشانی کے انتخاب کے بارے میں لوگوں کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ لوگ اپنی فہم کے مطابق اور شعور کے مقتضی اور اپنی ناقص تشخیص کے لحاظ سے پروردگار سے اس چیز کا تقاضا کریں جس کا انجام دینا افراد وجامعہ کے نظم وصلاح کے خلاف اور محال ہو بلکہ اس صورت میں ہر شخص اپنی ہوئی وہوس کے مطابق ایسے امور کا تقاضا کرے گا کہ ان امور کے بجالانے سے دنیا درہم وبرہم ہو جائے اور سارے کام از روئے ہوسرانی اور غلط میلانات سے چلنے لگیں او بسا اوقات ضد ونقیض سوالات اور تقاضے کو قبول کرنے پڑیں گے۔

پھر فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسا موقعہ دیکھا ہے کہ طبیب مریض کے علاج کے وقت ایسا نسخہ لکھے جو کہ مریض کے دلخواہ ہو؟ یا مدعی اپنے اثبات دعویٰ میں منکر کے معین شدہ دلائل کو بیان کرے؟ یہ مسلم ہے کہ اگر طبیب نظریہ مریض کی پیروی کرے تو اس بیمار کیلئے شفا وبہبودی تصور نہیں کی جاسکتی اگر اقامہ شاہد ودلیل میں مدعی کیلئے لازم کر دیا جائے کہ وہ اپنے مقابل کے نظریہ کی پیروی کرتے ہوئے اس کی درخواست کے مطابق دلیل وبرہان پیش کرے تو کمزور وبے چارہ افراد کے حقوق ضائع ہو جائیں گے اور راستگو ودرست کردار افراد اپنے اثبات دعویٰ وحق سے عاجز ومجبور ہو جائیں گے۔

﴿او تاتی باللّٰہ والملائکۃ قبیلا﴾

تمہارا قول کہ تمہیں خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر کرنا چاہیے تاکہ ہم انھیں دیکھیں یہ بات بہت کمزور وبے بنیاد اور محال ہے کیونکہ خداوند عالم مخلوقات کے صفات سے پاک ومنزہ ہے تم نے خدا کو اپنے بنائے بتوں پر قیاس کر لیا ہے جس کے سبب ایسی پیش نہاد کر رہے ہو تم جن اصنام کی پرستش کرتے ہو وہ سراپا کمزور وناقص ومحتاج ہیں اور دیکھنے، سننے، جاننے، سمجھنے اور احساس وادراک سے محروم ہیں لیکن خالق دنیا، خدا دانا وقوی سمیع وبصیر اور مدرک ومحیط ہے۔

تم طائف ومکہ میں زمین وباغ وملکیت رکھتے ہو، تو کیا تم نے ان کیلئے اپنی طرف سے عامل ومحافظ معین نہیں کیا ہے؟ عبداللہ مخزومی ہاں، ہاں میں نے معین کیا ہے۔

رسول اکرمؐ: اپنے املاک کے کاموں میں تم خود سیدھے مراجعہ کرتے ہو یا ان عاملین ومحافظین کے ذریعہ جنھیں تم نے معین کیا ہے؟

عبداللہ مخزومی، اپنے نصب شدہ عاملین کے وسیلہ سے۔

رسول اکرمؐ: جب تمہارے عمال کسی زمین کو کرایہ پر دیتے ہیں یا کسی جنس کو فروخت کرتے ہیں یا تمہاری ملکیت میں تصرف کرتے ہیں تو کیا دوسرے ان تصرفات واقدامات پر اعتراض کر سکتے ہیں اور کیا یہ کہنے کا حق ہے کہ ہمیں خود مخزومی سے بات کرنا چاہئے؟ ہم تمہارے عامل ہونے کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک کہ عبداللہ حاضر ہو کر تمہاری باتوں کی تصدیق نہ کر دے؟

عبداللہ! دوسرے ایسی باتیں نہیں کر سکتے، رسولؐ اکرم، تمہارے عامل کے ہاتھ میں کون سی علامت ونشانی ہونا ضروری ہے کہ وہ اس کی نمائندگی کی تصدیق کرے اور اس کے اقدامات نافذ کرے کیا ممکن ہے کہ کسی کے اختیار میں کوئی علامت نمائندگی نہ ہو اور وہ دعویٰ نمائندگی کرے اور لوگ اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں؟

عبداللہ: کچھ نشانی رکھنا ضروری ہے، رسول اکرمؐ، اگر لوگ ان باتوں کو نہ سمجھتے ہوتے تمہارے عامل سے درخواست کریں کہ وہ تم کو حاضر کرے تا کہ براہ راست تم سے گفتگو کریں اس صورت میں کیا تمہارا عامل تمہارے پاس آ کر لوگوں کی گذارش پہنچا سکتا ہے اور توقع رکھے کہ تم خود ان کے سامنے حاضر ہو گے؟ کیا کوئی عاقل نمائندہ ایسی باتوں کی پیش نہاد اپنے آقا ومولا سے کر سکتا ہے؟

عبداللہ: ہرگز نہیں بلکہ عامل کو اپنے مقررہ وظائف پر عمل کرنا چاہئے اور اسے اپنے مالک کو حکم دینے یا تکلیف وذمہ داری معین کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

رسول اکرمؐ: تم خدا اور اس کے رسول کیلئے اس امر کو کیوں نہیں تجویز کرتے جو اپنے اور اپنے عامل کی

خاطر معین کرتے ہو اور رسول خداؐ کیلئے وہ عمل کیوں ضرورت سمجھتے ہو جو اپنے نمائندہ کے لئے لازم نہیں جانتے؟ ہاں میں ایک رسولؐ سے زیادہ کچھ نہیں ہوں، تو کیسے اپنے مولا و مالک پروردگار جہان کیلئے کوئی امر لازم کروں اور کوئی ذمہ داری اس پر لادوں، حکم دینا وظیفہ رسالت کے خلاف ہے ان باتوں سے تمہارے سوالات کے جواب واضح و روشن ہو گئے۔

﴿او یکون لک بیت من زخرف﴾

تمہاری یہ گذارش کی میرے پاس ایک سونے کا گھر ہونا چاہئے بے بنیاد و غلط ہے کیونکہ صاحب ثروت ہونا اور سونا چاندی رکھنا منصب رسالت سے کوئی تعلق وارتباط نہیں رکھتا، کیا تم نے سنا ہے کہ بادشاہ مصر کے پاس سونے سے بھرا ہوا ایک گھر تھا؟ عبداللہ! ہاں۔

رسول اکرمؐ: کیا وہ اس سونے کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ عبداللہ! نہیں کر سکتا۔

رسول اکرمؐ: اس صورت میں میرا سونا رکھنا بھی کسی طرح سے میری نبوت اور دعویٰ کی سچائی پر دلیل نہیں ہو سکتا، میں حاضر نہیں ہوں کہ اپنے دعویٰ کے ثابت کرنے میں لوگوں کی جہالت و بے خبری سے استفادہ کر کے کمزور و ناقص دلائل پیش کروں۔

﴿او ترقیٰ فی السماء ولن نؤمن﴾

تمہارا قول کہ میں آسمان پر جا کر وہاں سے ایک کتاب لے آؤں، اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی طرح بھی ایمان لانے اور حق کو قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہو، اولاً تم کہتے ہو کہ صرف آسمان پر جانے سے ہم قانع نہیں ہوں گے، ایک کتاب بھی لانا چاہئے جبکہ آسمان پر جانا نیچے آنے سے زیادہ مشکل و دشوار ہے اور جب تم نے ظاہر کر دیا کہ صرف اوپر جانے سے ہم ایمان نہیں لائیں گے تو بطور مسلم کتاب نیچے لانے کے بعد بھی قبول نہیں کرو گے۔

ثانیاً: تم نے خود گفتگو کے انجام میں بیان کیا کہ ان نشانیوں کے بعد بھی ایمان لانا ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ پھر بھی تم کو اطمینان و ایمان حاصل نہ ہو، اس حالت میں سوائے عذاب و سختی اور گرفتاری آتش

جہنم کے کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ انکار وعداوت کا نتیجہ صرف بلا ومصیبت اور عذاب غیبی ہے۔

﴿ھل کنت الاّبشرا رسولا﴾

رسول اکرمؐ: پروردگار نے تمہاری ساری پیش نہاد کے جواب میں صرف ایک جملہ پر اکتفا کی ہے کہ فرماتا ہے: مخالفین سے کہو کہ خدا، مخلوقات کی صفات سے منزہ ومبرّہ ہے میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، پروردگار کی جانب سے مامور ہوں کہ لوگوں تک خدائی پیغامات پہنچادوں، علامت ونشانی وہی ہے جو اس خدا نے مجھے عطا فرمائی ہیں۔

ہاں! میں بشر ہوں میرے پاس ذاتی کوئی چیز نہیں ہے کسی عمل کے کرنے پر قادر نہیں ہوں، میں اپنے خدا کی جلالت کی عظمت وارادہ کے سامنے خاضع وتسلیم ہوں، اس کیلئے کوئی فریضہ وذمہ داری معین نہیں کرسکتا، اپنے احاطۂ ماموریت سے باہر نہیں جاسکتا جیسا حکم وحی ہوگا، ویسا کروں گا۔

میں اگر تمہاری باتوں کو سنوں تو بادشاہ کے اس نمائندہ کی مانند ہوگا جو اپنی ماموریت کے درمیان لوگوں کی جدید گزارشات واعتراضات کے مقابل بادشاہ کی طرف واپس ہوجائے تاکہ ان اعتراضات کو بادشاہ پر تحمیل کرکے اس کو مجبور کرے کہ وہ لوگوں کی خواہش کے مطابق عمل کرے جبکہ یہ عمل نہایت سادہ وجاہلانہ ہے۔

ابو جہل کی گفتگو

ابو جہل: ہم ایک بات کے علاوہ دوسری بات نہیں جانتے، جب حضرت موسیٰ کی قوم نے خدا کو دیکھنا چاہا تو کیا وہ بجلی کی چمک اور اس کے نزول سے نہیں جل گئے؟ جبکہ تم بھی موسیٰ کی طرح رسولؐ خدا ہو، اور ان کے مقابل ہو جو خدا کو دیکھنے کا تقاضا کرتے ہیں تم بھی ان پر بجلی گرادو، ہم تکرار کرتے ہیں کہ تم پر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ خدا اور ملائکہ کو ہمیں دکھادو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم نے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ نہیں سنا؟ جب وہ منزل ملکوت تک پہنچ گئے (ملکوتی وہ مقام روحانی ہے جس سے دنیاوی پردے ہٹ جاتے ہیں) اور خدا نے ان کی قوت باصرہ کو قوی کر دیا جس کے سبب وہ زمین پر لوگوں کے اعمال ظاہر و باطن سے مطلع ہو جاتے، انھوں نے اس وقت دو مرد، دو عورتوں کو زنا کرتے دیکھا انھوں نے بد دعا کی دونوں ہلاک ہو گئے، پھر دوسرے دو انسان کے اسی عمل قبیح کا مشاہدہ کیا ان کیلئے نفرین کی ہلاک ہو گئے، اس مرتبہ خدا نے ان کو وحی کی اے ابراہیمؑ! اب بد دعا سے اپنے کو روک لو میں پروردگار مہربان و حلیم اور بخشنے والا ہوں، جس طرح ان کی اطاعت، عبادت مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی ویسے ہی ان کے گناہوں اور خطاؤں سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوتا، تم کو میرے بندوں کیلئے نفرین نہیں کرنا چاہئے اور ان کی ہلاکت و مصیبت کا سوال بھی نہیں کرنا چاہئے۔

دوسروں کے مثل تم بھی میرے بندہ ہو، تمہارا کام احکام کا پہنچانا اور لوگوں کو میرے عذاب سے ڈرانا ہے بس دنیا کی حکومت و سلطنت میں میرا کوئی رفیق و شریک نہیں ہے، دنیا والوں کا ہر طرح کا اختیار میرے طاقتور ہاتھوں میں ہے۔

میرے گنہگار بندوں کی سرنوشت تین حالتوں سے باہر نہیں ہے یا میری بارگاہ میں واپس آ کر اپنی خطاؤں کی توبہ کرتا ہے، میں بھی اس کی توبہ قبول کر کے اس کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہوں اور ان کی لغزشوں

کو چھپا دیتا ہوں، یا ان کی آئندہ نسل اور مومن اولاد کی خاطر اپنے عذاب کو ان سے روک لیتا ہوں، کافر باپ اور مخالف ماؤں کو مہلت دیتا ہوں، تا کہ مومن اولاد ان کی نسل سے خارج ہو جائے یا اس دنیا میں نزول عذاب سے صرف نظر کر کے ان کو قیامت کے سخت آتش سوز عذاب کیلئے چھوڑ دیتا ہوں۔

بہر صورت میرا عذاب و غضب تمہارے قہر و نفرین سے زیادہ ہے کیونکہ میں خدائے قہار ہوں، میرا قہر میری جلالت و عظمت کے اندازہ کے مطابق ہے درعین حال اپنے بندوں کی صلاح و درستگی کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں، ہمیشہ بندوں کی خوش بختی چاہتے ہوئے ان کی ہدایت و خوش نصیبی کے وسائل فراہم کرتا ہوں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے ابو جہل تیری نسل سے پیدا ہونے والے بیٹے کی وجہ سے خدا نے اپنا عذاب تجھ سے روک رکھا ہے اور وہ بیٹا عکرمہ ہے، قریش کے تمام افراد بھی ایسے ہی ہیں کہ خدا نے انھیں ان کے آئندہ ایمان یا ان کی نسل کے باایمان لوگوں کے سبب مہلت دی ہے اور عذاب و بلا کو ان سے روکے رکھا ہے، پروردگار عالم اپنے بندوں کی نسبت مہربان و رحیم و حلیم ہے، ہمیشہ ان کی ہدایت و سعادت کا خواہاں ہے چھوٹی سی بھی رکاوٹ ان کی راہ سعادت میں نہیں پیدا کرتا۔

پھر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے اپنے سروں کے اوپر دیکھا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور آگ سیدھے ان کی طرف آرہی ہے اس طرح انھوں نے اپنے وجود میں آگ کی گرمی محسوس کی اور وہ سب اضطراب میں اور لرزاٹھے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: خوف زدہ نہ ہو تم آسمانی عذاب و بلا میں گرفتار نہیں ہوگے لیکن ضروری ہے کہ تم اپنے کو پہچانو اور اس ہولناک منظر سے پند و نصیحت حاصل کرو۔

پھر مشرکین نے دیکھا کہ اس آگ کے پیچھے سے ایک نور ظاہر ہوا، جس نے اس آگ پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جس نور کو تم نے دیکھا وہ فطری نورانیت و روحانیت ہے جو بہت جلد تمہاری نسل سے ظاہر ہوگی۔

رسول اکرمؐ کا مشرکین سے احتجاج

امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے کہ:

لوگوں نے امیر المومنینؑ سے پوچھا، کیا حضرت موسیٰ کے معجزہ کیطرح رسول خداؐ کے پاس بھی معجزات تھے؟ جیسے پہاڑوں کا بلند کرنا اور انھیں مخالفین کے سروں پر روکے رہنا۔

آپ نے فرمایا: ہاں، خدا کی قسم انبیاء گذشتہ کے معجزات میں سے ہر ایک سے بہتر معجزات رسولؐ کیلئے مخصوص ہیں، میں پہلا شخص ہوں جس نے ان کی دعوت نبوت کو قبول کیا اور ان کے سامنے خاضع و تسلیم ہوا کیونکہ روز دوشنبہ آنحضرت مبعوث بر رسالت ہوئے اور دوسرے دن میں نے اظہار اسلام کر کے ان کے پیچھے نماز پڑھی، سات سال تک ہمیشہ ان کے ساتھ رہ کر ان کی اقتدا کرتا رہا یہاں تک کہ اس مدت کے آخر میں تدریجاً کچھ لوگ ان کی دعوت قبول کر کے دین مقدس اسلام میں داخل ہوئے۔

ایک روز کچھ مشرکین نے آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر کہا آپ کا خیال ہے کہ آپ پروردگار عالم کیطرف سے اہل دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اور گذشتہ پیغمبروں سے بہتر ہیں جبکہ تمام انبیاء صاحب اعجاز تھے، حضرت نوح نے مخالفین کو پانی میں غرق کیا اور اپنے پیروکاروں کو کشتی کے ذریعہ نجات دی، حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے اور ان کو کچھ بھی ضرر و نقصان نہیں پہنچا، حضرت موسیٰ نے پہاڑ کو اپنی قوم کے سروں پر روک دیا جس کے سبب وہ ایمان لائے، حضرت عیسیٰ لوگوں کو ان کے گھر میں انجام دیئے ہوئے امور کی خبر دیتے، جماعت مشرکین اس وقت چار حصوں میں تقسیم ہوگئی اور ہر ایک نے انبیاء مذکورہ کا الگ الگ تقاضا کیا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میرا وظیفہ تبلیغ احکام و بیان حقایق اور لوگوں کو انذار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اپنے دعویٰ رسالت کے اثبات کیلئے قرآن مجید رکھتا ہوں، جو ایک عظیم نشانی اور بہت بڑا معجزہ ہے کہ جس

نے عرب وغیر عرب کو عاجز کر دیا ہے جبکہ یہ فصیح عربی زبان میں ہے تمام گروہ عرب اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں، لہذا میرے اثبات دعویٰ کیلئے قرآن مجید بہترین نشانی اور بہت بڑا معجزہ ہے۔

جب خدا کی جانب سے مجھے ایک معجزہ دیا جا چکا ہے تو لوگوں کی دلخواہی وہوا وہوس کے مطابق میں خدا سے دوسرے معجزوں کی درخواست نہیں کر سکتا اور اپنے اثبات دعویٰ کیلئے مخالفین ومنکرین کے معین شدہ راستہ پر نہیں چل سکتا، اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا خدا آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے اور فرمایا ہے: میں اس قوم کے تقاضا کے مطابق اپنی آیات اور اپنے معجزات ظاہر کرتا ہوں تا کہ ہر لحاظ سے اتمام حجت ہو جائے اور راہ حق آشکار ہو جائے اگر چہ یہ اپنے کفر وانکار پر باقی رہیں گے۔

پھر حکم دیا یہ چار گروہ شہر کے باہر چار طرف چلے جائیں اور جن معجزات کی درخواست کی ہے اس کا مشاہدہ کر کے رسول اکرمؐ کی جانب واپس آ جائیں۔

(یہ گروہ گیا اور معجزات دیکھ کر واپس آ گیا)

رسول اکرمؐ کے نام ابوجہل کا خط

جب رسول اکرمؐ نے شہر مدینہ کیطرف ہجرت کی تو ابوجہل نے آنحضرت کو ایک خط لکھا:

اے محمدؐ! تمہارے ذہنی خیالات وافکار نے شہر مکہ کو تم پر تنگ کر دیا ہے اور مدینہ کی جانب بھیج دیا ہے، یہ افکار مسلسل تم کو فساد و ہلاکت کیطرف لئے جا رہے ہیں اور مدینہ کے لوگوں کو بھی موت وفنا کے بیابان میں کھینچ رہے ہیں اور تم لوگ آتش دان میں جلو گے۔

میں دیکھ رہا ہوں، کہ تمہارے امور کی بازگشت وہاں تک پہنچ چکی ہے کہ قریش کے لوگ باہم اتحاد اور پوری قوت کے ساتھ تمہارے آثار کو محو و نابود کرنے کے لئے حرکت کر رہے ہیں اور تمہارے فتنہ وفساد کو بر طرف کر کے تمہارے عملی حساب کا تصفیہ کر رہے ہیں۔

میں بطور اتمام حجت کہتا ہوں کہ جو لوگ جان ومال کے خوف اور دولت ومنصب کی لالچ سے تمہارے اطراف جمع ہوئے ہیں اور تمہاری باتوں سے دھوکا کھا گئے ہیں ان سے تم مغرور نہ ہو اور متوجہ رہو کہ تمہارے حمایتی مختلف اغراض ومقاصد کے سبب تمہارے اردگرد اکٹھا ہوئے ہیں، ان کے پاس صحیح ایمان نہیں ہے، ابوجہل کے آدمی نے اسکا خط اس وقت پہنچایا جب رسول اکرمؐ مدینہ کے باہر مسلمانوں اور مشرکوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ابوجہل کا مقصد مسلمانوں کو ڈرانا اور اصحاب پیغمبرؐ و مدینہ کے لوگوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا تھا۔

رسول اکرمؐ: کیا ابوجہل کی باتیں اور اس کا فرمان ختم ہو گیا؟ قاصد ابوجہل، ہاں ہاں بس رسول اکرمؐ، ابوجہل مجھ کو موت، ہلاکت اور سختی سے ڈراتا ہے لیکن خداوند عالم مجھے نصرت وکامیابی اور غلبہ کا وعدہ دے رہا ہے۔ ہاں قول خدا حق اور صحیح ہے اور اس کے احکام واوامر کا قبول کرنا زیادہ سزاوار وضروری ہے پس قادر مطلق خدا کی نصرت اور اس کے فضل واحسان کے مقابل دوسروں کی عداوت ومخالفت اور دشمنی

ہرگز کوئی تاثیر نہیں رکھتی ہے۔

ابوجہل نے شیطان کی اوہامی باتیں کہی ہیں لیکن میں رحمان کی الہامی باتوں سے اس کا جواب دیتا ہوں کہ ۲۹ دن کے ہمارے اوران کے درمیان ایک جنگ ہوگی، اس جنگ میں خود ابوجہل اور قریش کے کچھ بڑے لوگ مانند شیبہ، عتبہ و ولید مقام بدر کے نزدیک قتل کیے جائیں گے، خصوصاً ابوجہل میرے ایک کمزور ترین صحابی کے ہاتھوں مارا جائے گا، قریش کے ستر (۷۰) افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوں گے اور دوسرے ستر افراد اسیر ہوں گے، پھر مشرکین کے فدیہ دینے سے، ان ستر (۷۰) لوگوں کو آزاد کروں گا۔

پھر رسول اکرمؐ نے جنگ بدر کی تفصیل اور مشرکین کے قتل ہونے کی وضاحت فرمائی، چونکہ وہ باتیں موضوع کتاب سے خارج ہیں ہم اسے چھوڑتے ہیں۔

یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

امام حسن عسکری سے منقول ہے: رسول اکرمؐ جب تک مکہ میں مقیم تھے، بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے پر مامور رہے اور تا امکان وہاں نماز پڑھتے، جہاں بیت المقدس اور کعبہ دونوں سامنے ہوتا جب مدینہ ہجرت فرمائی یہ عمل ناممکن ہو گیا کیونکہ خانہ کعبہ مدینہ کے جنوب میں اور بیت المقدس اس کے مغرب میں واقع ہے اس اعتبار سے دونوں جانب رخ کرنا ممکن نہیں تھا اور صرف بیت المقدس کی جانب چہرہ کرتے۔

شہر مدینہ میں ۱۷ مہینہ تک صرف بیت المقدس کی سمت عبادت کرتے اور کعبہ سے مڑے رہے جس کے سبب مدینہ کے یہودی فخر و مباہات کرنے لگے اور کہتے کہ محمد جدید آئین و دین کا دعویٰ کرتے ہیں در عین حال قبلہ میں ہماری پیروی کرتے ہوئے ہماری طرح عبادت انجام دیتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے جب یہ اعتراض سنا تو بیت المقدس کا قبلہ بنانا، آپ پر گراں گزرا، خانہ کعبہ کی جانب زیادہ میلان پیدا ہو گیا جب جبرئیل نازل ہوئے تو اس کا ان سے ذکر کیا، جبرئیل نے کہا آپ خدا سے دعا کیجئے تا کہ وہ قبول کر کے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی سمت تبدیل کر دے یقیناً آپ کا مقصد پورا ہوگا۔

آپ نے دعا کی جیسے ہی تمام ہوئی، جبرئیل نے آ کریہ آیت سنائی:

ترجمہ: ہم نے تمہارے غم و انتظار کو جان لیا ہے ہم تمہارے قبلہ کو دوسرے قبلہ میں تبدیل کرتے ہیں تا کہ تم راضی و خوش ہو جاؤ، اب اپنا رخ جانب کعبہ کر لو اس کے بعد ہمیشہ مسجد حرام کی طرف عبادت کرو۔

اس وقت یہودیوں نے کہا مسلمانوں کو کیسا حادثہ پیش آیا کہ اپنے پہلے سے منصرف ہو کر انھوں نے دوسرا قبلہ اختیار کر لیا ہے؟ ان کے انصراف کا سبب کیا ہے؟ خدا نے ان کے جواب میں فرمایا:

اے رسولؐ! کہہ دو کہ مشرق و مغرب سب خدا کی ملک ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے راہ حق کیطرف ہدایت کرتا ہے، مکان کی شرافت و بلندی خدا کے انتخاب و نظریہ سے وابستہ ہے ورنہ مکانات و مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے، وہ بندوں کے خیر و صلاح کو بہتر مشخص و معین کرتا ہے۔

قبلہ کے بارے میں یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

امام حسن عسکری سے منقول ہے کچھ یہودیوں نے رسولؐ اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ چودہ سال تک اپنی عبادتوں میں بیت المقدس کیطرف رخ کئے رہے اور پھر اس سے منصرف ہو کر خانہ کعبہ کی جانب عبادت کر رہے ہیں جو آپ نے ترک کیا وہ درست و حق تھا یا فاسد و باطل؟

اگر وہ حق تھا تو پھر دوسرا باطل ہے، اگر پہلے باطل تھا تو ہمیں کیسے اطمینان ہو کہ آپ کا دوسرا عمل قبلہ فعلی گذشتہ کیطرح باطل نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: دونوں اپنی جگہ پر حق ہے، بیت المقدس چودہ سال تک حق تھا اس کی مدت ختم ہونے کے بعد ہمارا وظیفہ یہ ہوا کہ اپنا قبلہ خانہ کعبہ کو بنائیں خدا فرماتا ہے کہ مشرق و مغرب کا مالک پروردگار عالم ہے جسے چاہتا ہے راہ حق کی ہدایت کرتا ہے۔ جب اپنے بندوں کی صلاح و خیر مغرب کی جانب عبادت کرنے میں دیکھتا ہے تو اس کا حکم دیتا ہے جب مصلحت اور خوبی مشرق کی طرف معین کرتا ہے تو ادھر کا حکم فرماتا ہے اگر مشرق و مغرب کے علاوہ دوسری سمت کی طرف معین کر دیتا ہے تو ممکن ہے کہ اس طرف عبادت و توجہ کا حکم جاری کرے، لہذا اس کی تدبیر و صوابدید کی مخالفت نہیں کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا: کیا تم روز دوشبہ اپنے کاموں کی تعطیل نہیں کرتے؟ اور دوسرے دن پھر کام نہیں کرتے؟ ان دونوں میں تمہارا کون سا عمل حق ہے؟ اگر ترک کرنا کار حق ہے تو تمہارے بقول ضروری ہے کہ دوسرے ہفتہ کے دیگر ایام میں مشغول کار رہونا باطل ہو یا برعکس یا ہر دو باطل یا ہر دو حق ہو، تم اس موضوع میں جیسا جواب دو ان چار طریقوں میں جو بھی اختیار کرو تمہارے اعتراض میں میرا جواب وہی ہوگا، انھوں نے کہا آخری قسم صحیح اور دونوں حق ہے، رسول اکرمؐ میں بھی کہتا ہوں کہ دونوں حق ہے بیت المقدس کا قبلہ ہونا اس وقت حق تھا اور خانہ کعبہ ہونا اس وقت حق ہے۔

یہودی! کیا تبدیل قبلہ کے وقت کوئی امر جدید یا نیا حادثہ پیش آیا کہ خدا نے اپنی سابقہ رائے ترک کر کے تم کو نیا حکم دیا؟ رسول اکرمؐ! ہرگز نہیں، خدا گذشتہ و آئندہ امور سے آگاہ و مطلع ہے اور ہر طرح کے اعمال خیر و صلاح انجام دینے پر قادر ہے اس سے کوئی خطا و اشتباہ نہیں ہوتا کہ اس کا تدارک و جبران کرے اس کی رائے و فکر میں تبدیلی نہیں ہوتی کہ برخلاف سابق رائے دے، اس کے مقصد کے مقابل کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی، ایسا بداء و حادثہ اس کے حق میں محال ہے۔

پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم مانتے ہو کہ خدا کسی کو مریض بناتا ہے پھر اسے شفا و عافیت دیتا ہے پھر کچھ دن بعد مریض ہوتا ہے؟ یا اس نے کسی کو زندہ کیا ہے اور حیات و ہستی کا لباس اسے پہناتا ہے پھر کچھ زمانہ کے بعد موت دیتا ہے کیا ان دونوں صورتوں میں خدا اپنے عمل سے پشیمان ہوا یا اس کیلئے کوئی بداء واقع ہوا؟

یہود: نہیں! رسول اکرمؐ: مسئلۂ قبلہ بھی ایسا ہی ہے ایک وقت بیت المقدس کیطرف عبادت کا حکم دیتا ہے دوسرے وقت میں خانہ کعبہ کو قبلہ بناتا ہے۔

مزید وضاحت: سردی کا موسم آتا ہے، ہوا سرد ہو جاتی ہے کچھ دن بعد فصل گرما آتی ہے، ہوا گرم ہو جاتی ہے اس حالت میں تمہاری ذمہ داری ہوتی ہے سرد ہوا سے اپنے کو بچاؤ اور لباس مخصوص پہنو اور گرمی میں بھی اپنی حفاظت کرو، ان دو حالتوں کو خدا بدلتا ہے کیا اس کیلئے کوئی اتفاق و حادثہ رونما ہوتا ہے؟

یہود نہیں، رسول اکرمؐ: قبلہ کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے خدا نے ایک میں بیت المقدس کو قبلہ بنایا دوسرے موسم میں خانہ کعبہ کو معین کیا، ہاں ہر ایک کا وقت اور مصلحت کی تشخیص اس کی صلاح و اقتضاء کے مطابق ہے، خداوند متعال از لحاظ وقت اور حکمت اپنے امور مملکت میں دوسروں سے زیادہ توجہ و احاطہ رکھتا ہے ہم کو ہر حال میں اس کے حکم و مصلحت کے سامنے دل و جان سے مطیع و فرمانبردار اور خاضع ہونا چاہئے۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مشرق و مغرب خدا کیلئے ہے جدھر بھی رخ کرو حاضر ہے اور جس جانب خدا نے حکم دیا ہے اگر اس طرف رخ کرو گویا اسی کی سمت متوجہ ہو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم بیمار شخص کی مانند ہو اور خداوند عالم تمہارا طبیب حاذق ہے، مریض کی خیر و صلاح اسی میں ہے کہ دستور پر عمل کرے اور اپنے خواہشات نفسانی و میلان شخصی کی پرواہ نہ کرے۔

امام حسن عسکریؑ کے ایک صحابی نے پوچھا: مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس کو کیوں بنایا گیا؟

امامؑ نے فرمایا: خدا نے اس آیت میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۳)

ہم نے بیت المقدس کو قبلہ اس لئے بنایا تھا کہ تبدیلی قبلہ کے وقت ہم جان لیں کہ رسول کا اتباع کرنے والا کون ہے، اور پیٹھ پھیر کر جانے والا کون ہے؟ دونوں کا امتیاز معلوم ہو جائے کیونکہ اہل مکہ و قریش کیلئے بیت المقدس کی جانب رخ کرنا بہت سخت و دشوار تھا۔ یہ ان کیلئے بہت بڑا امتحان تھا جیسے کہ مدینہ کے یہود و نصاریٰ کیلئے خانہ کعبہ کیجانب توجہ کرنا نہایت مشکل تھا، یہیں سے ان کی حقیقت پرستی و ہوس پرستی کا پتہ چل جاتا۔

یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

(جبرئیل کی وحی لانے کے بارے میں)

امام حسن عسکریؑ سے: جابر ابن عبداللہ انصاری، نقل کرتے ہیں:

عبداللہ ابن صوریا جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم اور علوم دین و توریت میں مہارت رکھتا تھا، پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ سے بہت کچھ پوچھا، اسے جواب مسکت مل گیا تو پھر اس نے کہا آپ کی باتیں درست و حق ہیں لیکن یہ بتائیں کہ تمام وحی آپ پر کس کے ذریعہ نازل ہوتی ہے؟

رسول اکرمؐ: حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے۔

ابن صوریا اگر کسی دوسرے فرشتہ میکائیل وغیرہ کے وسیلہ سے نازل ہوتی تو ہم ضرور ایمان لاتے، لیکن اب ہم ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ملائکہ کے درمیان جبرئیل انسانوں کا سخت دشمن ہے، اسی کے ذریعہ مصیبتیں و بلائیں نازل ہوتی ہیں۔

رسول اکرمؐ: تم جبرئیل کو کیوں دشمن رکھتے ہو؟

ابن صوریا، جبرئیل ہی کی وجہ سے قوم بنی اسرائیل پر بلا و مصیبت نازل ہوئی، حضرت دانیال کے ذریعہ بخت نصر کے قتل میں مانع ہوئے یہاں تک کہ اس کی حکومت بڑھ گئی اور اپنی قوت میں اضافہ کر کے اس نے بنی اسرائیل کو ہلاک کیا، ایسے ہی دوسرے مواقع برخلاف میکائیل جو کہ نزول رحمت و نعمت کا وسیلہ ہیں۔

رسول اکرمؐ: افسوس ہے کہ تو حقیقت امر اور معرفت عظمت پروردگار سے دور ہے جبرئیل و میکائیل دونوں مخلوق و محکوم و مامور ہیں، تمام حالات میں اپنے خالق کے فرمان و ارشاد کے سامنے مطیع و فرمانبردار رہنا چاہتے ہیں، اگر جبرئیل حکم خدا کی اطاعت کرتے ہیں تو کیا وہ گناہ و غلطی کرتے ہیں؟

کیاتم عزرائیل کودشمن رکھتے ہو؟ جبکہ عزرائیل اپنے وظیفہ کی ادائگی اور حکم خدا سے لوگوں کی روح قبض کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کرتے، جبرئیل وعزرائیل کسی سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے، تم ان بچوں کیطرح ہو جو کڑوی دوا پلانے اور امور تربیتی میں زبردستی کرنے کے سبب اپنے والدین سے دشمنی کرتے ہیں تم نے پروردگار عالم سے دشمنی کی ہے، اس کی حکمت ومصلحت کی مخالفت کی ہے اور اپنے اس عمل قبیح سے غفلت برتی ہے۔

جبرئیل ومیکائیل، دونوں خدا کے محبوب ہیں ملائکہ اور اس کے مقرب بارگاہ ہیں اور دونوں اس کے حکم کو انجام دیتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ دوسرے کے بغیر دوست رکھنا ممکن نہیں ہے اگر کوئی میکائیل کو دوست رکھتا ہے تو اسے جبرئیل کو بھی دوست رکھنا چاہئے۔

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں: جس طرح جبرئیل ومیکائیل دونوں بھائی، فرمانبردار اور ایک دوسرے کے مثل ہیں اسی طرح رسول اکرمؐ اور علی ابن ابیطالبؑ دونوں بھائی اور احکام خدا کے پابند ومطیع ہیں، ایک کا دوسرے کے بغیر دوست رکھنا اور اس سے محبت کرنا ممکن نہیں ہے، اگر کوئی دوسرے کے بغیر ایک سے محبت کرتا ہے تو وہ جھوٹا ومکار ہے اور خدا بھی اس سے بیزار ہے۔

یہود ونواصب سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

(جبرئیل وعلی ابن ابیطالب کے بارے)

امام حسنؑ عسکری فرماتے ہیں: یہودی جبرئیل ومیکائیل کے بارے میں اور ناصبی اہل بیت خصوصاً امام علیؑ کے بارے میں بری اور غیر مناسب باتیں کہتے تھے، آیت نازل ہوئی۔

﴿قل من کان عدو الجبریل فانه نزله علی قلبک باذن الله مصدقا لما بین یدیه وهدی وبشری للمومنین﴾ (سورۂ بقرہ آیت، ۹۷)

اے رسولؐ! جبرئیل کے دشمنوں سے کہہ دو کہ جبرئیل نے خدا کی جانب سے قرآن میرے قلب پر نازل کیا ہے جو گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مومنین کی ہدایت وسعادت کا وسیلہ ہے اور ان کے لئے بشارت ہے، جو خدا، جبرئیل ومیکائیل ملائکہ اور اس کے رسولوں کا دشمن ہے وہ جان لیں کہ خدا کافرین کا دشمن ہے۔

ناصبین کا اعتراض، رسولؐ اکرم ہمیشہ علی ابن ابیطالبؑ کے فضائل ومناقبت بیان کرتے اور اپنی فرمایشات کو اقوال جبرئیل سے منسوب کرتے ہے اور ان کی گفتار کو ارشاد خدا سمجھتے، پھر فرماتے کہ جبرئیل امام علیؑ کے داہنی جانب میکائیل ان کے بائیں جانب اسرافیل پیچھے اور عزرائیل آگے آگے چلتے ہیں جبرئیل علیؑ کے داہنی سمت ہونے کے سبب میکائیل پر فخر کرتے ہیں اور میکائیل بھی اسرافیل وعزرائیل پر مباہات کرتے ہیں جیسے کہ بادشاہوں کے داہنی جانب بیٹھنے والے ندیم ووزراء بائیں جانب والوں پر ناز کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ ملائکہ میں سے جو علیؑ کو زیادہ چاہتا ہے وہ دوسرے ملائکہ پر فضیلت وبرتری رکھتا ہے آسمانوں کے ملائکہ زیارت علیؑ کے بہت مشتاق رہتے ہیں جیسے کہ مہربان ماں اپنی نیک اولاد کی دیدار کا اشتیاق رکھتی ہے۔

یہ سن کر ناصب نے کہا کب تک رسولؐ علیؑ کے فضائل بیان کرتے رہیں گے؟ کب تک اخبار جب جبرئیل سے مطالب نقل کرتے رہیں گے؟ ہم خدا اور ان ملائکہ و جبرئیل و میکائیل سے تبرآو بیزاری کرتے ہیں جو صرف علیؑ ابن ابیطالب سے علاقہ ومحبت رکھتے ہیں اور ہم ان ملائکہ کو بھی نہیں مانتے جو رسولؐ اکرم کے بعد علیؑ کو دوسروں پر فوقیت دیتے ہیں۔

یہودیوں کی گفتگو! جب رسولؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو یہودی ایک مرد عالم عبداللہ ابن صوریا کو خدمت رسولؐ میں لائے اس نے آپ سے کچھ سوالات کیئے۔

ابن صوریا، آپ اپنے خواب کی خصوصیت بیان کیجئے کیونکہ ہم نے آخری رسولؐ کے خواب کے سلسلہ میں کچھ باتیں سنیں ہیں؟ رسولؐ اکرم از لحاظ چشم وقوت ظاہری سوتا ہوں لیکن میرا قلب بیدار رہتا ہے

ابن صوریا آپ نے صحیح فرمایا، یہ بتایئے کہ بچہ کی خلقت باپ سے ہے یا ماں سے؟

رسولؐ اکرم: بچہ کی ہڈی واعصاب ورگیں باپ کیطرف سے ہوتی ہیں اور گوشت، خون اور بال ماں کی جانب سے۔

ابن صوریا، بالکل صحیح فرمایا۔ بتایئے ایک بچہ اپنے چچا کے مشابہ ہوتا ہے اور اپنے ماموں سے معمولی سی بھی شباہت نہیں رکھتا دوسرا بچہ اپنے ماموں کے شبیہ ہوتا ہے چچا سے مشابہت نہیں رکھتا؟

رسولؐ اکرم: انعقاد نطفہ کے وقت مرد وزن میں جس کا مادہ دوسرے پر غالب ہوگا بچہ اس کے لوگوں کے مشابہ ہوگا۔

ابن صوریا، بالکل درست ہے، بتایئے بچہ ایک نطفہ سے کیوں پیدا ہوتا ہے اور دوسرے نطفہ سے کیوں نہیں؟

رسولؐ اکرم: اگر نطفہ گندہ وسرخ ہو تو وہ قابل تولید نہیں ہے اگر صاف وروشن ہو تو لائق تولید وتخم ہے۔

ابن صوریا، آپ کے خدا کے اوصاف کیا ہیں؟

رسول اکرمؐ: یہ آیات خدائے جہان کی صفات بیان کرتی ہیں۔

,,اے رسول کہہ دو کہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اس کا کوئی مثل ونظیر نہیں۔

ابن صوریا! صحیح ہے، دوسرا سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا جواب دیا تو ایمان لا کر تمام باتوں کو قبول کرلوں گا، بتائیں کہ آپ پر کس ملک کے وسیلہ سے وحی نازل ہوتی ہے؟

رسول اکرمؐ: جبرئیل کے ذریعہ، ابن صوریا، تمام ملائکہ میں ہمارا سب سے بڑا دشمن جبرئیل ہے اسی کے ذریعہ عذاب ومرگ اور مصیبت وجنگ کا نزول ہوتا ہے، میکائیل ہمارے واسطہ نعمت ومسرت اور رحمت کو لاتے ہیں اگر آپ کی وحی کا وسیلہ میکائیل ہوتے تو ہم آپ کی باتوں کی تصدیق کردیتے کیونکہ یہ ہمیشہ ہماری مملکت کی وسعت، بادشاہت کے دوام اور علت وحکومت کی بقا کا سبب رہے ہیں لیکن جبرئیل ہمیشہ ملوکیت، حکومت وملت کے فنا وزوال کے موجب بنے ہیں۔

سلمان فارسی وہاں موجود تھے آپ نے پوچھا جبرئیل کی عداوت ودشمنی کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

ابن صوریا، جبرئیل نے کئی مرتبہ ہم سے عداوت کی ہے خصوصاً جس موقعہ پر انھوں نے ہم کو سخت نقصان پہنچایا ہے وہ بخت کے تسلط کے بارے میں ہے جس کی شرح کچھ اس طرح ہے، خدا نے انبیاء، بنی اسرائیل پر وحی نازل کی کہ شہر بیت المقدس کو بخت نصر نام کے آدمی کے ذریعہ خراب اور ویران کردے گا۔

بزرگان بنی اسرائیل نے باہم مشورہ کرکے دانیال نام کے شخص کو منتخب کیا جو قوم کے محترم افراد میں تھے اور انھیں بخت نصر کے قتل کیلئے بھیجا۔

حضرت دانیال نے اپنے ساتھ بہت سا مال لیا اور اس کی تلاش میں شہر بابل کیطرف چل پڑے، اس کی جستجو میں تھے ہی کہ ایک کمزور وفقیر وعاجز بچہ دکھائی پڑا اور وہ اپنے مطلوب کو پا گئے، حضرت دانیال نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اگر یہ بچہ وہی ہے جس کی خدا نے خبر دی ہے تو تم اس پر نہ مسلط ہوسکتے ہو اور نہ ہی اس کو قتل کرسکتے ہو، اگر دوسرا بچہ ہے تو اسے قتل کرکے کوئی فائدہ نہ ہوگا، حضرت دانیال اس کے قتل سے باز آگئے اور بیت المقدس واپس آکر انھوں نے اپنی قوم سے سارا

قصہ ملاقات اور تمام حالات بیان کئے، پھر اسی لڑکے نے صاحب حکومت وقوت ہو کر شہر بیت المقدس کو ویران و برباد کیا اور بنی اسرائیل کو قتل اور اسیر وذلیل کیا۔

سلمان، یہی اعتقاد تمہاری ضلالت وگمراہی کا سبب ہوا ہے کیا قوم نے اپنے انبیاء وآسمانی کتاب کے ذریعہ جان نہیں لیا تھا کہ بخت نصر بیت المقدس کو خراب کرے گا؟ حضرت دانیال کے بھیجنے اور بخت نصر کے قتل سے ان کا مقصد قول خدا کی تکذیب اور خبر انبیاء کی رڈ کرنا تھا یا حکم ومشیت خدا پر غلبہ پیدا کرنا؟ تمہاری باتوں کے صحیح ہونے کی بناء کیا جبرئیل مشیت پروردگار وتقدیر الٰہی کی مخالفت کررہے تھے؟ اگر وہ برخلاف مقدرات خدا اقدام اٹھاتے تو وہ تمہارے نزدیک محبوب تھے؟

ابن صوریا! انھوں نے خروج بخت نصر کے بارے میں انبیاء سے سنا تھا لیکن خدا محو واثبات کرتا ہے۔

سلمان: اس صورت میں مطالب توریت پر یقین کر کے کیسے عمل کر سکتے ہو؟ ہو سکتا ہے خدا نے توریت کی بعض باتوں کو محو ومنسوخ کر دیا ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کی نبوت سے معزول کر دیا ہو، تم خدا کے وعد وعید اور ثواب وعقاب پر کیسے اطمینان رکھتے ہو؟ کیا احتمال نہیں ہے کہ خدا نے انھیں محو کر دیا ہو؟ تم جاہل ونادان محو واثبات خدا کے معنی ہی نہیں سمجھتے۔

پھر سلمان نے کہا: میرا اعتقاد ہے کہ دونوں خدا کے مقرب فرشتے اور اس کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ ان کے درمیان کوئی تفاوت نہیں، ہم تفاوت نہیں کر سکتے کہ ایک کو دوست رکھیں اور دوسرے کو دشمن رکھیں۔

رسول اکرمؐ کا یہودیوں سے احتجاج

(ان کی قساوت قلبی کے بارے میں)

جب یہودیوں نے اسلام کی حقانیت اور اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿واذ أخذنا میثقکم لاتسفکون دماء کم ولا تخرجون أنفسکم من دیارکم ثم أقررتم وأنتم تشھدون﴾ (سورۂ بقرہ، آیت ۸۴) آیات خدا کے دیکھنے اور سننے کے بعد بھی تمہارے دلوں میں قساوت باقی ہے اور پہاڑوں کے پتھروں کیطرح سخت ہو گئے ہیں بلکہ تمہارے دل ان سے زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھر شگافتہ ہوتا ہے اور اس سے پانی جاری ہوتا ہے لیکن آسمانی آیات تمہارے دلوں کو کسی طرح بھی نرم و خاضع اور شگافتہ نہیں کرتیں۔

یہود: ہم ہمیشہ خدا کی عبادت کرتے ہیں، فقراء و بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے ہیں، اعمال صالح انجام دیتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اس کے باوجود بھی آپ ہماری بدگوئی کرتے ہیں اور ہمارے دلوں کو سخت کہتے ہیں۔

رسول اکرمؐ: اعمال خیر و نیک کام اس وقت پسندیدہ و مطلوب ہے جب کہ ان میں ان باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

اول: قصد خالص و نیت پاک اور صاف ہو، اور وہ عمل صرف خدا کی خاطر انجام دیا جائے۔

دوم: مشیت خدا و حکم الٰہی کے مطابق ہو جو اعمال ریا و خودنمائی کے ارادہ سے یا ثروت و بزرگی و شرافت کے اظہار کیلئے یا شخصیت و منصب کے حصول کی خاطر یا رسولؐ اللہ اور اس کے حکم کی مخالفت میں انجام دیا جائے اس میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے اور وہ سراپا شر و فساد اور عذاب و بدبختی کا سبب ہے۔

یہود: ہم معتقد ہیں کہ ہمارا ایک اہم وظیفہ آپ کو راستے سے ہٹانے، آپ کی باتوں کو باطل کرنے، آپ کے دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور آپ کی شخصیت کے ختم کرنے کی سعی وکوشش کرنا ہے۔

امیدوار ہیں ہم اس طریقہ سے اجر جمیل وثواب عظیم حاصل کریں گے، ہمارے اعمال صالح وپسندیدہ ہیں کیونکہ آپ کے دعوی کو ختم کرنے میں کوشاں ہیں، تم کو ہم پر کوئی فضیلت و برتری نہیں ہے، جو ایسا دعویٰ کرے کیا اسے مخصوص فضائل اور کثیر امتیازات کا مالک نہیں ہونا چاہئے؟ آپ کو ہم پر کیا فضیلت ہے؟

رسول اکرم: تمہاری منطق درست ہے دعویٰ کرنا مدعی کی سچائی اور جھوٹ کی دلیل نہیں ہے۔ بہت سے ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو حیلہ وفریب کے ساتھ بہت جھوٹے دعویٰ کرتے ہیں، جو اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہے اسے خداوند متعال کی جانب سے شواہد علامات اور حجت رکھنا چاہئے تا کہ ان کے ذریعہ سے صادق وکاذب کے درمیان امتیاز ہو اور حق و باطل ایک دوسرے سے جدا ہو سکے اور درمیان سے اشتباہ واشکال اٹھایا جا سکے۔

میں اگر دعویٰ رسالت کرتا ہوں تو میرے اختیار میں صاف وروشن گواہ ودلائل ہیں، جو میرے دعویٰ کو بہترین طریقہ سے ثابت کرتا ہے اور مخالفین کے اعتراض کو بالکل برطرف کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ تم شواہد ودلیلوں کو بھی نہیں مانو گے اور ہدایت وحقیقت کے نزدیک بھی نہیں جاؤ گے، میری بات وہی ہے جو میں نے کہا تمہارے قلوب پہاڑوں کے بڑے پتھروں سے بھی زیادہ سخت وشدید ہو گئے ہیں، لیکن پھر بھی اتمام حجت کے طور پر کہہ رہا ہوں، کہ میرے اختیار میں وہ علامتیں اور نشانیاں ہیں جو میرے دعویٰ کیلئے آفتاب سے زیادہ روشن وواضح ہیں۔

یہود: انصاف کی بات کی ہے۔ آپ کی گفتگو کا تقاضا ہے کہ آپ کے دعویٰ کے پتھروں کو قبول کر لیا جائے اور آپ کی دعوت ونبوتؐ کو مان لیا جائے، جو ہمارے دلوں کو زیادہ نرم کر دیں۔ فی الحال ہماری درخواست ہے کہ آپ اس مطلب کو واضح اور اس موضوع کو صاف کیجئے؟ اس وقت باہم پہاڑ کی جانب چلتے ہیں، آپ ایک پتھر کو خطاب کیجئے وہ آپ کی نبوتؐ کی تصدیق کرے اور گواہی دے، آپ کا جواب

دینے اور آپ کے دعویٰ کی تصدیق کرنے اور آپ کے مقابل خضوع وخشوع کرنے کی صورت میں ہم آپ کی باتوں کو قبول کرلیں گے۔

رسول اکرمؐ: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

پھر ہم سب شہر مدینہ کے باہر گئے اور ایک بڑے پہاڑ کے پاس پہنچے، رسولؐ نے اس پہاڑ کو خطاب کرکے کہا:

بحق مقام ومنزلت محمد وآل محمدؐ کہ جن کے ذکر اسماء کے وسیلہ سے حاملین عرش پر اس کی گرانی آسان ہوگئی اور حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی، حضرت ادریسؑ مقام بلند پر فائز ہوگئے میرے امر کی گواہی دیں!

اسوقت پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی اور پہاڑ کے نیچے سے پانی جاری ہوا پھر ایک آواز بلند ہوئی، میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور یہ جماعت آپ کی حقیقت وصداقت کے مقابل جھوٹے اور انکار کرنے والے ہیں اور ان کے قلوب پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں اس کے بعد رسولؐ نے بہت سے معجزات و شواہد یہودیوں کے سامنے پیش کیے لیکن انھوں نے جتنا ہی دیکھا عداوت ومخالفت میں اتنا ہی بڑھتے گئے اور اپنے کفر وانکار وتردید میں پائدار ہوتے گئے۔

کیا رسول اسلامؐ افضل انبیاء ہیں؟

معمر ابن راشد نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر تیز و تند نگاہوں سے آپ کو دیکھنے لگا۔

رسول اکرمؐ: اے برادر یہودی کیا چاہتے ہو؟ یہودی: آپ کا درجہ بلند ہے یا موسیٰؑ ابن عمران کا؟ جبکہ خدا ان سے باتیں کرتا تھا، اس نے ان پر توریت جیسی کتاب نازل کی، وہ معجز نما عصا رکھتے تھے، انھوں نے دریا میں راستہ بنا دیا، آسمان کے بادل ان پر سایہ فگن ہوتے تھے۔

رسول اکرمؐ: انسان کو اپنی مدح و ثنا خود نہیں کرنا چاہئے لیکن حقیقت مطلب یہ ہے کہ جب حضرت آدم نے توبہ کا ارادہ کیا تو کہا، پروردگارا! تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ محمد و آل محمدؐ کے وسیلہ سے میری خطا معاف کر تو خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ جب حضرت نوحؑ کشتی کے ڈوبنے سے ڈرنے لگے تو کہا پروردگارا! محمد و آل محمدؐ کے وسیلہ سے مجھے اس خطرہ سے نجات دے، تب آپ کو نجات مل گئی۔ جب حضرت ابراہیم آگ کے قریب ہوئے تو کہا پروردگارا! بحق محمد و آل محمد مجھے اس جلانے والی آگ سے بچا لے، آگ ان کیلئے سرد و سالم بن گئی، جادوگروں سے مقابلہ کرتے ہوئے جناب موسیٰؑ اپنے عصا سے خوف زدہ ہوئے عرض کیا پروردگارا! بطفیل محمد و آل محمد اس عصا کے خوف و ہیبت سے مجھے محفوظ فرمایا، خطاب ہوا

,, لاتخف انت الاعلیٰ،، خائف و مضطرب نہ ہو تم غالب رہو گے۔

پھر فرمایا: اے مرد کلیمی (یہودی) اگر حضرت موسیٰ میرے ہمعصر ہوتے تو میری نبوتؐ کی ضرور تصدیق کرتے مجھے مان کر ایمان لاتے ورنہ ان کا ایمان اور ان کی نبوتؐ انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دیتی اے مرد کلیمی، میری ذریت میں ایک شخص مھدیؑ موعود ہے جب وہ خروج کرے گا حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر اس کی مدد کریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

یہودیوں سے رسولؐ خدا کا احتجاج

(دوسرے انبیاء سے آنحضرت کی فضیلت)

ابن عباس کہتے ہیں: چالیس یہودی متفق ہو کر رسولؐ خدا کے پاس آئے تا کہ ان سے بحث و مباحثہ کریں اور ان کی تکذیب اور توبیخ کریں۔

رسولؐ اکرم نے جب ان سے ملاقات کی تو عبداللہ ابن سلام جو ان کے درمیان سب سے بڑا عالم تھا، اس کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم سے مناظرہ کیلئے حاضر ہوں، میرے اور تمہارے درمیان تمہاری کتاب توریت قضاوت و فیصلہ کرے گی۔

یہودیوں نے موافقت کی، پھر انھوں نے آنحضرت سے کہا کہ آپ رسالت کا ادّعا کرتے ہیں اور رسالت کی نشانی وعلامت ہونا چاہیے جبکہ آپ میں انبیاء گذشتہ کے کوئی فضائل وآثار دکھائی نہیں دیتے، حضرت آدمؑ سب سے پہلے نبی ہیں ان میں کچھ امتیاز وخصوصیت پائی جاتی ہے کہ ان کو خدا نے اپنے دست قدرت سے بلاواسطہ پیدا کیا اور اپنی روح ان کے جسم میں پھونکی ہے۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا: حضرت آدمؑ میرے جد ہیں لیکن خدا نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے وہ حضرت آدمؑ سے بلند وبالا ہے، یہود جو آپ کے پاس ہے وہ کیا ہے؟ رسولؐ اکرم: دستور وحکم خدا کے مطابق مسلمانوں پر واجب ہے کہ پانچ مرتبہ اذان واقامت اور تشہد میں ذکر توحید بعد و شہادت،

,,اشھد ان لاالہ اللّٰہ ،اشھد انّ محمد رسول اللّٰہ،، بلافاصلہ میرے نام اور میرے منصب ورسالت کا اعلان کریں، میرے اوپر ایک لطف الٰہی یہ بھی ہے کہ روز قیامت خدا کا لواءحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، کیا جناب آدمؑ کا ایسا مقام ومرتبہ ہے؟

یہود! آپ نے درست فرمایا۔ توریت میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

رسول اکرمؐ: یہ ایک بات۔

یہود! حضرت موسیٰ آپ سے افضل تھے۔

رسول اکرمؐ: کس لحاظ اور کس دلیل سے؟

یہود! کیونکہ خدا نے ان سے چار ہزار کلمات سے گفتگو کی اور مسلسل ان سے ہمکلام رہا۔

رسول اکرمؐ: جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے وہ اس سے بہتر و بالا تر ہے۔ یہود! وہ کیا ہے؟

رسول اکرمؐ: خدا نے میرے بارے میں فرمایا ﴿سبحان الذی اسریٰ بعبده...﴾ آخر بزرگ و برتر وہ خدا ہے جو راتوں رات اپنے بندہ کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ میں جبرئیل کے بالوں پر سوار ہو کر ساتویں آسمان پر پہنچا وہاں سے گذر کر سدرۃ المنتھیٰ پر وارد ہوا، جہاں جنت الماویٰ ہے یہاں تک کہ میں نے ساق عرش کو پکڑ لیا، اس وقت ادھر سے آواز آئی:

انی انااللّٰه لااله الا اناالسلام المومن المهمين العزيزالجبار المتكبرالرؤف الرحيم میں خدائے جہان ہوں میرے علاوہ کوئی خدا نہیں میں سلامتی اور امن دینے والا، عزیز و جبّار، بزرگ مہربان و رحیم ہوں، اس وقت میں نے سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے خدا کا مشاہدہ کیا، کیا یہ منزل و منزلت حضرت موسیٰ کے مکالمہ و گفتگو سے بہتر نہیں ہے؟

یہود! آپ نے بالکل صحیح فرمایا، یہ بھی توریت میں لکھا ہوا ہے۔ رسولؐ خدا، یہ دوسری بات۔

یہود! حضرت نوحؑ آپ سے افضل ہیں، رسول اکرمؐ کس وجہ اور کس علت سے؟

یہود! اس وجہ سے کہ جب سیلاب نے تمام زمین کو گھیر لیا تو وہ کشتی پر سوار ہو گئے اور سیلاب کی تندی و سختی سے نجات پا گئے، پھر کوہ جودی پر کشتی سے اترے۔

رسول اکرمؐ: مجھ پر خدا کا لطف و کرم اس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہود! آپ پر کون سی مخصوص عنایت ہے؟

رسولؐ اکرم: خدا نے آسمان میں مجھے ایک ایسا چشمہ عطا کیا ہے جو زیر عرش جاری ہے جس کے ساحل پر ہزار ہزار قصر و محل ہیں جو سونے اور چاندی کے اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں، اس کے علف و گیاہ زعفران

کے ہیں اس کے سنگریزے یاقوت وموتی کے ہیں اس کی نہریں مشک سفید کی ہیں یہ وہ عنایات خدا ہیں جو میرے لئے اور میری امت کیلئے سب سے بڑھکر ہے۔

﴿انا اعطیناک الکوثر﴾ سے یہی مراد ہے۔

یہود! درست ہے۔ رسول اکرمؐ: یہ امر سوم۔

یہود! حضرت ابراہیمؑ آپ سے افضل وبرتر ہیں۔ رسول اکرمؐ کس وجہ اور کس سبب سے؟

یہود! کیونکہ خدا نے انھیں اپنا دوست وخلیل بنایا ہے۔ رسول خدا حضرت ابراہیم خلیل خدا ہیں اور میں حبیب خدا ہوں میرا نام محمد ہے۔

یہود! آپ کو اس نام سے کیوں موسوم کیا گیا اور اس کی خصوصیت کیا ہے؟

رسول اکرمؐ: یہ میرا نام خدا نے منتخب کیا ہے میرے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے کیوں کہ وہ محمود ہے (تعریف کیا ہوا) اور میں محمد ہوں اور میری امت حمد وتعریف کرنے والی ہے۔

یہود! صحیح فرمایا۔ آپ کی فضلیت زیادہ ہے۔ رسول اکرمؐ: یہ چوتھی بات۔

یہود! عیسیٰؑ آپ سے بزرگ وبرتر ہیں۔ رسول اکرمؐ کس علت سے؟

یہود! ایک دن جناب عیسیٰؑ بیت المقدس کے نزدیک ایک پہاڑ کے پاس تھے، شیاطین آپ کو آزار وتکلیف دینے کیلئے آئے، جبرئیل کو خدا کا حکم ہوا اپنے پروں سے شیاطین کو ہٹا کر آگ میں ڈال دو، انھوں نے اپنے پروں کی قوت سے انھیں دور کیا اور آگ میں ڈال دیا۔

رسول اکرمؐ: جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اس سے افضل ہے۔ یہود! کون سی خصوصیت اور امتیاز؟

رسول اکرمؐ: جب میں جنگ بدر سے شہر مدینہ میں داخل ہوا درانحالیکہ میں بہت بھوکا تھا اس وقت ایک زن یہودیہ اپنے سر پر ایک کاسہ رکھے ہوئے آئی جسمیں بکری کا بھنا ہوا بچہ تھا اور اس نے میرا استقبال کرتے ہوئے کہا میں اس خدا کی حمد کرتی ہوں جس نے آپ کو باصحت وعافیت رکھا اور دشمنوں پر فتح وغلبہ عنایت کیا ہے، میں نے خدا سے عہد کیا تھا اس جنگ سے سلامتی وکامیابی کے ساتھ واپس آئیں

گے تو اس بچہ کو ذبح کر کے پکاؤں گی اور وقت ورود مدینہ آپ کو کھلاؤں گی، میں اپنے اونٹ سے اترا اور میں نے اس غذا کیطرف ہاتھ بڑھایا وہ بھنا ہوا بچہ حرکت میں آیا اور گویا ہوا، اے محمد رسول اللہ! مجھے مت کھائیے، مجھ میں زہر ملایا گیا ہے، میں مسموم ہوں۔

یہود! آپ نے صحیح فرمایا۔ بہت بڑی بات، رسولؐ اکرم: یہ پانچویں بات۔

یہود! صرف ایک سوال باقی ہے کوئی دوسرا سوال نہیں۔ رسول اکرمؐ: پوچھو

یہود! سلیمانؑ پیغمبر آپ سے بہتر تھے کیونکہ شیاطین جن وانس وحوش وطیور اور ہواؤں پر حاکم تھے۔

رسول اکرمؐ: خدا نے میرے لئے براق کو مسخر کیا جو تمام دنیا سے بلند و برتر ہے۔ یہ بہشت کا ایک حیوان ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ کیطرح، قدم گھوڑوں کے قدموں کی مانند، دم گائے کے دم کی طرح اور ایک جثہ وجسم جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہے، اس کی زین یاقوت سرخ کی، رکاب سفید موتی کی اور اس کی ہزار لگام سونے کی ہے، اس کے دو پر ہیں جو یاقوت، موتی اور زبرجد سے مزین ہیں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے،

,,لا اله الاّ اللّٰه وحده لا شريک له انّ محمد رسول اللّٰه،،

یہود! آپ نے بالکل درست فرمایا، توریت میں یہی تحریر ہے۔

ہم آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

رسول اکرمؐ: حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کی تبلیغ میں مصروف رہے، اس مدت میں بہت کم لوگ ایمان لائے اور بہت کم مقدار میں لوگوں نے دعوت قبول کی، خدا ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ

﴿وما آمن معه الا قليل﴾

ان پر ایمان نہیں لائے مگر کم۔ میں بہت کم مدت کیلئے تبلیغ پر مامور ہوا ہوں پھر بھی مجھ پر بہت لوگ ایمان لائے اور میری دعوت قبول کی۔

جنت کیلئے ایک سو بیس صفیں تشکیل دی جائیں گی ان میں سے اسی (۸۰) صفیں صرف میری امت

اور میرے پیروکاروں کی ہوگی۔ میری آسمانی کتاب تمام گذشتہ آسمانی کتابوں کی ناسخ وشاہد ہے، میری شریعت سب سے جامع اور کامل شریعت ہے، اس آئین مقدس میں کچھ گذشتہ احکام تبدیل ہوئے ہیں، کچھ حلال کو حرام اور کچھ حرام کو حلال کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے روز شنبہ مچھلی کے شکار کو حرام کیا تھا اور سختی سے منع کیا تھا مگر کچھ لوگوں کی مخالفت کے سبب ان پر خدا کا قہر وغضب نازل ہوا وہ سب کے سب بندر بن گئے لیکن میری شریعت میں صرف یہی نہیں کہ اسکی حرمت کو اٹھالیا گیا ہو بلکہ اس کے جواز کا حکم بھی صادر ہوا، دریائی شکار تمہارے لئے حلال ہوگیا اس میں سے کھاؤ اور لذت اٹھاؤ۔

دین اسلام نے تمام چربیوں کو حلال کیا ہے جبکہ تم اس کے کھانے سے پرہیز کرتے ہو۔

خدا نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود وسلام بھیجا ہے۔

﴿انّ اللّٰه وملائکته یصلّون علیٰ النبی......﴾

مجھے رحمت ومہربان کی صفت سے یاد کیا ہے۔

ترجمہ: تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسولؐ بنا کر بھیجا جس کیلئے تمہاری مصیبت سخت ودشوار ہے اور تمہاری سعادت وخوش بختی کیلئے حریص ہے اور مومنین پر مہربان ورحم کرنے والا ہے۔ میرے احترام کی خاطر حکم دیا کہ مجھ سے بغیر صدقہ دیئے ہوئے کوئی کلام نہ کرے۔

ترجمہ: اے مومنین! جب میرے رسولؐ سے گفتگو کرنے کا ارادہ کرو تو اس سے پہلے تم پر صدقہ دینا لازم ہے، احسان کیا اور یہ دستور اٹھالیا گیا۔

کیا یہ خصوصیت وامتیاز گذشتہ انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔

رسول اکرمؐ سے یہودی کا دوسوال

ایک یہودی رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمدؐ میرے چند سوال ہیں، میں تقاضا کرتا ہوں کہ آپ ان کا جواب دیں؟

رسولؐ کے غلام ثوبان نے اس کے قدم ہلائے اور آہستہ سے کہا، یارسول اللہ کہو۔

یہودی نے غصہ میں کہا میں انھیں نہیں پکاروں گا مگر اسی نام سے جو خود ان کی قوم وقبیلہ میں لیا جاتا ہے۔ پھر آپ کی جانب رخ کر کے بولا قرآن میں نازل ہوا ہے کہ ایک دن آئے گا جب یہ زمین وآسمان دوسری زمین وآسمان میں تبدیل ہو جائیں گے، اس وقت لوگ کہاں رہیں گے؟

رسول اکرمؐ: لوگ میدان محشر میں پہنچنے سے پہلے ظلمت وتاریکی میں ہوں گے۔

یہودی! جنت میں داخل ہوتے وقت اہل بہشت کی پہلی خوارک کیا ہوگی؟

رسولؐ اکرم: بڑی مچھلی کا جگر۔ یہود! اس کے بعد کون سی چیز کھائیں گے؟

رسولؐ اکرم: بیل کا جگر۔ یہود! اس کے بعد کون سی شراب پئیں گے؟

رسول اکرمؐ: سلسبیل۔ یہودی! صحیح ہے، کیا اجازت ہے کہ انبیاء کے علم مخصوص کا سوال کروں؟

رسول اکرمؐ: کیا سوال ہے پوچھو؟ یہودی! بچہ کس سبب سے ماں باپ کے شبیہ ہوتا ہے؟

رسول اکرمؐ: مرد کا نطفہ زیادہ تر سفید وگاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا زردورکیک ہوتا ہے اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو تو حکم خدا سے جنین لڑکا ہوگا اگر بالعکس ہو تو جنین لڑکی ہوگی ماں باپ سے بچوں کی شباہت اسی طریقہ سے ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: پروردگار عالم کی قسم! یہ وہ علم ہے جو جبرئیل کے ذریعہ خدا نے مجھے عطا کیا ہے۔

غزوہ تبوک میں منافقین سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

امام عسکریؑ فرماتے ہیں: غزوہ تبوک میں جاتے وقت منافقین کے ایک گروہ نے طے کیا تھا کہ مقام عقبہ پر رات میں رسول اکرم کو قتل کردیں گے، کچھ دوسرے مدینہ میں باقی رہ گئے جنھوں نے حضرت علی کے قتل پر کمر باندھ لی تھی، خوش قسمتی کہ وہ اپنے اس مذموم ارادہ پر عمل نہ کرسکے۔

منافقین کے برے عزم اور بدنیتی کی وجہ سے حضرت علیؑ کے بارے میں رسولؐ کے فرمودات اور رسولؐ اسلام اور مخصوصاً حضرت علیؑ سے بغض وحسد نے انھیں (اس اقدام پر آمادہ کردیا تھا)

وضاحت: جب رسولؐ نے جنگ تبوک کا ارادہ کیا تو حکم خدا کے موجب فرمایا: میں لشکر اسلام کے ساتھ جاؤں اور علیؑ مدنیہ میں رہیں یا برعکس میں مدنیہ میں رہ جاؤں اور علیؑ جنگ کیلئے جائیں سب کو اس امر میں مطیع وفرمانبردار ہونا چاہیے، اطاعت گذار خدا کی جزاء کثیر وثواب جزیل کے مستحق ہوں گے۔ اسی سبب سے آنحضرت مدنیہ میں علیؑ ابن ابیطالب کو اپنا جانشین بنا کر لشکر اسلام کے ہمراہ چلے گئے، منافقین موقعہ غنیمت جان کر علیؑ پر طعنہ زن ہوئے کہ رسولؐ اسلام ان سے رنجیدہ ہوگئے ہیں ان کی ہمنشینی سے بیزار ہیں اسی لئے انھیں مدنیہ میں چھوڑ دیا اور اپنے ہمراہ نہیں لے گئے۔

حضرت علیؑ منافقین کے بیانات سے محزون ومغموم ہوئے اور مدنیہ کے باہر آنحضرت کے پاس پہنچے۔

رسولؐ اکرم: اے علیؑ! تم اپنے مرکز سے کیوں چلے آئے؟

علیؑ نے سارا ماجرا بیان کردیا۔

رسول اکرمؐ: ,,اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ،، کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ تم ہارون کے مثل میرے جانشین ہو تمہارے اور ہارون میں صرف تفاوت یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

پھر حضرت علیؑ مدینہ واپس ہوئے اسی درمیان منافقین نے علیؑ کے قتل کا نقشہ تیار کر لیا کہ انھوں نے راستہ میں ایک بہت بڑا گہرا گڑھا کھودا اور اس پر چٹائی و مٹی ڈال دیا تا کہ اس میں گر جائیں، یہاں بھی خدا نے حضرت علیؑ کی مدد و حفاظت کی اور ان کی سازش سے آپ کو آگاہ کیا جس سے آپ خطرہ سے بچ گئے اور خائنوں کی سازش بیکار ہوگئی۔

دس منافقین مدینہ میں رہ گئے تھے اور چودہ منافقین رسولؐ کیساتھ عازم سفر ہوئے ان کی ماموریت اپنے کئے ہوئے معاہدہ کے مطابق کوہ تبوک پر رسولؐ اسلام کو قتل کرنا تھی، جب رسول کوہ تبوک کے قریب پہنچے تو جبرئیل نے نازل ہو کر منافقین کے سوء قصد و معاہدہ سے رسول اکرمؐ کو آگاہ کیا اور آپ بھی ان کی سازش کے شر سے محفوظ و امان میں رہے۔

رسول اسلامؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور منافقین کے ارادہ سے مطلع کیا کہ کچھ لوگوں نے علیؑ کے راستہ میں مکاری سے گڈھا کھودا تھا خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کی سطح کو مضبوط و محکم کر دیا تا کہ علیؑ اور ان کے ساتھی بغیر کسی خطرہ و نقصان کے عبور کر جائیں، پھر علیؑ کے اشارہ سے اس گڈھے کو ظاہر کر کے لوگوں کو دکھایا گیا۔

علیؑ کے کچھ دوستوں نے درخواست کی یہ باتیں میرے پاس لکھی جائیں، علیؑ نے جواب دیا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کی حفاظت کی ہے اور اس کی خبر ہمارے خط سے پہلے پہنچ جاتی ہے۔

جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو منافقین آپس میں بات کرنے لگے ایک نے کہا مسلماً مدینہ سے کوئی قاصد آیا ہے جو علیؑ کی موت کی خبر لایا ہے، محمدؐ اپنی ذہانت و مہارت سے اس خبر کو چھپانا چاہتے ہیں تا کہ اصحاب و انصار کے قلوب کو سکون و ثابت رکھ سکیں اور ان کو اختلاف رائے اور اضطراب سے بچائیں، پھر متفق ہو کر رسولؐ کے پاس آئے اور اس حادثہ و خطرہ کے رفع ہونے سے خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور آپ کی جلب توجہ اور ان کے اطمینان و محبت کی خاطر کچھ گفتگو کی۔

منافقین نے پوچھا علیؑ ابن ابیطالب افضل ہیں یا ملائکہ؟

رسول اسلام نے فرمایا: ملائکہ کی فضیلت و برتری محمدؐ و علیؑ کی محبت و دوستی اور ان کی ولایت و منزلت کے قبول کرنے کی وجہ سے ہے بلکہ اگر علیؑ کا کوئی محب اپنے دل کا تزکیہ کر لے، گناہوں سے بچتا رہے اور اپنے کو ریاکاری و فریب سے محفوظ رکھے تو ملائکہ سے بلند و برتر ہو جائے گا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ ملائکہ کو آدمؑ کے سجدہ کرنے کا سبب ان کی خود بینی و خود پسندی تھی؟ کیونکہ وہ ایسا تصور کر رہے تھے کہ دنیا میں کوئی ایسی مخلوق نہیں پیدا ہو سکتی جو خدا کی جانشینی کے لائق ہو اور اپنے کو ہر علم دین فضیلت و معرفت ہر لحاظ سے بہتر و بالاتر سمجھتے تھے۔

یہی وہ خیال خام اور عقیدہ باطل تھا کہ پروردگار نے آدمؑ کو پیدا کیا اور تمام اسماء کی تعلیم دی پھر ان اسماء کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا وہ ان کی معرفت اور ان کے سمجھنے سے عاجز رہ گئے اس وقت خدا نے آدمؑ کو حکم دیا کہ ملائکہ کو اسماء کی تعلیم دیں۔

اس کے بعد خدا نے حضرت آدمؑ سے ان کی ذریت کو خلق کیا ان کی اولاد میں انبیاء و مرسلین اور خدا کے برگزیدہ بندے بھی ہیں اور رسولؐ خدا آل پاک اصحاب پاک اور میری امت کے صالحین ان انسانوں کے سردار ہیں۔

اس کے بعد خدا نے اس انسان کی فضیلت و برتری و شرافت ملائکہ کو سمجھائی کہ انسان سینکڑوں سخت مصائب و حوادث اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات و معاش کی زحمتوں، دشمنوں و ظالم بادشاہوں اور ستمگر حاکموں کے خوف و ترس، امراض و سختیوں میں استقامت جن و انس کے شیاطین کے فریب، اس کی مکاری و گمراہی کی مشقت اور دنیاوی زندگی کی پریشانیوں کے باوجود اپنی ہوئی و ہوس اور خواہشات نفسانی سے مقابلہ و مبارزہ کرتا ہے اور خدا کے احکام و اوامر کی اطاعت پر ثابت قدم رہتا ہے اور ہمیشہ اپنی فطری خواہشات حب نساء، حبّ لباس، حبّ شہرت، حبّ دنیا اور دوسری دنیاوی لذتوں کی چاہت کے مقابل جنگ و جہاد میں مصروف رہتا ہے اور اس کا رخ حق و حقیقت کی جانب ہی رہتا ہے اور خلوص نیت و صدق و صفا کے ساتھ علم و معرفت و قرب خدا اور منزلت کے حصول میں قدم بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

خدا نے فرمایا: اے گروہ ملائکہ! تم ان پریشانیوں مادّی رشتوں سے دور ہو جنسی خواہشات تم کو ناراحت نہیں کرتیں، خواہش طعام تمہیں ادھر ادھر نہیں کھینچتی، دشمنوں کی وحشت ودہشت تمہارے قلوب کو مضطرب نہیں کرتیں، شیطان اور اس کے ساتھی تم پر غالب نہیں ہو سکتے کہ دلوں میں وسوسہ پیدا کریں، تم سب محفوظ اور امان میں ہو۔ تم قلبی اضطراب، فکری کشمکش اور قلبی وحشت نہیں رکھتے، اس لئے عبادت خضوع وخشوع تمہارے لئے زیادہ سہل وآسان ہے۔

یہ ہے وہ چیز کہ اگر انسان اس حالت میں بھی مشغول عبادت اطاعت رہے اور ان مصائب وپریشانیوں کے ساتھ توجہ اور خلوص نیت کو برقرار رکھے، تو گویا اس نے بہت بڑا عمل انجام دیا ہے کہ جس کے انجام دینے سے ملائکہ وفرشتے عاجز ومجبور ہیں۔

جب خداوند متعال نے حضرت آدمؑ کے درجات وکمالات ملائکہ کو بتا دیئے، تب حکم دیا کہ آدمؑ کا سجدہ کرو، اسی روز صالح وبزرگ افراد خاص طور سے امت اسلامیہ کے اشخاص بالخصوص پیغمبرؐ اسلام علی ابن ابیطالبؑ ان کے اہل بیت اطہار آدمؑ کی صلب میں موجود جلوہ گر تھے گویا کہ سب کے سب ان کی پشت میں مکمل نظم وترتیب کے ساتھ صف آرا تھے، یہ سجدہ بظاہر حضرت آدمؑ کیلئے تھا حقیقت میں خداوند عالم کیلئے تھا اس مقام پر حضرت آدم قبلہ کی مانند تھے کہ لوگ عبادت خدا کے وقت جس کیطرف رخ کرتے ہیں، سجدہ صرف خدا کیلئے ہوتا ہے دوسروں اور مخلوق کیلئے جائز نہیں ہے اور کسی کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ مخلوق خدا کی ایسی شان وجلالت بیان کرے جیسی خدا کی کرنی چاہیئے۔

پھر اس کے بعد رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس بارے میں ابلیس نے خدا کی مخالفت ومعصیت کی چونکہ اس کی مخالفت تکبر وخودستائی کے سبب تھی لہذا قرب خدا سے نکال دیا گیا اور کافر ہو گیا۔

آدمؑ نے منع شدہ درخت کا پھل کھا کر نافرمانی کی لیکن ان کی نافرمانی غرور وخود پسندی کی وجہ سے نہ تھی اس لئے انھوں نے پشیمان ہو کر توبہ کی، خدا نے توبہ قبول کی اور اپنے لطف وکرم کا مستحق قرار دیا۔

رسول اکرمؐ اور کوہ تبوک کی گھاٹی

اس گفتگو کے بعد رسولؐ نے حکم دیا کہ لوگ کوچ کیلئے تیار ہو جائیں ضمناً کسی کو ندا کرنے کا حکم دیا کہ ہر ایک رسولؐ کے پیچھے چلے کوئی بھی آنحضرت کے آگے قدم نہ بڑھائے اور نہ پہاڑ کی گھاٹی پر قدم رکھے۔

اس وقت حذیفہ سے کہا تم پہاڑ کے دامن میں بیٹھ جاؤ اور دور سے رسول اکرمؐ سے پہلے پہاڑ کی گھاٹی میں جانے والے اشخاص پر نظر رکھو۔

حذیفہ نے کہا میں ان منافقین سے ڈرتا ہوں جنھوں نے مجھے دیکھا ہے اور میری نیت سے باخبر ہیں کہ مجھے قتل کر دیں، رسول اکرمؐ نے فرمایا! خدا تمہاری حفاظت کرے گا جب تم گھاٹی کے دامن میں پہنچو تو وہاں ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے بیٹھ جانا، منافقین اسی پتھر کے پاس سے گذریں گے۔

حذیفہ یمانی رسولؐ کے امتثال امر کی خاطر گھاٹی کیطرف گئے اور پتھر کے عقب میں بیٹھ گئے اور ان منافقین کو دیکھا جو رسولؐ کے قتل کے ارادہ سے پہلے آ کر اپنے سوء قصد و معاہدہ کے مطابق پہاڑ کے ایک طرف بیٹھ گئے تھے۔

حذیفہ ان منافقین کی آپس کی گفتگو سن کر رسولؐ خدا کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا آنحضرت کے سامنے بیان کر دیا۔

رسول اکرمؐ کی خداوند عالم نے امداد کی اور ان کے مکر و شر سے آپ کی حفاظت کر کے قتل رسولؐ کی سازش کو بے اثر کر دیا، آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے حذیفہ، عمار، و سلمان آپ کے محافظ تھے جب اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو منافقین نے ایک پتھر اوپر سے گرایا تا کہ آپ کا اونٹ بھڑک جائے اور گھاٹی کی طرف پھینک دے۔

پتھر نیچے گرا لیکن اس کی آواز سے اونٹ کی حالت میں کوئی تبدیل نہیں ہوئی اور آپ نے مکمل آرام

وعافیت کے ساتھ پہاڑ کے درّہ کو عبور کیا۔

رسولؐ اللہ نے عمار سے کہا پہاڑ کے اوپر جاؤ اور اپنے عصا سے ان کی سواریوں کے منہ پر مارو تا کہ وہ ان کو اس جگہ سے نیچے پھینک دیں۔

جناب عمار پہاڑ کے اوپر آئے اور ان کے اوپر حملہ کیا جس سے اونٹ بھڑک کر بھاگے اور سب گر گئے جس کے سبب کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پیر ٹوٹا اور سب شدید زخمی ہوئے۔

اسی لئے رسولؐ فرماتے ہیں: دوسروں کی بہ نسبت حذیفہ و علی ابن ابیطالبؑ منافقین کو زیادہ پہچانتے ہیں۔

روز غدیر رسول اکرمؐ کا احتجاج

(ولایت امیرالمومنینؑ کے بارے میں)

ابوجعفر مھدی مرعشی نے ابوعلی حسن ابن شیخ طوسی سے، انھوں نے اپنے آباواجداد سے، انھوں نے ایک جماعت سے، انھوں نے ہارون ابن موسیٰ سے، انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا زیارت خانہ کعبہ کیلئے آمادہ تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور خدا کی جانب سے سلام پہنچا کر کہا کہ خدا فرماتا ہے: میں نے سابق پیغمبروں میں سے کسی کو بھی اپنی بارگاہ میں واپس نہیں بلایا مگر اتمام حجت کے بعد تمہارے ذمہ دو چیزیں باقی ہیں وہ دونوں لوگوں تک پہنچا دو، ایک حکم حج دوسرے خلافت وولایت اور عام اعلان کردو اور ہر سفر حج کی استطاعت رکھنے والے کو بلا کر انھیں خانہ خدا کی زیارت کے اعمال و خصوصیت کی تعلیم دو۔

پھر رسول اکرمؐ نے کسی کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو سفر حج کی خبر دے اور مستطیع افراد کو حج کرنے اور اس بڑی عبادت کے ارکان واحکام کے سیکھنے کی دعوت دے۔

اس عمومی دعوت کے بعد مدینہ واطراف مدینہ کے ستر (۷۰) ہزار لوگ رسولؐ اسلام کے ہمراہ مکہ کی جانب چل پڑے اور سب نے آپ کے اعمال واحکام کی پیروی کی۔

مکہ ومدینہ کے راستوں کو طے کرتے وقت اس مجمع سے عجیب اور باشکوہ منظر ظاہر ہوگیا خصوصاً تمام پہاڑ درّہ اور بیابان ان کی آواز لبیک کے ہم راز وہم آواز ہوگئے۔

اس جمعیت کی تعداد حضرت موسیٰ ابن عمران کے ان اصحاب کی تعداد کے برابر تھی جن کے سامنے آپ نے حضرت ہارون کو اپنا وصی وخلیفہ معین کیا تھا اور انھوں نے حضرت موسیٰ کی غیبت میں ان کی بیعت توڑ کر سامری اور بچھڑے کی پیروی کی تھی۔

کچھ راستہ طے کیا تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے ابلاغ سلام کے بعد کہا کہ آپ کی رسالت کا زمانہ ختم ہونے والا ہے اور دنیاوی و مادی زندگی قریب اختتام ہے آپ اپنا وصی وخلیفہ معین کر کے میراث نبوت و آثار رسالت اس کے حوالہ کر دیجیے اور اپنے چچازاد بھائی علیؑ ابن ابیطالب کا تعارف کرا کے مخصوص علوم ومعارف ان کے سپرد کر دیجیے پھر اس جمعیت سے ان کی بیعت وعہد لے لیجیے۔

لوگوں کو جاننا چاہیے کہ زمین حجت خدا وولی خدا سے خالی نہیں رہ سکتی، خدا کی اطاعت اور اس کا امتثال امر اس کی حجت کی پیروی واطاعت کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ ولی خدا کی مخالفت اور نافرمانی خود خدا کی مخالفت ونافرمانی ہے جس نے اس کی بیعت شکنی کی، منزلت وفضیلت کا انکار کرلیا اور اس سے دشمنی کی وہ میرے امر وحکم سے سرپیچی کر کے کافر ومشرک ہوگیا اور اپنی جگہ دوزخ میں بنالی۔

چونکہ آنحضرت اپنی امت خصوصاً منافقین کیطرف سے خوف زدہ تھے اور ان کے کفر وارتداد سے بھی ڈرتے تھے علیؑ کی نسبت منافقین کے بغض وعداوت باطنی سے بھی باخبر ومطلع تھے جبرئیل کے ذریعہ خدا سے درخواست کی کہ خدا منافقین کے مکر وفریب اور ان کے شر ودشمنی سے ان کی حفاظت کرے۔

رسول اکرمؐ نے اس فریضہ کی ادائگی میں تاخیر کی یہاں تک مکہ کی واپسی میں مسجد خیف تک جو کہ میدان منیٰ میں ہے پہنچ گئے، وہاں جبرئیل دوبارہ نازل ہوئے اور علیؑ ابن ابیطالب کے متعلق وظیفہ کی تجدید وتکرار کی۔

پھر بھی آنحضرت نے مناسب نہیں سمجھا اور وہاں سے چل پڑے اور مکہ و مدینہ کے درمیان مقام کراع الغمیم پہنچے یہاں بھی جبرئیل امین تیسری مرتبہ نازل ہوکر موضوع خلافت کی یاددہانی کرائی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ لوگ میری تکذیب کریں گے اور علیؑ کے بارے میں میری باتوں کو قبول نہ کریں گے اور وہاں سے چل کر غدیر خم کے مقام پر پہنچے۔

یہاں جبرئیل دوپہر کے قریب نازل ہوکر آیہ بلغ کی تلاوت کی:

اے رسولؐ اس امر کو پہنچادیجیے جو آپ کے پروردگار کیطرف سے آپ پر نازل کیا جاچکا ہے اگر آپ

نے یہ نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اس مرتبہ رسول اکرمؐ نے حکم پروردگار کی انجام دہی کا مکمل ارادہ کرلیا اور حکم دیا کہ آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلاؤ اور پیچھے والوں کو آنے دو، تمام لوگوں کو غدیر خم کے میدان (مسجد غدیر) کے نزدیک جمع کیا اور اپنے خطبہ و اپنی تعریف و توصیف کے مقدمات کو فراہم کیا۔

اس جگہ بہت سے درخت تھے رسول اکرمؐ نے اس کے نیچے صاف کرنے اور ایک منبر بنانے کا حکم دیا پھر منبر کی اتنی بلندی پر گئے کہ سارا مجمع دکھائی پڑ رہا تھا جب آگے و پیچھے والے سب جمع ہو گئے تو آپ نے پیغام الٰہی اور اپنے طولانی و شیرین خطبہ کا آغاز کیا۔

غدیر خم میں رسول اکرمؐ کا خطبہ

تمام حمد وثناء کے لائق وہ پروردگار جو کوئی شریک ونظیر نہیں رکھتا، بے نیاز واکیلا ہے اس کی سلطنت وحکومت تمام کائنات پر محیط ہے اس کا علم ساری موجودات کو گھیرے ہوئے ہے سب اس کی قدرت، طاقت کے سامنے خاضع وخاشع ہیں، وہی تمام عالم کا محبوب ومحمود ہے وہ زمین وآسمان کا خالق اور روح وملائکہ وجہان کا پروردگار ہے، تمام اشیاء اس کے بے انتہا فضل واحسان اور رحمت ونیکی میں غرق ہیں وہ کریم وحلیم اور ناظر ومہربان ہے وہ گنہگاروں کے عذاب وانتقام میں جلدی نہیں کرتا، بندوں کے اسرار ورموز اس پر پوشیدہ نہیں، لوگوں کے افکار وخیال ونیت اس کے نزدیک ظاہر وروشن ہیں۔ عاجزی وکمزوری اور محتاجی وکمی اس تک نہیں پہنچ سکتی، اس کی کبریائی، ذات وصفات کی حقیقت کی معرفت اور اس کے ادراک سے لوگوں کی عقلیں عاجز وقاصر ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار کی بزرگی وپاکیزگی نے طبقات دہر کو گھیر رکھا ہے اس کے مقدس نور نے جہان کو گھیر رکھا ہے، خدا وہ ہے جو بغیر کسی شریک ومشاور اور مددگار کے اپنے احکام امور کو جاری کرتا ہے وہ پروردگار بغیر تصور نقشہ کشی اور سابقہ تدبیر کے اپنی مشیت کو ایجاد کرتا ہے جسے چاہتا ہے، لباس وجود پہناتا ہے، معمولی سی زحمت وپریشانی بھی کائنات کی خلقت اور اس کے وجود کے بارے میں اسے دکھانی نہیں پڑتی، اس کے کام محکم ومنظم ہیں، کمترین خلل وسستی اور ظلم وجور اس کے اعمال میں نہیں ہوتے، کریم ومہربان خدا ہے سب کی بازگشت اسی کیطرف ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں اس کی قدرت وعظمت کے سامنے تمام اشیاء سرنگوں ہیں، چاند سورج، فلک وملک سب کے سب اس کی قدرت کے سامنے مسخر ہیں تخلیق وتکوین کے اوراق وصفحات ہمیشہ اس کے قوی دست قدرت سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، نتیجہ میں رات ودن فقر وغنا، خوشی وغمی، سردی وگرمی اور محتا

رنگ ظاہر ہوتے ہیں کوئی بھی مخالف ودشمن اس کی حکومت مطلقہ کے مقابلہ میں خودنمائی ومداخلت نہیں کرسکتا، وہ ستمگروں، ظالموں کو نابود وذلیل کرتا ہے اور مکار، فریب کار اور منافق کے چہرے کو سیاہ کرتا ہے،
ترجمہ آیت: وہ اکیلا و بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، اس کے برابر کوئی بھی نہیں، خیر اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، بندوں کے سوال ودعوت کو قبول کرتا ہے نیکو کاروں کو توفیق دیتا ہے، ہمیشہ پرہیزگاروں کا محافظ ونگہبان ہے۔ میں ہر حال میں اس کی حمد کرتا ہوں چاہے سرور وغم ہو چاہے عافیت وتکلیف اس پر اور اس کے انبیاء وملائکہ پر ایمان رکھتا ہوں، ہمیشہ اس کے احکام کا اطاعت گذار اور اس کی قضا وقدر پر راضی ہوں، وہ میرا قوی پروردگار اور میں اس کا ضعیف بندہ ہوں، اس کی رحمت واطاعت کی جانب سبقت کرنے والا اور اس کے غضب وعذاب سے گریزاں ہوں، میں اعتراف کرتا ہوں کہ کوئی بھی اس کے ارادہ میں مانع ورکاوٹ نہیں ہوسکتا۔

امّا بعد: میرے پروردگار کی جانب سے مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ: اے رسولؐ وہ چیز لوگوں تک پہنچادو، جو تمہارے پروردگار کیطرف سے تم پر نازل کی جاچکی ہے اگر تم نے یہ نہ کیا تو کوئی بھی کار رسالت انجام نہیں دیا خدا آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اے لوگوں! گواہ رہنا کہ خدائی پیغام پہنچانے میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے جان لو کہ اس سفر میں جبرئیل میرے پاس تین دفعہ آئے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب کے سامنے اس کے پیغام کو پہنچادوں اور اپنے چچازاد بھائی علی ابن ابیطالب کو اپنا وصی وخلیفہ معین کردوں۔

آگاہ ہوجاؤ کہ میرے بعد علی ابن ابیطالب خلیفہ وامام ہیں، وہ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ خدا اور رسولؐ کے بعد وہی تمارا مولا وولی ہے، پھر آیت ولایت کی تلاوت کی وہ علی ابن ابیطالب ہیں جس نے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی وہ ہر حال میں خدا کیطرف متوجہ ہیں اور اپنے ہر اعمال وامور میں خدا کو نگاہ میں رکھتے ہیں یہ بھی جان لو کہ جب پہلی دفعہ علی ابن ابیطالب کی معرفی کا حکم ہوا تو میں نے جبرئیل سے امر کی معافی چاہی کیونکہ بہت سے لوگوں کو پہچانتا ہوں جو حقیقت اسلام

وایمان سے دور ہیں اور ابھی ان کے دلوں میں اطمینان ونور ایمان راسخ نہیں ہوا ہے آیت وہ اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اسے بہت آسان سمجھتے ہیں درانحالیکہ خدا کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے

(سورۂ فتح، آیت ۱۱) انھیں میں سے کچھ لوگ بہت سی باتیں میرے پیچھے کہتے ہیں میں ان میں سے ہر ایک کا نام بتا سکتا ہوں اور ان کی تفصیل وکامل خصوصیت کا بھی ذکر کرسکتا ہوں، لیکن میرے لئے یہ مناسب وشایستہ نہیں ہے میں ہمیشہ تمہاری عزت وشرافت اور بزرگی وبلندی چاہتا ہوں۔

لیکن خدا نے مجھے بڑی سختی سے فرماتا ہے ﴿وان لم تفعل...﴾، اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا اور اپنے حتمی وضروری وظیفہ کو انجام نہیں دیا۔

پس جان لو کہ خدا نے علیؑ ابن ابیطالب کو تمہارا ولی وامام بنایا ہے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری تمام انصار ومہاجرین، تابعین، حاضر وغایب، عرب وعجم، کوچک وبزرگ اور غلام وآزاد سب پر فرض، واجب کی ہے خدا اپنی رحمت ومغفرت اس کے شامل حال کرے گا جو اس کی منزلت کی تصدیق کرے اور اس کی اطاعت وپیروی کرے خدا کا عذاب اور اس کی لعنت اس شخص کیلئے مخصوص ہے جو علیؑ کی مخالفت ودشمنی کرے اور اسے نہ مان کر دل میں اس سے عداوت رکھے۔

اے گروہ مردم: اس مقام پر تمہارے ساتھ آخری اجتماع اور آخری گفتگو ہو رہی ہے آج میں نے تمام احکام دین اور سب حلال وحرام بیان کردیا ہے جو کچھ خدا نے مجھے بتایا تھا تمہارے سامنے پیش کردیا، اس کے بعد اوامر خدا واحکام دینی کو اپنی زندگی کی سرمشق بنالو، اپنے تمام امور میں خدائے جہان کو نظر میں رکھو، جان لو پہلی منزل میں تمہارا ولی اللہ اور دوسری منزل میں اس کا رسولؐ اور میرے بعد علیؑ ابن ابیطالب اور ان کے بعد انھیں کی اولاد پاک وذریت طاہرہ سے تمہارے اولیاء ہیں۔

یاایھا الناس: خداوند عالم نے تمام علوم ومعارف مجھے عطا فرمائے ہیں اور میں نے وہ سب کچھ علیؑ کو تعلیم کردیا ہے اس سے ہرگز دور نہ ہونا، اس کی ولایت ودوستی سے دست بردار نہ ہونا وہ تمہیں ہمیشہ دین

کیجانب ہدایت کرتا ہے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہے باطل راستوں سے منحرف ہو کر ان راستوں سے منع کرتا ہے وہ راہ حق میں دوسروں کی ملامت و مخالفت اور لوگوں کی مذمت سے متاثر و متزلزل نہیں ہوتا، وہ پہلا شخص ہے جو خدائے قادر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور اپنی جان پیغمبر خداؐ اور راہ حق کی خاطر قربان کی، وہ پیغمبر خداؐ کے ساتھ عبادت پروردگار میں مشغول تھا در انحالیکہ تم میں سے کسی نے بھی اسلام و ایمان کو قبول نہیں کیا تھا۔

ایھا الناس! علیؑ کو محترم و بزرگ شمار کرو کہ خدا نے اسے فضیلت و کرامت عطا کی ہے اسی کی جانب متوجہ رہو کہ خدا نے اسے اس منصب کیلئے معین کیا ہے جو بھی اس کی ولایت و منزلت کا منکر ہوا، خدا کی رحمت و مغفرت اس پر نازل نہ ہوگی، اگر تم نے اس کی مخالفت کی گویا تم نے عذاب خدا اور دہکتی ہوئی آگ کو آمادہ کر لیا ہے۔

ایھا الناس! تمام انبیاء و مرسلین گذشتہ نے میری نبوت و رسالت کی خبر دی ہے، میں خاتم انبیاء و مرسلین ہوں، میں تمام اہل آسمان و زمین پر خدا کی حجت ہوں اگر کسی نے بھی میری رسالت میں تردّد اور میرے اقوال میں شک کیا تو وہ کافر ہو گیا اور دوزخ کا مستحق بن گیا۔

یہ وہ فضیلت و نعمت ہے خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے، میں ہمیشہ اس کی حمد و سپاس کرتا ہوں اور اس کے احسان و انعام کا شکر کرتا ہوں۔

ایھا الناس! علیؑ کو دوسروں پر فضیلت و برتری دو! وہ میرے بعد مردوں و عورتوں کے درمیان افضل و برتر ہیں۔ ہمارے ہی وسیلہ سے نعمت و رحمت خدا کی لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو ہماری رفتار و گفتار کی مخالفت کرے گا یقیناً اس پر پروردگار عالم کی لعنت اور اس کا عذاب و غضب ہوگا، جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے، خدا فرماتا ہے جو بھی علیؑ کی دشمنی و مخالفت کرے وہ ملعون و مغضوب ہے اور میری رحمت سے دور ہے، تم آئندہ کو فراموش نہ کرو اور دوبارہ خطا و لغزش کرنے سے بچو۔

آیت کا ترجمہ: ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے آخرت کیلئے کیا بھیجا ہے پس خدا کی مخالفت کرنے

میں اسی سے ڈرو کہ ثابت قدمی کے بعد پھر تزلزل نہ پیدا ہو جائے۔

ایھا الناس! علی ابن ابیطالب جنب اللہ ہیں اور وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔

﴿ان تقول نفس یا حسرتیٰ علیٰ ما فرّطت فی جنب اللہ﴾

کہیں تم میں سے کوئی یہ نہ کہنے لگے!! ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے قرب خدا کے بارے میں کی ہیں۔ تم اس دن کے بارے میں سوچو! کہ تم واحسرتاہ کہنے لگو، ان کوتاہیوں و زیادتیوں پر جو جنب اللہ کے بارے میں تم نے کی ہیں۔

ایھا الناس! قرآن کتاب خدا ہے تم اس کے کلمات و آیات پر خوب غور و فکر، اس کے حقایق و مطالب کو سمجھو، قرآن کے محکمات پر ہمیشہ نظر رکھو، جو آیات و کلمات از لحاظ معنی مشتبہ ہیں اور صریح و واضح مفہوم معنی نہیں رکھتے ان کی اتباع نہ کرنا، کوئی شخص بھی قرآن کے حقایق و دقایق کو بیان و روشن نہیں کر سکتا سوائے اس علیؑ کے جو میرا بھائی اور وصی ہے میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو بھی مجھے اپنا مولا مانتا ہے علیؑ بھی اس کے مولاؑ ہیں۔

(ایّھا الناس) علیؑ ابن ابیطالب اور اس کی اولاد طاہرہ ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے مؤید و موافق ہوں گے، ایک دوسرے سے جدا بھی نہ ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔

آگاہ ہو جاؤ! علیؑ اور ان کی اولاد پاک زمین پر خدا کے امین اور صاحبان حکمت ہیں۔

اے لوگو! تم گواہ رہو اور اے زمین و آسمان تم بھی گواہ رہنا کہ میں نے خدا کے حکم و فرمان کو پہنچا دیا، جس پر مامور تھا انجام دیدیا، جو جانتا تھا سب کے کانوں تک پہنچا دیا اور حقیقت کو بھی روشن کر دیا آگاہ ہو جاؤ! خدا کی جانب سے کہہ رہا ہوں کہ سوائے علیؑ ابن ابیطالب کے کوئی بھی منصب خلافت و امارت کے لائق نہیں ہے، میرے بعد کسی کو بھی حق نہیں کہ وہ علیؑ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو لقب امیر المومنینؑ سے خطاب کرے، پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر علیؑ کے بازوؤں کو تھاما اور اتنا بلند کیا کہ علیؑ کے پیر رسولؐ اللہ کے

زانوؤں کے برابر آ گئے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! یہ علیؑ ہے، یہ جو میرا بھائی میرا خلیفہ اور میرا وصی ہے، میرے علوم کا مخزن و محافظ ہے، یہ کتاب خدا کی تفسیر پر مسلط اور اس کی جانب دعوت دینے والا ہے ان پر عامل ہے جو پروردگار کی خوشنودی و رضایت کا سبب ہے، وہ دشمنان خدا کا مخالف، معصیت خدا سے روکنے والا، امیر المومنین اور مسلمانوں کا امام و پیشوا ہے، پروردگارا! تو اسے دوست رکھ، جو علیؑ کو دوست رکھے، اسے دشمن رکھے، جو علیؑ کو دشمن رکھے، اس پر لعنت اس منزلت و فضیلت کا انکار کرے اور اس پر غضب ناک ہو جو اس کے حق کو پائمال کرے۔

ایھا الناس! خدا نے اپنی شریعت علیؑ کی امامت کے ذریعہ مکمل کی ہے اگر کوئی اس کی اور اس کی ذریت کی پیروی نہ کرے، یقیناً وہ خسارہ میں رہے گا۔

﴿فاولئک الذین حبطت اعمالھم وفی النار ھم خالدون لایخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون﴾ وہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال حبط و برباد ہو گئے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، ان سے نہ عذاب کم کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔

ایھا الناس! اس سے بچو اور ڈرو کہ میرے بعد راہ حق سے منہ پھیر لو، میں تمہاری طرف اللہ کا رسولؐ ہوں، مجھ سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں، اگر مجھے موت آ جائے یا قتل کر دیا جاؤں تو کیا تم اپنے پیچھے پلٹ جاؤ گے؟ جان لو اگر کوئی اس سے منحرف ہو گیا تو اس سے خدا کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

اے لوگوں! میرے بعد تمہارے پیشوا ایسے لوگ بن جائیں گے جو تم کو جہنم کیطرف بلائیں گے قیامت کے دن اور عذاب و مشکلات کے ہنگام وہ تمہاری نصرت و امداد نہیں کر سکتے، میں ان سے بیزاری و دوری کرتا ہوں اور خداوند عالم بھی بیزار ہے وہ لوگ اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے۔

ایھا الناس! میں نے امامت و خلافت، قیامت تک کیلئے اپنی ذریت میں رکھی ہے جو کہنے والی بات تھی میں نے کہہ دی، تم میری باتیں اور وصیتیں دوسروں تک پہنچاؤ، حاضرین و غائبین کو اور ہر باپ اپنے

بیٹوں کو میرا پیغام پہنچا دے، ہوشیار رہنا کہ میری امت کے کچھ منافقین منصب امامت کو ظلم وجور سے غصب کر لیں گے اور اسے حکومت و بادشاہت بنا لیں گے، آگاہ ہو جاؤ! غاصبین پر اللہ کی لعنت ہے۔

اے گروہ جن وانس! میں بہت جلد تمہارے اعمال کے حساب وکتاب کی خاطر پہنچ جاؤں گا، اس وقت آگ کے جلتے ہوئے شعلے اور دہکتے ہوئے انگارے تمہارے اوپر ڈالے جائیں گے اور مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

اے لوگو! خدا نے تم کو آزاد نہیں چھوڑا ہے کہ جیسے چاہو رہو اور جو چاہو کرو، بلکہ تم میں سے ہر ایک کو منزل امتحان سے گذارا جائے گا تا کہ پاک دل وصالح افراد کو بدکرداروں سے جدا کر دیا جائے جیسا کہ گذشتہ امتوں میں یہ امتحان جاری رہا ہے ﴿و کذالک یہلک القریٰ وھی ظالمۃ﴾ اسی طرح خدا ظالموں وستمگروں کے شہروں اور آبادیوں کو خراب و برباد کرتا ہے۔

ایھا الناس! علیؑ ابن ابیطالب تم لوگوں کے ولی وامام ہیں، خدا نے ایسا ہی طے کیا ہے اور ایسا ہی وعدہ کیا ہے یقیناً وہ اپنے وعدہ وعہد پر عمل کرے گا جان لو پہلے کے بہت سے اشخاص انبیاء ومرسلین کی مخالفت اور ان سے انحراف کے سبب ہلاک ہوئے تم کو بھی ضلالت وگمراہی سے بچنا چاہئے تم ہمیشہ میری باتوں کو نگاہ میں رکھو۔

ترجمہ: کیا ہم نے امت گذشتہ کے سرکشوں ونافرمانوں کو ہلاک نہیں کیا پھر دوسرے گروہوں کو بھی ان سے ملحق نہیں کیا؟

ہم مجرمین کو ایسے ہی ہلاک کریں گے، وائے ہو قیامت کے روز ان لوگوں پر جو کلمات خدا کی تکذیب کرتے ہیں۔

ایھا الناس! خدا کے بھیجے ہوئے تمام اوامر ونواہی واحکام میں نے علیؑ ابن ابیطالب کو سکھا دیا ہے پس تم احکام الٰہی اور اپنے وظائف دینی کو انھیں سے حاصل کرو، انھیں کی اطاعت وپیروی کرو، اس کی رفتار وگفتار کے خلاف ہرگز نہ چلو، تا کہ سالم وہدایت یافتہ رہو، تمہارے مختلف راستے اس کے راستہ میں مانع نہ

ہوں اور تمہیں متفرق و پراگندہ نہ کردیں۔

اے لوگو! میں صراط مستقیم کا مظہر اور خدا کی راہ راست ہوں، تم راہ راست پر گامزن رہنے کے ذمہ دار ہو، جان لو میرے بعد علی ابن ابیطالب صراط مستقیم ہیں اور ان کے بعد ان کی صلب سے میرے فرزند وہ جو ایسے امام ہیں جو حق کی جانب راہنمائی کرتے ہیں اور عدالت و حق کے ساتھ استقامت کرتے ہیں، اس مقام پر رسولؐ اکرم نے مکمل سورہ حمد اور ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

﴿اولئک اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾

وہی لوگ اولیاء خدا ہیں ان پر نہ خوف ہوتا نہ حزن وغم ﴿ألا انّ حزب اللّٰہ ھم الغالبون﴾ آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کا ہی گروہ غالب رہے گا ﴿ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیھم﴾ پھر فرمایا یہ سب آیات میرے اور فرزندوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مخالفین کی مذمت: جان لو کہ میرے فرزندوں کے مخالفین اور دشمن سب کے سب منافق شقی و بد بخت ہیں، شیاطین کے بھائی اور حق و صداقت کے دشمن ہیں۔

ترجمہ: وہ لوگ ایک دوسرے کو فریب دینے کی غرض سے چکنی چپڑی باتوں کی سرگوشی کرتے ہیں مومنین میں سے کسی کو بھی نہ پاؤ گے جو خدا اور رسولؐ کے دشمنوں اور مخالفوں کو دوست رکھتا ہو۔

خداوند عالم نے اپنے اولیاء اور دوستوں کے بارے میں فرماتا ہے:

جو لوگ ایمان لائے ان کے ایمان ظلم و ستم اور تجاوز سے آلودہ نہیں ہیں، وہی لوگ مطمئن، سکون اور ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر خدا مخالفوں اور دشمنوں کے بارے میں فرماتا ہے:

اپنے پروردگار کا انکار کرنے والے کافرین کیلئے دوزخ کا عذاب ہے اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے جب انھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کی بہت سخت چیخ و پکار لوگ سنیں گے اور جہنم جوش مار رہی ہوگی بلکہ گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائیگا تو داروغہ جہنم پوچھے گا کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا رسولؐ نہیں آیا تھا تو وہ کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والے آئے تھے

مگر ہم نے انھیں جھٹلایا تھا۔ (سورہ ملک)

ایھا الناس: بہشت ودوزخ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہمارے دشمن وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے مذمت کی ہے اور ہمارے دوست وہ ہیں جن کی خدا نے تعریف وتوصیف کی اور وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔

اے لوگو! میں ڈرانے والا ہوں میں تم کو خدا کے عذاب وقہر اور آئندہ کے مصائب وشدائد سے ڈراتا ہوں علی ابن ابیطالب ہادی ورہبر ہیں، وہ سعادت وحقیقت وصراط مستقیم اور میری بتائی ہوئی تمام باتوں کیطرف تمہاری رہبری وراہنمائی کریں گے۔

ایھا الناس! میں پیغمبرؐ ہوں اور علی ابن ابیطالبؑ میرے وصی وخلیفہ ہیں جان لو کہ میرا آخری وصی قائم مہدی ہوگا وہ دین پر مسلط وغالب ہوگا، وہ ظالمین سے انتقام لے گا، وہ تمام ملکوں اور شہروں کو فتح کرے گا وہ مشرکوں اور دشمنوں کو نیست ونابود کرے گا، اولیاء حق کے خون کا بدلہ لے گا، دین خدا کی مدد کرے گا، حقیقت ومعرفت کے وسیع دریا کا آب خوشگوار نوش کرے گا، وہ ہر ایک کو اس کی استعداد وحالت اور اس کے عمل کے مطابق مقام ومرتبہ دے گا، وہ خدا کا تنہا منتخب شدہ شخص ہوگا وہ علوم انبیاء کا وارث اور حقایق کا احاطہ کرنے والا ہے، وہ خدا کے صفات جلال وجمال کی خبر دے گا، وہ مراتب ایمان حقایق وعقاید کی اطلاع دینے والا ہے، وہ رائے وعمل میں کامل ومضبوط رشد وہدایت کا مالک ہے، دین خدا کے تمام امور اسی کے تفویض ہیں، انبیاء گذشتہ نے اس کے وجود کی بشارت دی ہے، وہ خدا کی باقی حجت ہے اس کے بعد کوئی حجت خدا نہیں، اس کے علاوہ کوئی حق نہیں، اس کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے، وہی غالب ومنصور ہوگا، وہ مقہور نہ ہوگا، وہ زمین پر خدا کا ولی ہے وہی بندوں کے درمیان خدا کی طرف سے حاکم ہے وہ اسرار ورموز اور ظواہر کے بارے میں خدا کا امین ہے۔

ایھا الناس! جو کچھ ضروری تھا وہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے اور میرے بعد تمہاری ضرورت واحتیاج کی باتیں علی ابن ابیطالبؑ بیان کریں گے، میرے خطبہ کے اختتام پر تم سب کے سب علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرو، اگر کسی نے بھی عہد وپیمان اور بیعت شکنی کی تو گویا اس نے اپنا نقصان کیا۔

اے لوگو! خدا فرماتا ہے: صفا و مروہ شعائر اللہ ہیں جو بھی خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے چاہئے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی و ہرولہ کرے۔

ایھا الناس! تم حج بیت اللہ انجام دو، جان لو کہ جو بھی خانہ خدا کی زیارت سے مشرف ہوا وہ اور اس کا خاندان مستغنی و بے نیاز ہو گیا اور جس نے استطاعت کے باوجود اس عظیم عبادت کی مخالفت کی وہ اور اس کے اہل و عیال فقیر و محتاج ہو گئے۔

اے لوگو! کوئی کسی موقف و مقام حج میں توقف نہیں کرتا مگر خداوند متعال اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور جب ان کا حج مکمل ہو جاتا ہے تو ان کے اعمال کی دوبارہ ابتدا ہوتی ہے اس راہ عمل کے درمیان حجاج کی مدد کی جاتی ہے اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے انھیں عطا کر دیا جاتا ہے تمام مراسم دینی اور شرائط لازمی کے ساتھ حج بجالاؤ، اس راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو بغیر توبہ خالص اور خواہشات و شہوات دنیوی کے قلع و قمع کئے ہوئے خانہ خدا سے واپس نہ ہو۔

ایھا الناس! نماز قائم کرو اپنے اموال کی زکوۃ ادا کرو اور اپنے چھوٹے مسائل و وظائف میں بھی علی ابن ابیطالبؑ کی طرف رجوع کرو، ان سے پوچھ کر یاد رکھو۔

جان لو! آج تک جو کچھ حلال و حرام اور آداب و وظائف دینی میں نے بیان کئے ہیں ہمیشہ برقرار و ثابت رہیں گے میں نے ان میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں کی ہے، ضروری ہے کہ تم ان کی حفاظت کرو، ان کی رعایت میں اور ان کے بجالانے میں کوشاں رہو اور ایک دوسرے کو ان کی سفارش اور وصیت کرو، میں تم کو پھر قیام نماز، ادائے زکوۃ، امر بالمعرف اور نہی از منکر کی وصیت کرتا ہوں، امر بالمعروف و نہی از منکر کے حکم کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ میری باتوں کو ذہن میں رکھو اور میری وصیت کی رعایت کرو، اسے دوسروں تک پہنچاؤ اور میرے احکام کی مخالفت سے پرہیز کرو۔

ہاں امر بالمعروف و نہی از منکر کے بارے میں تمہارا وظیفہ اتنا ہی ہے نہ کہ حقیقی امر و نہی کرنا کیونکہ حقیقی امر و نہی امام کا وظیفہ ہے اور دوسروں کا وظیفہ صرف اس کا پہنچانا ہے اور اس کی یاد دہانی کرانا، میں تمہیں

تقویٰ و پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں پس تم روز جزا قیامت سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہوگا، موت، قبر، حساب، میزان، ثواب و عقاب اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے موقعوں کو یاد کرتے رہو، جو کچھ عمل خیر کرو گے اس کا ثواب و عقاب درک کرو گے اور برائی کرو گے تو جنت کا کچھ حصہ بھی نہ پاؤ گے۔

اے لوگو! علی ابن ابیطالبؑ کے بعد تمہارے اولیاء انہی کے فرزند ہیں، وہ سب میرے اوصیاء ہیں قرآن میں ارشاد ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں ان لوگوں کو کلمہ باقیہ قرار دیا ہے۔ میں نے متعدد بار حدیث ثقلین بیان کیا کہ: میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

ایھا الناس! تمہاری اکثریت نے میری صرف بیعت کی ہے لیکن میں خدا کی جانب سے مامور ہوں کہ علی ابن ابیطالبؑ کے بارے میں تم سے زبانی اقرار لے لوں، تم سب بلند آواز سے اعتراف کرو کہ تم نے میری آواز سنی اور میری باتوں سے راضی ہو اور میری وصیتوں پر عمل کرو گے، علیؑ کی جانشینی، ولایت کے بارے میں ہاتھ زبان اور قلب سے بیعت کرو، اس آسمانی عہد و پیمان کو قبول کرو، عزم مصمم کرلو کہ اپنے عہد و پیمان پر باقی و پائدار رہو گے۔

اے لوگو! خداوند عالم تمام علوم ظاہر و باطن کا عالم ہے اور ان پر محیط بھی ہے، وہ تمام مخلوق کی آواز کو سنتا ہے اور دلوں کی نیتوں اور وسوسوں سے آگاہ ہے پس جس نے ہدایت پائی اس کا نفع اسی کیلئے ہے اور جو گمراہ ہوا وہ راہ حق و حقیقت سے خود منحرف ہوا، جس نے علیؑ کی بیعت کی اس نے گویا پروردگار سے بیعت کی خدا کے دست قدرت تمام دست و قدرت سے بالاتر ہیں۔

ایھا الناس! میرے بعد تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ اور علی ابن ابیطالبؑ کی پیروی کرو، میرے اہل بیت جو فرزندان علیؑ ہیں انکے ساتھ نیکی و محبت کا برتاؤ کرو، جان و دل سے کہو:

﴿الحمد للہ الذی ھدانا..﴾ اس خدا کی حمد ہے جس نے ہمیں اس نعمت بزرگ اور اس معرفت

عظیم کی طرف ہدایت کی اور ہم بغیر توفیق وہدایت خدا کے ہرگز یہ سعادت نہیں حاصل کر سکتے تھے، اگر تم اور زمین کے لوگ تمام کافر ہو جائیں تو بھی خدا کا معمولی سا ضرر ونقصان نہیں ہے خدایا مومنین کو بخش دے اور کافرین پر اپنا غضب نازل کر۔

اے لوگو! حکم خدا کی اطاعت کرو اور ولایت علی ابن ابی طالبؑ کو قبول کرو، اسے لفظ امیر المومنین سے بلاؤ اور اس سے بعنوان خلیفہ بیعت کرو۔

اس وقت لوگوں نے کہا ہم اطاعت کریں گے دستور پروردگار کو قبول کریں گے اور حکم رسولؐ کو بجالائیں گے پھر لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت علیؑ کیطرف بڑھے، ان سے مصافحہ کیا اور تبریک کہہ کر ان سے بیعت کی سب سے پہلے ابوبکر وعمر اور تیسرے، چوتھے اور پانچویں، ان کے بعد دوسروں نے بالترتیب علی ابن ابیطالبؑ کی بیعت کی، اس دن کاربیعت دیر تک چلتا رہا، نماز مغرب وعشاء ایک ہی جگہ ایک ساتھ پڑھی گئی یہاں تک ایک تہائی رات گذر گئی۔

رسولؐ خدا خود بیعت کی نگہداری کر رہے تھے اور جو گروہ وطائفہ بیعت کرتا وہ کہتا جاتا اس خدا کی حمد ہے جس نے ہم کو تمام جہان پر فضلیت وبرتری دی ہے۔

امام صادقؑ سے روایت ہے: جب رسولؐ اکرم نے اپنا خطبہ تمام کیا تو لوگوں کے درمیان ایک خوبصورت وخوشبودار شخص دکھائی پڑا جو کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم آج تک میں محمدؐ عربی کو نہیں دیکھا کہ انھوں نے اپنے چچازاد بھائی علیؑ کی اس انداز سے تعارف وتعریف کی ہو اور ان کی ولایت ووصایت کیلئے اتنا اصرار اور اتنی تاکید کی ہو، اس کے بعد کوئی بھی اس عہد وپیان اور اس نظریہ اور وصیت کی مخالفت نہیں کر سکتا مگر یہ کہ خدا اور رسولؐ کی دشمنی ومخالفت پر کمر باندھ لے، وائے ہو اس شخص پر جو ایسا کرے اور اس راہ تاریک وخطرناک کی طرف قدم اٹھائے۔

عمر اس کی باتوں کو سن رہے تھے اور حیران وپریشان تھے اس کے بعد خدمت رسولؐ میں حاضر ہو کر بیان کیا تو رسولؐ نے فرمایا جبرئیل امین تھے جو میرے حکم کی تاکید اور اسے مضبوط ومحکم کرنے کیلئے اس صورت میں آئے تھے۔

رسول اکرمؐ کے جانشینوں کا تعین

(لوح حضرت فاطمہ زہراؑ)

ابوبصیر نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے ایک دن میرے بابا (امام پنجم) نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا: اے جابر! مجھے تم سے ایک حاجت ہے، چاہتا ہوں کہ فرصت کے وقت تنہائی میں تم سے گفتگو کروں اور ایک سوال کروں۔

جابر نے عرض کیا مولاؑ جو وقت آپ مقرر کریں میں باافتخار حاضر ہوں۔

پس امام ایک دن جابر کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ ہماری جدہ ماجدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی لوح تحریر کے بارے میں مجھ سے تفصیل سے بیان کرو اور جیسا تم نے دیکھا ہے ویسا ہی کہو؟

جابر انصاری کہتے ہیں: میں خدا کو شاہد و گواہ بناتا ہوں کہ ایک روز میں ولادت حسینؑ ابن علیؑ کی تبریک وتہنیت کی خاطر حضرت زہراؑ کے گھر گیا اور تبریک کیلئے بیٹھا۔

اس وقت ان کے دست مبارک میں زمرد کے مثل ایک تختی دیکھی جس کی تحریر نور آفتاب کی مانند چمک رہی تھی۔

میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ تختی کیسی ہے؟

حضرت زہراؑ نے فرمایا: یہ وہ لوح ہے جو پروردگار کی جانب سے میرے بابا رسولؐ اللہ کو ہدیہ کی گئی ہے اس میں میرے بابا کا نام میرے شوہر علیؑ کا نام میرے بیٹوں کے نام اور میری اولاد میں سے پیغمبر اکرم کے جانشینوں کے اسماء کو تحریر و ثبت کیا گیا ہے میرے بابا نے یہ تختی میری خوشی و مسرت کی خاطر مجھے بخشا ہے۔

جابر نے کہا کہ حضرت زہراؑ نے وہ لوح میرے ہاتھ میں دیدی، میں نے اسے پڑھا اور اپنے لئے

ایک نسخہ لکھ لیا۔

امام نے فرمایا: کیا مجھے وہ نسخہ دکھا سکتے ہو، جابر نے کہا ضرور۔

پس امامؑ جابر کے ساتھ ان کے گھر روانہ ہوئے اور جا کر ان کے گھر میں بیٹھے، جابر نے اس لوح کا نسخہ حاضر کیا، امامؑ نے بھی نازک کھال کا ایک صحیفہ نکالا اور اس کو پڑھا کہ معمولی سا بھی اختلاف ایک دوسرے میں موجود نہ تھا۔

جابر نے کہا خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ تختی کی تحریر یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ ایک نوشتہ خدائے عزیز وعلیم کی جانب سے اس کے رسولؐ کیلئے ہے جو اسکا سفیر ونور وراہنما ہے، یہ نوشتہ روح الامین جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوا ہے۔

اے میرے رسولؐ میرے نام کا احترام کرو، میری نعمتوں کے مقابل سپاس گذار ہو اور میری رحمتوں سے غفلت نہ کرو میں جہان کا خالق اور پروردگار قادر ہوں کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے قاتلوں کی گردنوں کو توڑنے والا اور ظالموں کو ذلیل وخوار کرنے والا ہوں، قیامت کے دن لوگوں کو سزا دوں گا۔

میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، جو بھی میرے علاوہ کسی سے رحمت کی امید اور افضل واحسان کی توقع رکھے گا، یا جو دوسرے کے عذاب وگرفتاری سے خائف ہوگا اسے سخت عذاب اور شدید مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ وہ جس کا سابقہ نہ رکھتا ہوگا۔

پس تم صرف میری بندگی وعبادت کرو، اپنے امور مجھ پر چھوڑ دو، اور اپنے کاموں میں مجھے اپنا وکیل بناؤ، متوجہ رہو کہ میں نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا مگر اس کی ماموریت کے اختتام پر اس کا خلیفہ وجانشین معین کیا، میں نے تم کو دوسرے پیغمبروں پر فضیلت دی ہے اور تمہارے اوصیاء کو دوسروں کے اوصیاء پر بلندی عطا کی ہے اور پھر تمہارے دونوں سے علیؑ کے بیٹے حسنؑ وحسینؑ کے ذریعہ برتری وفوقیت عنایت کی ہے۔

پس حسنؑ ابن علیؑ کو ان کے پدر بزرگوار کے بعد اپنے علم کا معدن مخزن قرار دیا ہے ان کے بعد حسینؑ

ابن علیؑ کو بھی اپنے امور و رموز کا خازن بنایا اور شہادت کے مرتبہ کے سبب انھیں عظمت و بزرگی دی ہے، سعادت و کامیابی پر اختتام کی توفیق اسی سے ہے۔

حسینؑ ابن علیؑ افضل شہداء اور راہ خدا کے بزرگترین مجاہد ہیں میں نے اپنا کلمہ تامہ و اپنی حجت کاملہ اسی کے پاس قرار دی ہے اور اسی کی عترت طاہرہ کی محبت کے وسیلہ سے لوگوں کو ثواب دیتا ہوں اور انھیں کی بغض و عداوت کے سبب عقاب کروں گا اور اپنی رحمت سے بھی دور کروں گا۔

سب سے پہلا شخص جو اس کی اولاد سے منتخب ہوگا وہ علی ابن الحسین عابدین و اولیاء کی زینت ہوگا ان کے بعد ان کا بیٹا محمد باقر ہوگا جو اپنے جد رسول اللہؐ کے مشابہ و علوم و حقایق کا شگافتہ کرنے والا اور معدن اسرار و حکمت ہے۔

اس کے بعد ان کا بیٹا جعفر صادقؑ ہے جس کی تردید موجب ہلاکت ہے اور اس کی مخالفت پروردگار کی مخالفت و دشمنی ہے میں نے اس کے رتبہ کو بلند کیا ہے اور اسے اس کے پیروکاروں اور اتباع کرنے والوں کے درمیان بزرگ و مسرور کروں گا اس کے بعد لوگوں کے درمیان موسیٰ بن جعفر کا انتخاب کروں گا جس کے بعد سخت مصیبت شدید فتنہ تاریکی دنیا کو گھیر لے گی لیکن رشتہ حقیقت منقطع نہیں ہوگا اور حجت خدا لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہوگی خدا کے اولیاء و دوست نہایت صبر و استقامت سے اپنے وظائف کو انجام دیتے ہیں جب بھی کسی نے میرے اولیاء کا انکار کیا اور ان کے خلاف راستہ چلا تو گویا اس نے میرا اور میری نعمتوں کا انکار کیا ہے اگر کسی نے قرآن مجید کی کسی آیت کو تبدیل کیا تو اس نے پروردگار عالم پر افتراء پردازی کی راہ حق سے انحراف کرنے والوں اور حق پر پردہ ڈالنے والوں کیلئے عذاب ہے اور میرے بندے اور میرے حبیب کے ایام حیات ختم ہونے پر جو لوگ انکار و افتراء و تہمت کا آغاز کریں ان کیلئے بھی ویل اور عذاب خدا ہے۔ جان لو کہ جو بھی میرے آٹھویں ولی علی ابن موسیٰ الرضا کا منکر ہوا وہ ایسے ہی ہے کہ میرے تمام اولیاء کا مخالف و دشمن ہوا کیونکہ وہ میرا ولی و ناصر ہے نبوت کے بوجھ کو اس کے کاندھے پر رکھوں گا، جو شخص خود پسندی کا شیطان ہے وہ اسے قتل کرے گا اور میرے ایک صالح بندہ کے بسائے ہوئے شہر میں بدترین

شخص کے پہلو میں دفن ہوگا اس کے جانشین وفرزند محمد بن علی تقی کو اس کی خنکی چشم قرار دوں گا، وہ اپنے پدر بزرگوار کے علوم کا وارث ہوگا، وہ معدن علم، و میرا مقام اسرار اور مخلوق میں محبت خدا ہوگا، جو اس پر ایمان لائے گا اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا اور وہ اپنے خاندان کے ستر اہل دوزخ افراد کی شفاعت کرے گا وہ آخری وقت میں اپنے بیٹے علی بن محمد کے ذریعہ نیک بخت وسعادتمند ہوگا، یہ میرا ولی وناصر، امین وحی اور میری مخلوق پر گواہ ہوگا، اس سے ایک بیٹا بنام حسن بن علی عسکری پیدا ہوگا جو خازن علوم اور راہ خدا کیطرف دعوت دینے والا ہوگا۔

پھر دین خدا اس کے بیٹے حجت حق محمد ابن الحسن کے ذریعہ مکمل ہوگا، وہ تمام دنیا کیلئے رحمت ہوگا اس کے ساتھ کمال موسیٰ، نورانیت عیسیٰ وصبر ایوب ہوگا، وہ اولیاء خدا کے سید وسردار ہیں، اس کے ایام غیبت میں اولیاء خدا و دوستان پروردگار ذلیل وخوار ہوں گے، ان کے سروں کو ایک دوسرے کے پاس بطور ہدیہ وتحفہ ارسال کریں گے گویا وہ لوگ کافر وستمگر ہیں ان کو قتل کریں گے جلائیں گے وہ لوگ ہمیشہ دشمنوں کے شر وآزار سے مرعوب وخوف زدہ رہیں گے، زمین ان کے خون سے رنگین ہوجائے گی ان کے خاندانوں سے نالہ وفریاد کی صدائیں بلند ہوں گی وہی لوگ حقیقت میں میرے اولیاء ہیں میں انھیں کے سبب ہر طرح کے بہت سخت فتنہ وفساد اور عذاب شدید کو برطرف کروں گا، ان لوگوں پر پروردگار کی رحمت اور اس کا درود ہو۔

ابوبصیر نے کہا، اگر تم تمام زندگی میں صرف اسی ایک حدیث کو یاد کرلو اور سمجھ لو تو تمہارے واسطہ کافی ہے، ہاں اسے دقت وتدبر سے محفوظ کرلو اور بے استعداد اشخاص سے بچائے رکھو۔

رسول اکرمؐ کے بعد بارہ خلیفہ

علی ابن حمزہ نے امام صادقؑ سے انھوں نے اپنے آباء واجداد رسول اکرمؐ سے ان سے جبرئیل نے اور خدا نے جبرئیل سے فرمایا: جو مانتا و جانتا ہے کہ صرف میں خدا ہوں، محمد ابن عبداللہ میرے بندہ اور رسولؐ ہیں علی ابن ابیطالب مخلوق میں میرے خلیفہ ہیں اور ان کے فرزندوں میں سے دوسرے ائمہ میری حجت ہیں میں اسے اپنی رحمت کے سبب جنت میں داخل کروں گا اور اپنی بخشش کی وجہ سے دوزخ سے نجات دوں گا اور میں اسے اپنا ہمسایہ قرار دے کر اس کیلئے اپنی نعمت و کرامت کو لازم وضروری قرار دوں گا اسے اپنا خاص بندہ بنا کر اس کی دعوت و درخواست کو قبولیت عطا کروں گا جب بھی وہ ساکت ہوگا کلام کی ابتدا میں کروں گا اگر وہ برائی کرے گا تب بھی میں اس پر رحم کروں گا اگر وہ مجھ سے فرار کرے گا میں اسے اپنی طرف بلاؤں گا جب وہ میری طرف آئے گا میں اس کا استقبال کروں گا اگر دخول کی اجازت چاہے گا تو اس کیلئے دروازہ کھول دوں گا، جس نے میری وحدانیت کی گواہی نہیں دی یا میرے بندہ محمد بن عبداللہ کی نبوت ورسالت کی گواہی نہیں دی یا علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت وخلافت کا اقرار نہیں کیا یا ان کے گیارہ فرزند میرے اولیاء و میری حجت کو تسلیم نہیں کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت وجلالت کو چھوٹا اور کم شمار کیا اور میری آسمانی کتابوں کی آیات کا انکار کیا ہے۔

"ایسا شخص اگر میری طرف آئے تو میں اس کے سامنے پردہ ڈال دوں گا، اگر مجھ سے کچھ سوال کرے تو اسے محروم کر دوں گا، اگر آواز دے اس کی آواز نہیں سنوں گا، اگر مجھ سے حاجت طلب کرے اس کو قبول نہیں کروں گا، اگر مجھ سے امید رکھے اسے ناامید ومحروم کر دوں گا، یہ اس کے اعمال کے بدلہ کے سبب ہوگا، میں چھوٹا سا بھی ظلم اپنے بندوں پر روا نہیں رکھتا۔

اس کے بعد جابر ابن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ! علیؑ کی اولاد میں سے کون

کون امام و پیشوا ہوں گے؟

رسولؐ اللہ نے فرمایا: پہلے اور دوسرے اہل جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ ہیں، تیسرے اپنے زمانہ کے عابدین کے سردار علیؑ ابن الحسین ہیں، چوتھے باقر علوم محمد بن علیؑ ہیں، اے جابر! تم ان کا زمانہ پاؤ گے، انھیں میرا اسلام پہنچا دینا، پانچویں جعفر بن محمد صادق ہیں، چھٹیں کاظم موسیٰ بن جعفر ہیں، ساتویں رضا علیؑ ابن موسیٰؑ ہیں، آٹھویں تقی محمد بن علی ہیں، نویں نقی علی بن محمد ہیں، دسویں زکی حسن بن علی ہیں، گیارہویں ان کے بیٹے مہدی قائم بالحق صاحب زمان محمد بن حسن ہیں، جو زمین کے ظلم و جور سے پر ہونے کے بعد عدل و انصاف سے پر کر دیں گے۔

اے جابر! یہ گیارہ افراد میرے خلفاء و اوصیاء اور میری عترت و میرے فرزند ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی جس نے ان کی مخالفت کی گویا اس نے میری مخالفت کی جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا، خداوند عالم نے اولیاء حق نے ان اولیاء حق کے سبب آسمانوں کو سقوط کرنے سے روکے رکھا ہے اور زمین کی اس کے حرکت و لغزش سے حفاظت کرتا ہے۔

اوصیاء رسول اکرمؐ

پیغمبرؐ اسلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علیؑ! تمہیں دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص کہ ولادت پاک وطاہر ہو، تجھے دشمن نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جس کی ولادت میں خباثت وعیب ہو، تم سے محبت ومودت نہیں کرسکتا مگر وہ شخص جس کا ایمان محکم مضبوط ہو، تم سے بغض وکینہ نہیں رکھے گا مگر وہ جس کا ایمان کمزور وضعیف ہو، عبداللہ ابن مسعود نے کھڑے ہوکر کہا یا رسول اللہ! خبیث ولادت اور کفر کی علامت کو اس زمانہ میں ہم نے سمجھ لیا، اپنے زمانہ کے بعد کی عیب ولادت اور کمزور ایمان کی نشانیوں کو بھی بیان فرمائیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایمان کو ظاہر کرے اور قلب کے راز کو چھپائے رکھے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے فرزند مسعود! علیؑ ابن ابیطالب میرے بعد تمہارے امام اور میرے خلیفہ وجانشین ہیں ان کے بعد میرے دونوں فرزند حسنؑ وحسینؑ تمہارے امام اور میرے خلیفہ ہوں گے، اس کے بعد حسینؑ کے فرزندوں میں سے نو افراد یکے بعد دیگر ے تمہارے امام اور میرے خلیفہ ہوں گے، ان کا نواں میری امت کا مھدی وقائم ہے جو کہ دنیا کو ظلم وجور سے بھر جانے کے بعد عدل وانصاف سے پر کردے گا۔

ان کو دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جس کی ولادت پاک وپاکیزہ ہوگی، ان سے دشمنی نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو ولادت کے اعتبار سے ناپاک وخبیث ہوگا، ان سے محبت کرنے والے خدا اور رسولؐ پر مکمل ایمان رکھتے ہوں گے، ان کی مخالفت کرنے والے ناقص الایمان، ضعیف الایمان اور منافق ہوگے جس نے بھی ان میں سے کسی کا انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا ہے جس نے میرا انکار کیا وہ خدا کا منکر ہوا کیونکہ ان کی اطاعت وعزت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت پروردگار کی اطاعت ہے ان کی معصیت ومخالفت میری مخالفت ہے اور میری مخالفت خدا کی مخالفت ومعصیت ہے۔

اے ابن مسعود! خدانخواستہ میری باتوں میں شک وتردید نہ کرنا کہ تمہارے کفر کا سبب بن جائے، پروردگار کی عزت کی قسم میں نے اپنی گفتگو میں کوئی تکلیف وزبردستی نہیں کی ہے کسی طرح کے ہوئی وہوس سے بات نہیں کی ہے، پھر اپنے ہاتھوں کو آسمان کیطرف بلند کر کے فرمایا پروردگارا! تو انھیں دوست رکھ جو میرے خلفاء اور میری امت کے پیشواؤں کو دوست رکھے اور انھیں دشمن رکھ جو میرے خلفاء سے عداوت رکھے، ان کی مدد کرنے والوں کی مدد فرما، ان کو چھوڑ دینے والوں پر اپنا قہر وعذاب نازل فرما، ان میں سے ایک کے وجود سے زمین کو خالی نہ رکھ جو لوگوں کے درمیان تیری حجت اور قائم ہوتا کہ نادان وجاہل افراد کیلئے کوئی عذر وبہانہ نہ رہ جائے۔

ہاں میرے خلفاء حجت خدا، دین خدا کیلئے دلیل ہیں، چاہے لوگوں کے درمیان ظاہر ومشہور ہوں چاہے پوشیدہ وغائب۔

اے ابن مسعود! اس وقت میں نے تمہیں سعادت وخوش بختی کے راستے بتا دیئے ہیں اگر تم راستہ پر چلو تو سعادتمند وکامیاب ہو ورنہ خود کو ہلاکت میں ڈالو گے۔

خلافت کے بارے میں احتجاج

(رسولؐ اسلام اور لشکر اُسامہ)

ابوالمفضل محمد بن عبداللہ شیبانی نے موثق لوگوں سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرمؐ کا مرض بڑھا اور نماز جماعت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے تو آپ نے اپنی ساری طاقت جمع کی اور فضل ابن عباس اور اپنے غلام ثوبان کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھا کر گھر واپس ہوئے اور اپنے غلام سے کہا میری عیادت کیلئے کوئی بھی انصار آئے، منع نہ کرنا۔ رسول اکرمؐ شدت مرض سے بے ہوش تھے اور گھر والے اطراف میں جمع تھے اس وقت کچھ انصار دیدار کی خاطر آئے اور آپ کے غلام سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ غلام نے کہا رسول اللہ کی حالت اچھی نہیں ہے آپ پر بیہوشی طاری ہے اور اہل خانہ اطراف میں موجود ہیں، انصار بے حد محزون و متاثر ہو کر رونے لگے ان کے گریہ کی آواز آپ کے گوش مبارک تک پہنچی، فرمایا میرے خاندان کے مردوں میں سے گھر میں کوئی موجود ہے؟

لوگوں نے کہا ہاں علی ابن ابیطالبؑ اور حضرت عباس حاضر ہیں اس وقت آپ ان دونوں پر تکیہ کئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کے درخت خرما کے ایک ستون سے پیٹھ لگا کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا:

اے لوگو! گذشتہ پیغمبروں میں سے کوئی بھی پیغمبر اُس جہان باقی کیجانب منتقل نہیں ہوا، مگر اس نے اپنے بعد کیلئے اپنی امت میں کچھ اپنا اثر ضرور چھوڑا ہے اور ،، میں بھی تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک کتاب خدا قرآن، دوسرے میرے اہل بیت جس نے بھی انھیں ضائع کیا، خدا بھی اسے ضائع و برباد کرے گا،،

اے لوگوں! سن لو کہ گروہ انصار میرے اہل و عیال کی طرح ہیں اور میں ان کی محبت و نصرت اور مدد کے سایہ میں رہا ہوں، میں تم کو تقویٰ و پرہیز گاری، انصار کے ساتھ نیکی کرنے ان کی امداد کرنے، نیکوکاروں سے محبت کرنے، ان کی عزت کرنے اور ان کے بدکاروں کو چھوڑ دینے کی وصیت کرتا ہوں۔

لشکر اسامہ اور وفات پیغمبرؐ

پھر اسامہ ابن زید کو اپنے پاس بلا کر کہا تمہارا وظیفہ یہ ہے کہ جیسا میں نے تم کو حکم دیا ہے ویسا عمل کرو، خدا کی امداد و حفاظت میں اور ان لوگوں کے ہمراہ جنھیں میں نے تمہارے پرچم اور تمہاری امارت و سرداری کے تحت قرار دیا ہے، اپنی منزل (موتہ) کیطرف کوچ کرو۔

اسامہ نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو چند دن توقف کروں، یہاں تک خدائے تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عنایت کرے کیونکہ اگر آپ کی بیماری و کمزوری میں مدینہ سے باہر جاؤں تو مسلسل افسردہ و مضطرب ہی رہوں گا۔

رسول اکرم نے فرمایا: اے اسامہ اپنی ماموریت کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرو اور جتنی جلدی ممکن ہو منزل کیجانب حرکت کرو، اب جہاد سے بیٹھ رہنا ہر صورت میں ناپسند ہے۔

اس وقت اسامہ باعزم مصمم سفر جہاد کیلئے آمادہ ہو گئے اور سامان سفر باندھ لیا، اس وقت کچھ اصحاب نے اسامہ کے اس عمل پر لعن وطعن کی جب رسول اکرمؐ کو لوگوں کی ملامت کا علم ہوا تو فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تم نے عمل اسامہ کی ملامت کی ہے جیسا کی اس کے باپ کیلئے تم نے کہا تھا لیکن جان لو کہ اسامہ ہر لحاظ میں سرداری و علمداری کے لائق ہیں جیسے ان کے باپ امارت لشکر کے سزاوار تھے۔

وہ اور اس کے باپ میرے محبوب ترین لوگوں میں ہیں لہذا تم کو اسامہ کے بارے میں وصیت اور سفارش کرتا ہوں، پھر رسول اکرم گھر میں واپس ہوئے اور اسامہ مہاجرین وانصار کی جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور شہر سے ایک فرسخ دور چھاؤنی بنائی اس وقت پیغمبرؐ کے منادی نے ندا دی کہ اُسامہ کے لشکر کی کوئی بھی مخالفت نہ کرے اور مدینہ میں کوئی بھی بیٹھ نہ رہے۔

پس لوگ آپ کے حکم شدید کے بعد گروہ در گروہ لشکر اسامہ کیطرف چل پڑے، خصوصاً ابوبکر وعمر اور

ابوعبیدہ جراح شہر سے نکلے اور باہم صاف و نرم زمین دیکھ کر اترے اور لشکر اسامہ سے شامل ہو گئے اسی وقت پیغمبر اسلام کے مرض میں شدت ہوئی اور مدینہ میں رہ جانے والے لوگ آنحضرت کی عیادت کی خاطر آپ کے پاس پہنچے، چونکہ سعد ابن عبادہ بھی مریض تھے کچھ نے ان کی بھی عیادت کی۔

آہستہ آہستہ مرض پیغمبر زیادہ ہوتا گیا اور اسامہ کے نکلنے کے بعد دوشنبہ کے دن ظہر کے وقت آنحضرت اس جہان سے پروردگار کی بارگاہ میں انتقال کر گئے لشکر اسامہ منتشر ہو گیا اور مدینہ واپس آ گیا۔

تشکیل سقیفہ اور انتخاب

رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد ابوبکر اپنے اونٹ پر سوار مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے تم پریشان و مضطرب کیوں ہو، اگر محمدؐ اس دنیا میں نہیں ہیں تو کیا ان کا خدا زندہ وباقی نہیں؟

گذشتہ پیغمبرؐوں کی مانند محمدؐ بھی ایک رسولؐ ہیں، اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم راہ خدا کو چھوڑ دو گے؟ اگر کوئی راہ حق سے منہ پھیر لے تو خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

اس کے بعد کچھ انصار سعد ابن عبادہ کے گھر جمع ہوئے اور انھیں سقیفہ میں لائے۔

جیسے ہی عمر کو اس کی خبر لگی ابوبکر سے گفتگو کی اور دونوں دوڑتے ہوئے سقیفہ میں آگئے۔

ابوعبیدہ جراح بھی راستہ ہی میں ان کے ہمراہ ہولئے۔

وہاں پر ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھا تھی اور سعد ابن عبادہ بیماری کے سبب ایک طرف بستر پر تھے اور لوگ خلافت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے ادھر انتخاب خلیفہ پر بھی ایک دوسرے سے اختلاف ونزاع ہو رہا تھا۔ ابوبکر نے بات شروع کی، آخر میں کہا میں ابوعبیدہ وعمر بن خطاب کو اس کا اہل سمجھتا ہوں انھیں دو افراد میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ میں بھی ان سے راضی ہوں۔

ان دونوں نے کہا ہم آپ پر سبقت نہیں کر سکتے، آپ ہر اعتبار سے ہم پر مقدم ہیں آپ ہم سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے اور رسولؐ کے یار غار ہوئے اور مقام خلافت میں آپ کو اولیت ہے۔

پھر انصار نے کہا ہمیں اس سے ڈرنا چاہئے کہ ہمارے اور تمہارے علاوہ کوئی اس منصب کو حاصل کر لے اور ہمارے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ رہے، بہتر یہ ہے کہ باہم بیٹھ کر انصار و مہاجرین میں سے ایک ایک فرد کو اس عہدہ کیلئے معین کر دیں تا کہ دونوں مل کر امر خلافت کو چلائیں جب کوئی ایک مرجائے تو اسی گروہ سے دوسرے شخص کو منتخب کر لیا جائے۔ ابوبکر کھڑے ہوئے اور آغاز کلام میں مہاجرین کے فضائل

اوران کی برتری بیان کی پھر کہااے جماعت انصار! تمہاری فضیلت و برتری سے انکار نہیں ہوسکتا، آپ لوگ دین خدا کے مددگار اور رسول خدا کی پناہ گاہ تھے، انھوں نے آپ کی جانب ہجرت کی اور آپ کی بیٹیوں سے عقد کیا آپ کے مقام کو کوئی بھی نہیں پاسکتا لہذا بہتر یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین میں سے اور وزیر انصار میں سے چنا جائے۔

حباب ابن منذر انصاری نے کہا اے انصار! جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسکی حفاظت کرو اور سمجھ لو کہ دوسرے تمہارے سایہ میں زندگی گذار رہے ہیں کوئی بھی تمہارے خلاف رائے نہیں دے سکتا جب انصار کے امیر بننے سے مہاجرین روکیں گے تو ہم بھی ان کو امیر نہیں بننے دیں گے، اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ایک امیر ہمارا، اور دوسرا ان میں سے بنایا جائے۔

عمر بن خطاب نے کھڑے ہوکر کہا ایسا ممکن نہیں، ایک نیام میں دو تلوار نہیں رہتی، لوگ راضی ہوں گے کہ ان کے امور کا ذمہ دار تم میں سے کوئی ہو کیونکہ ہم پیغمبرؐ کے ہم قبیلہ ہیں لوگ ہم سے ہمدردی رکھتے ہیں اور تمام قبائل عرب ہماری خلافت وامارت کو تسلیم کرلیں گے اتنی ہی دلیل ہمارے مخالفین کیلئے کافی ہے اس بارے میں ہمارا مخالف باطل پرست ہلاکت میں پڑنے والا اور فسادی ہے۔

حباب بن منذر دوبارہ کھڑے ہوئے اور کہا، اے گروہ انصار! تمہارے اختیار میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرو، ان نادانوں کی باتوں کو نہ سنو، اگر ہماری بات نہ مانیں تو ان کو اپنے شہر سے نکال دو اور ولایت و حکومت کو لے لو، خدا کی قسم تم خلافت کے ان سے زیادہ حقدار ہو کیونکہ تمہاری تلواروں کی ڈر سے بہت سے لوگوں نے دین اسلام قبول کیا، جان لو میں تمہارا خیر خواہ اور قابل اعتماد ہوں، میرے افکار ونصائح کی قدر کرو، اگر کسی نے میری بات نہیں مانی تو اس کا دماغ نکال لوں گا۔

حباب کے تند کلام کے بعد عمر بن خطاب ابوعبیدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مجھ اور حباب میں اختلاف ہوا تھا رسولؐ نے ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنے کو منع کیا تھا میں نے قسم کھائی تھی کہ دوبارہ اس سے بات نہیں کروں گا اس لئے تم خود گفتگو کرو، ابوعبیدہ کھڑے ہوئے اور کافی دیر تک تقریر کی جس میں

انصار کی فضیلت بیان کی۔

اسی وقت قبیلہ اوس کے سردار بشیر ابن سعد انصاری نے انصار کے اتحاد واتفاق کی خاطر قبیلہ خزرج کے سردار سعد ابن عبادہ کو اپنے حلقہ میں لیا اور اس سلسلہ میں گفتگو شروع کی، آخر کلام میں قریش کی خلافت وولایت کیلئے تیار ہو گئے اور انصار کو بھی اس کی ترغیب دی۔

پھر ابو بکر نے کہا قریش کے دو بزرگ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں جس کی چاہو بیعت کرلو۔

عمر وابو عبیدہ نے کہا ہم اس پر راضی نہیں ہیں آپ پر سبقت نہیں کر سکتے ہم تقاضا کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہاتھوں کو بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کریں۔

بشیر ابن سعد نے کہا ابو بکر کی بیعت کیلئے میں تیسرا شخص ہوں جیسے ہی قبیلہء اوس نے ان کی یہ بات سنی ابو بکر کی بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے، لوگوں کی بھیڑ زیادہ ہوگئی اور سعد ابن عبادہ مجمع سے دبنے لگے تو چلائے تم نے مجھے مار ڈالا، عمر نے کہا سعد کو قتل کردو خدا اسے قتل کرے۔

پس قیس ابن سعد اپنی جگہ سے اٹھے اور عمر کی داڑھی پکڑ کر کہا اے صہاک (عمر کی دادی جو حبشی کنیز تھی) کے بیٹے میدان جنگ میں ڈر کر بھاگتے تھے اور وقت امن لوگوں کے درمیان شیر بن رہے ہو اگر ایک بال بھی میرے باپ کا ٹوٹا تو تیرا چہرہ بگاڑ دوں گا۔

ابو بکر نے عمر سے کہا اے عمر! خاموش ہو جاؤ، اس وقت نرمی اور مہربانی بہتر ہے۔

سعد ابن عبادہ نے کہا بخدا قسم، اے عمر! اگر میں بصحت ہوتا اور قوت رکھتا تو شیروں کی کیطرح میرے دہاڑنے کی آواز تم گلیوں میں سنتے تم کو تمہارے ساتھیوں سمیت مدینہ سے باہر کر دیتا تمہیں تمہارے قبیلہ سے ملحق کر دیتا جہاں تم ذلیل وخوار اور تابع وحقیر ہی رہتے، نہ کہ رئیس وسردار، قبیلہ خزرج کے خلاف جسارت کر رہے ہو۔

پھر اپنی قوم سے کہا مجھے اس جائے فتنہ سے لے چلو، سعد ابن عبادہ کے قوم والے انھیں ان کے گھر لیکر چلے گئے اسکے بعد ابو بکر نے کسی کو ان کے پاس بھیجا کہ تمام لوگوں نے بیعت کرلی ہے تم کو بھی بیعت کرلینی

چاہئے۔

سعد نے کہا خدا کی قسم میں بیعت نہیں کروں گا، جب تک کہ اپنے ترکش کے تمام تیروں اور اپنے نیزوں کو تمہارے خون سے خضاب نہ کردوں اور جب تک ہاتھ میں طاقت رہے گی تلوار چلاتا رہوں گا، تم سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میرا کوئی مددگار باقی نہ رہے پھر بھی تیری بیعت نہیں کروں گا، اے دو گنہگار! جب تک خدا کے یہاں نہ پہنچ جاؤں اور حساب و کتاب سے آگاہ نہ ہو جاؤں۔

جب یہ باتیں عمر نے سنیں تو کہا ہر حال میں اسے بیعت کرنی ہوگی۔

بشیر ابن سعد نے کہا جب انھوں نے بیعت سے انکار کر دیا ہے تو ہرگز بیعت نہیں کریں گے چاہے وہ قتل ہی ہو جائیں وہ قتل نہیں ہوں گے مگر یہ کہ قبیلہ خزرج و اوس کے تمام افراد قتل ہو جائیں، ان کو آزاد چھوڑ دو ان کے بیعت نہ کرنے سے کوئی ضرر و خطرہ نہیں ہے۔

بشیر کی باتیں مناسب معلوم ہوئیں تو انھیں آزاد چھوڑ دیا گیا، وہ نہ کبھی ان کے ساتھ نماز میں آتے اور نہ ہی ان کی باتوں کو تسلیم کرتے جب بھی کچھ ناصر و یاور مل جاتے ان سے مقابلہ کیلئے تیار رہتے، اسی طرح عمر کی خلافت کی ابتدا تک مدینہ میں رہے جب یہ خلیفہ بن گئے تو ان کے شر سے خوف زدہ ہو کر شام چلے گئے وہیں انتقال ہوا۔

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ رات کو ایک تیر لگا جس سے وہ قتل ہو گئے بعض کا گمان ہے کہ تیر جنات نے مارا تھا یہ بھی کہا گیا کہ محمد ابن مسلمہ نے حصول انعام کی خاطر تیر مارا تھا بعض کا خیال ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے ان کو قتل کیا تھا۔

احتجاج حضرت علیؑ

سقیفہ میں جتنے مہاجرین وانصار تھے سب نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور حضرت علیؑ پیغمبرؐ اسلام کے دفن وکفن میں مشغول تھے، جب ان امور سے فارغ ہوئے تو مسجد نبوی میں تشریف لائے، بنی ہاشم اور زبیر ابن عوام آپ کے اطراف موجود تھے مسجد کے ایک گوشہ میں تمام بنی امیہ عثمان ابن عفان کے ساتھ بیٹھے تھے، دوسری طرف بنی زہرہ عبدالرحمٰن ابن عوف کو لئے ہوئے مصروف گفتگو تھے اسی وقت ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ مسجد میں وارد ہوئے اور لوگوں کو الگ الگ گروہوں میں بیٹھے دیکھا تو کہا تم پراگندہ کیوں ہو، اٹھو اور دوسروں کی مانند تم لوگ بھی بیعت کرو، یہ سنتے ہی عثمان وعبدالرحمٰن نے اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھکر ابوبکر کی بیعت کر لی۔

لیکن علیؑ ابن ابیطالب اٹھے اور بنی ہاشم وزبیر کے ساتھ اپنے گھر چلے گئے۔

عمر اپنے کچھ ساتھیوں جیسے اسید ابن حضیر وسلمہ وابن سلامہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے گھر گئے اور کہا تم یہاں کیوں جمع ہو تم کو ابوبکر کی بیعت کرنی چاہیئے۔

زبیر ابن عوام دل تنگ ہو گئے اور حملہ کیلئے اپنی تلوار نکالنا چاہا، عمر نے آواز دی اس کتے کو پکڑ لو، سلمہ ابن سلامہ آگے بڑھا اور ان کی تلوار چھین کر عمر کو دیدی، اس نے تلوار توڑ دی، پھر تمام بنی ہاشم کو گھیر کر ابوبکر کے سامنے لے گئے اور کہا جس طرح سب لوگوں نے بیعت کی ہے تم لوگ بھی ابوبکر کی بیعت کرو، اگر انکار کیا تو تلوار سے بات کروں گا۔

جب بنی ہاشم نے یہ انداز وسختی وزبردستی دیکھی تو سب نے بیعت کر لی، تنہا علیؑ نے بیعت کا انکار کرتے ہوئے فرمایا:

اس مقام خلافت کا میں ابوبکر سے زیادہ حقدار اور زیادہ سزاوار ہوں، تم کو میری بیعت کرنا چاہیئے نہ کہ

میں بیعت کروں، کیونکہ تم نے خود انصار کے سامنے اپنے لئے قرابت رسولؐ ثابت کی ہے اور اسی قرابت کے سبب اپنے کو خلافت کیلئے اوّل و مقدم سمجھا ہے اور انصار بھی تمہارے احتجاج کے سامنے ساکت و خاموش ہوگئے اور خلافت کو تمہارا حق شرعی و دینی سمجھا، میں بھی اسی دلیل و احتجاج کو اپنے لئے بیان کرتا ہوں کہ میں اس کیلئے تم سب پر اولیت و تقدم رکھتا ہوں مجھ سے زیادہ اس کا کوئی سزاوار نہیں ہے۔

میں رسول خدا کی نسبت ان کی زندگی اور موت میں تم سے زیادہ نزدیک و قریب ہوں، میں ان کا وصی و وزیر ہوں، ان کے علوم و اسرار مجھے ودیعت کیے گئے ہیں میرے پاس سوائے عمل صادق و قول صادق کے کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کبھی بھی حق سے تجاوز نہیں کیا۔ رسولؐ اکرم پر سب سے پہلے ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی۔ میں نے میدان جہاد میں مشرکین سے سب سے زیادہ مقابلہ و مبارزہ کیا اور اپنے کو مصیبتوں میں آنحضرت کیلئے سپر بنایا ہے۔ میں کتاب خدا و سنت رسولؐ خدا کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، میں دین خدا و آخرت کے امور کو سب سے زیادہ جانتا ہوں، میری زبان تیز تر و فصیح تر ہے اور میرا دل ثابت تر و بیشتر مطمئن ہے۔

پس خلافت کے بارے میں مجھ سے کیوں نزاع کرتے ہو؟ اگر خدا سے ڈرتے ہو تو انصاف کرو، جس طرح قرابت رسولؐ کی وجہ سے انصار نے تم کو سزاوار تر سمجھا ہے تم بھی حقیقت سے تجاوز نہ کرو، اور میری نزدیکی و اولیت کو فراموش نہ کرو، اگر ظلم و تعدّی نہ کرو، تو میرے حق کا اعتراف کرو گے۔

عمر نے کہا کیا آپ اپنے خاندان و گھر والوں کا (بیعت میں) اتباع نہیں کرنا چاہتے؟ علی ابن ابیطالب نے فرمایا: میرے اہل خاندان سے پوچھو میری اتباع و پیروی کیسی ہے؟ اس وقت بیعت کرنے والے بنی ہاشم میں سے کچھ نے کہا خدا کی قسم ہماری بیعت کرنا کسی طرح بھی ان کیلئے دلیل نہیں ہوسکتا، ایسی باتوں سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں، ہرگز ہرگز ہم ان کے برابر نہیں ہوسکتے، ان کے فضائل (جہاد ہجرت قرب رسول و فضائل دیگر) کسی اعتبار سے بھی قابل انکار نہیں ہیں، تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری پیروی کریں؟ عمر نے کہا آپ کو ہرگز نہیں چھوڑ دوں گا، دوسروں کی مانند آپ کو بیعت کرنی پڑے گی۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: اے عمر! تم ایسے پستان سے دودھ دوہ رہے ہو جس میں تمہارا بھی حصہ ہے، آج اس کام میں سختی وزبردستی اس وجہ سے کر رہے ہو کہ کل خود اس سے بہرہ مند ہو سکو، خدا کی قسم اس کے بعد نہ تو تیری بات قبول کروں گا نہ تیرا ساتھی بنوں گا، نہ ہی کسی طرح اس کی بیعت کروں گا۔

ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسن آپ غصہ وسختی نہ کریں ہم آپ کو ہرگز مجبور نہیں کریں گے۔

ابوعبیدہ کھڑے ہوئے اور علیؑ سے کہا اے میرے چچازاد بھائی! ہم آپ سے قرابت رسولؐ، علم وفضیلت اور نصرت کا انکار نہیں کرتے لیکن آپ جوان ہیں اور ابوبکر بوڑھے اور تجربہ کار ہیں، اس کی خلافت کی مشکلات اور اس کے بوجھ کو اچھے سے برداشت نہیں کر سکتے۔

درست یہی ہے کہ اس بات کو مان کر امر خلافت ان پر چھوڑ دیں، اگر آپ کی عمر نے وفا کی تو آئندہ یہ منصب آپ ہی کے حوالہ کریں گے، اس وقت کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا، البتہ آپ اس کے لائق واہل ہیں، ہاں کوئی ایسا کام نہ کریں، جس سے فتنہ وفساد پیدا ہو جائے کیونکہ آپ علم رکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے قلوب آپ کے ہمراہ نہیں ہیں۔

علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین وانصار، خدا سے ڈرو اس سے خوف کرو اور میرے بارے میں رسولؐ خدا کی سفارش ووصیت کو فراموش نہ کرو۔

محمد کی عظمت وحاکمیت کو اس کی جگہ اور خانہ رسولؐ سے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ، حقداروں کو ان کے حق سے دور نہ کرو، خدا کی قسم، اے لوگوں! اللہ نے حکم فرمایا ہے اور اس کا رسولؐ اعلم ودانا تر ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ اس امر خلافت کیلئے ہم اہل بیت تم سے زیادہ حقدار ہیں جو کتاب خدا کا مکمل عالم، دین خدا کا فقیہ اور امور رعایات سے خوب آگاہ ہے وہ تمہارے درمیان موجود ہے لہذا تم ہوئی وہوس کی پیروی نہ کرو اور منزل حقیقت سے دور نہ ہو جاؤ۔

بشیر ابن سعد (جس نے ابوبکر کی خلافت کا زمینہ ہموار کیا تھا) اور کچھ انصار نے کہا اے ابوالحسنؑ! اگر لوگوں نے آپ کی بات بیعت ابوبکر سے پہلے سنی ہوتی تو کوئی بھی آپ کی مخالفت نہ کرتا اور دونفر بھی آپ

کے حق کے بارے میں اختلاف نہ کرتے۔

علیؑ ابن ابیطالب۔ نے فرمایا: کیا یہ سزاوار اور درست تھا کہ میں جنازہ رسول کو زمین پر چھوڑ دیتا اور بغیر ان کے غسل وکفن اور نماز و دفن کے خلافت و حاکمیت کے بارے میں تم سے جھگڑا کرتا، خدا کی قسم! میں نے سونچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اس خلافت کے بارے میں مجھ سے منازعہ واختلاف کرے گا اور میرے ہاتھ سے چھین لے گا کیونکہ رسولؐ خدا نے روز غدیر تمام لوگوں پر حجت تمام کردی تھی اور کوئی چھوٹی سی بات اور معمولی سا اعتراض بھی نہیں باقی رکھا تھا، میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جو بھی روز غدیر حاضر رہا ہو اور رسولؐ کے کلام ﴿من کنت مولاہ فھذا علیّ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ﴾ کو میرے بارے میں سنا ہو اپنی جگہ سے کھڑا ہو اور گواہی دے۔

زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ اہل بدر میں سے بارہ افراد نے غدیر خم میں موجود تھے، اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر حدیث کی صداقت کی گواہی دی، میں ان میں سے ہوں جنھوں نے اس حدیث کو رسولؐ خدا سے سنا تھا لیکن میں نے گواہی نہیں دی اور اپنی اطلاع کو پوشیدہ رکھا، جب علیؑ نے مجھے گواہی چھپاتے دیکھا تو متاثر ہوئے انھیں کی بددعا سے میری دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوئی ہے۔

زید ابن ارقم نے کہا پھر اس جگہ شدید اختلاف ہو گیا اور لوگوں کی آواز بلند ہو گئی، عمر نے دیکھا کہ لوگ علیؑ کی جانب مائل ہو رہے ہیں وہ وحشت زدہ ہوا اور نشست برخاست کر کے لوگوں کو متفرق کر دیا اور کہا اے ابوالحسن! آپ مسلسل لوگوں کی باتوں کی مخالفت کر رہے ہیں اور ہرگز لوگوں کی رائے کی موافقت کے اعتبار سے نہیں چلتے۔

علی ابن ابیطالب کی خلافت کا واقعہ

(بعد از رحلت رسول اکرمؐ)

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے پوچھا کیا رحلت رسولؐ کے بعد اصحاب میں سے کسی نے ابوبکر کی مخالفت کی تھی اور ان کی بیعت سے انکار کیا تھا؟ آپ نے کہا ہاں! یاران پیغمبر میں سے بارہ افراد نے ان کے خلاف آواز بلند کی تھی مہاجرین میں سے خالد ابن سعید ابن عاص، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، عمار ابن یاسر، بریدہ سلمی تھے انصار میں سے ابوالہیثم ابن تیہان، سہل وعثمان پسران حنیف، خزیمہ بن ثابت ابی کعب، ابوایوب انصاری۔

ان کے انکار کا واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ جب ابوبکر منبر پر گئے تو ان بارہ افراد نے آپس میں مشورہ کیا کہ رسول کے منبر سے نیچے اتارلیں چندلوگوں نے کہا شاید یہ بات صحیح نہ ہو ممکن ہے کہ انجام برا اور نتیجہ خطرناک ہوجائے خدا فرماتا ہے ﴿لاتلقوا بایدیکم الی التهلکة﴾ بہتر یہ ہے اس امر میں حضرت علیؑ سے رجوع کر کے مشورہ کیا جائے اور ان کی رائے پر عمل کیا جائے سب نے پسند کیا اور آپ کے گھر پہنچ کر کہا یا امیر المومنین، جو حق آپ سے مخصوص ہے آپ اس کے زیادہ سزاوار ہیں، کیسے آپ نے اسے چھوڑ دیا؟ ہم نے پیغمبرؐ کو فرماتے سنا ہے کہ:

علی مع الحق والحق مع علی یمیل مع الحق کیف مامال

علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے، ان کا ہمیشہ اسی طرف تمایل ہوتا ہے جہاں بھی حق ہوتا ہے۔

ہم بارہ افراد نے اتفاق کیا ہے کہ ابوبکر کے جلسہ میں جائیں اور ان کو پیغمبرؐ کے منبر سے کھینچ کر نیچے کر دیں، ہم آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔

امیر المومنین نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو ان کے مخالف ومحارب شمار ہوگے، پھر تمہیں جنگ کیلئے

آمادہ رہنا چاہئے کہ جبکہ تمہاری جمعیت بہت کم ہے اور تم کھانے میں نمک کیطرح ہو آنکھ میں سرمہ کی مانند ہو جس میں قیام و دوام نہیں ہے تمہارا عمل میرے لئے ضرر و نقصان دہ ہے اور ایسا ہوگا گویا کہ تم ننگی تلوار لے کر مجھ سے جنگ و جدال کر رہے ہو، کیونکہ اس عمل کو میرا اقدام تصور کیا جائیگا پھر بیعت و اطاعت کیلئے بہت زور وزبردستی کیا جائے، تا کہ میرے پاس سوائے تسلیم کرنے اور موافقت کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔

ہاں پیغمبرؐ نے اپنی وفات سے قبل مجھ سے فرمایا تھا کہ یہ امت تیرے ساتھ دھوکا و حیلہ کرے گی اور جو کچھ تمہارے بارے میں انھوں نے مجھ سے عہد و پیان کیا ہے وہ توڑ دیں گے، تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کیلئے ہارون تھے، میری امت کی مثال میری موت کے بعد ہارون اور ان کے پیروکاروں اور سامری کا اتباع کیطرح ہے میں نے عرض کیا اس موقعہ پر میرا وظیفہ کیا ہوگا؟ فرمایا: اگر یار و مددگار مل جائیں تو ان کی مخالفت اور ان سے جہاد کرنا ورنہ اپنے ہاتھوں کو روک کر اپنی جان و خون کی حفاظت کرنا۔ پھر چند دن کے بعد آپ کا انتقال ہوا اور میں آپ کو غسل و کفن و دفن میں مصروف تھا کہ امت کے اختلاف کا حادثہ پیش آیا، میں نے قسم کھائی نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر عبا نہ ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید جمع و مرتب نہ کرلوں۔ میں نے اپنی تصمیم کو پورا کیا پھر دختر پیغمبرؐ اور اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اصحاب بدر اور بزرگ اصحاب کے پاس گیا ان سے اپنے حق کے بارے میں گفتگو کی، انھیں اپنی نصرت و ہمراہی کی دعوت دی، کسی نے میری امداد و موافقت نہیں کی اور نہ ہی میری دعوت کو قبول کیا، سوائے سلمان، عمار، مقداد، اور ابوذر غفاری کے، حقیقت و برہان واضح و روشن کرنے کے علاوہ اس سے میرا کوئی مقصد نہیں تھا، خاندان پیغمبرؐ کی نسبت ان کے بغض و حسد سے تم خوب آگاہ ہو، خاموشی سے بیٹھے رہو اور تم نے جو کچھ رسولؐ خدا سے میرے بارے میں سنا ہے اسے بیان کرو، حقیقت کو ہرگز نہ چھپاؤ اور بس جمعہ کا دن تھا یہ بارہ افراد منبر کے اطراف بیٹھے کچھ دیر بعد ابوبکر منبر پر گئے اور تقریر کرنا شروع کیا، مہاجرین نے انصار سے گفتگو کی ابتدا کیلئے کہا انصار نے کہا آپ لوگ مقدم ہیں کیونکہ خدا نے آیت میں آپ لوگوں کا ذکر پہلے کیا ہے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے خالد ابن سعید ابن عاص نے تقریر شروع کی

ان کے بعد دوسرے مہاجرین نے پھر انصار میں سے ایک ایک نے ترتیب سے تقریر کی۔

روایت کی گئی ہے کہ رحلت رسولؐ کے وقت یہ لوگ شہر مدینہ میں موجود نہ تھے یہی لوگ بزرگان اصحاب تھے، جب داخل شہر ہوئے اور حالات میں تبدیلی دیکھی تو اعتراض کیا۔

خالد ابن سعید کا بیان احتجاج

اے ابوبکر! پروردگار سے ڈرو، جس دن بنی قریظہ مغلوب ہوئے تم خود حاضر تھے اور ہم سب رسول اکرمؐ کے محضر مبارک میں تھے اس جنگ میں علیؑ نے سب سے زیادہ شجاعت دکھائی تھی اور دشمنوں کے بہادروں، دلیروں اور سرداروں کو قتل کیا تھا، اس وقت رسولؐ خدا نے فرمایا:

اے گروہ مہاجرین وانصار میں تم سے ایک وصیت کرتا ہوں تم اس پر ضرور عمل کرنا اور ایک امر ودیعت کرتا ہوں اس کی حفاظت کرتے رہنا، اس کے بعد فرمایا:

آگاہ ہو جاؤ کہ علی ابن ابیطالب تمہارے امیر وحاکم اور میرے خلیفہ وجانشین ہیں خدا نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ جان لو اگر تم نے میری وصیت پر عمل نہ کیا اور اس کی یاری وہمراہی اور حمایت میں سستی وکاہلی کی تو تمہارے امور دین متزلزل اور تباہ وبرباد ہو جائیں گے، قوانین واحکام الٰہی مختلف و پراگندہ ہو جائیں گے اور شریر و بدکردار اشخاص تم پر مسلط ہو جائیں گے، متوجہ رہو کہ میرے اہل بیت میرے تمام امور کے جانشین و وارث ہیں اور لوگوں کے امور کو سب سے زیادہ جانتے اور پہنچانتے ہیں۔

پروردگارا! جو میرے اہل بیت کی اطاعت واتباع کرے اور میری وصیت کی رعایت کرے اس کو میرے ساتھ محشور فرما اور میری اس دوستی ورفاقت سے بہرہ مند فرما جو کہ آخرت میں نورانیت کا وسیلہ ہے جو شخص میرے اہل بیت کے حق خلافت کو ضائع کرے، اسے زمین وآسمان جیسی وسیع وعریض بہشت سے محروم فرما۔

یہاں پر عمر بن خطاب نے کہا، اے خالد چپ ہو جاؤ، تو اس لائق نہیں کہ ہم کو رائے دے یا تم سے مشورہ کیا جائے۔

خالد نے کہا تو خاموش ہو جا، تو دوسری زبان سے بات کرتا ہے، بخدا قسم تمام قریش جانتے ہیں کہ

تو حسب ونسب کے لحاظ سے قریش میں پست ترین شخص ہے تیرا نام بہت کم لیا جاتا ہے تو خدا اور اس کے رسولؐ سے بے نیاز ہے، اور جنگوں میں خوف زدہ ومضطرب رہا ہے، مال کے خرچ کرنے میں بخیل اور اصل ونسل کے لحاظ سے لئیم وذلیل ہے، قریش میں تیری کوئی عزت اور مقام نہیں ہے، میدان جنگ میں تیرا نام ہی نہیں آتا، تو اس شیطان کی مانند ہے جس نے انسان سے کہا کافر ہو جا، جب وہ کافر ہو گیا تو کہتا ہے میں تم سے دور اور بیزار ہوں میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں، لہذا دونوں کا انجام دوزخ ہے، جس میں ہمیشہ رہیں گے یہی ظالمین کی سزا ہے۔ یہ سن کر عمر بہت غمگین ہوئے اور خالد بھی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

سلمان فارسی کا احتجاج

جناب سلمان کھڑے ہوئے اور کہا، تم لوگوں کو جو کرنا تھا کیا نہیں کیا، اپنے مقصد کو پورا کر لیا لیکن کامیابی اور موفقیت تمہارا نصیب نہیں ہوگا۔ (اس سے پہلے آپ بیعت کا انکار کر چکے تھے جس کے سبب ضرب واذیت کا نشانہ بنے تھے) اے ابوبکر! تم کہاں پناہ پاؤ گے جب وہ سخت عذاب آئیگا جس کا تمہیں سابقہ نہیں ہے؟ اور کیا جواب دو گے، جب تم سے اس چیز کے بارے میں سوال ہوگا جس کے جواب سے تم عاجز ہو گے؟ تم کیا عذر پیش کرو گے اپنے کو اس شخص پر مقدم کرنے کا جو تم سے زیادہ علم رکھنے والا اور رسول خدا کے سب سے زیادہ نزدیک اور کتاب خدا کی تاویل ومعرفت اور سنت پیغمبرؐ کا سب سے زیادہ جاننے والا اور سمجھنے والا ہے؟ وہ وہی شخص ہے جسے رسولؐ خدا نے اپنی زندگی میں مقدم رکھا تھا اپنی رحلت سے قبل اس کے حق کی رعایت کرنے کی وصیت کی تھی، تم نے وصیت رسولؐ کو فراموش کر دیا ہے اور وصیت ترک کر کے وعدہ خلافی کی ہے اور عہد وپیمان کو نقض وباطل کر دیا ہے۔

تم نے لشکر اسامہ ابن زید کے بارے میں حکم وفرمان رسولؐ کی اطاعت نہیں کی اور اُسامہ کے پرچم کے نیچے نہیں آئے، اس کی سرداری کی اطاعت سے منھ پھیر لیا۔

سنو لشکر اُسامہ کی اطاعت کرنے کی اتنی زیادہ تاکید اور اصرار اسی خاطر تھا کہ تم کو ان کاموں سے روک دیں ذوسری طرف حکم رسولؐ سے تمہاری مخالفت وسرکشی ثابت وظاہر ہو جائے تم بہت جلد اپنے اعمال کی جزاوسزا کو پالو گے۔

گناہوں نے تمہارے کاندھے کو بوجھل بنا دیا ہے، جلد ہی اس بوجھ اور برے اعمال کے ساتھ خاک کے نیچے اندھیرے میں پہنچ جاؤ گے، بہتر ہے کہ اس تاریک ووحشت ناک راستہ سے واپس ہو جاؤ اور حقیقت وسعادت کی تلاش میں کسی طرح کی بھی محنت وکوشش سے پیچھے نہ ہٹو، تا کہ تمام گذشتہ اعمال

خطاؤں اورلغزشوں کا جبران ہو سکے اور خداوند متعال سے توبہ واستغفار کرو، ہوشیار رہو کہ جب تنہا قبر میں رکھ دئے جاؤ گے تو توبہ تمہارے کام نہیں آئے گی، تمہارے دوست واحباب تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے، جو کچھ ہم نے سنا اور دیکھا ہے کیا وہ سب تم نے نہیں دیکھا اور نہیں سنا ہے؟

کیا وجہ ہے کہ وہ باتیں تم کو ان اعمال اور ان باتوں سے باز نہیں رکھ سکیں؟ یاد رکھو کہ اس بارے میں تمہارے پاس کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے ان امور میں تمہاری ہمراہی و ہم نشینی اسلام و مسلمان کیلئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی، لہذا خدا سے ڈرو، خوف کرو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جنھوں نے خدا حق سے منہ پھیر لیا ہے

احتجاج حضرت ابوذر غفاری

اے گروہ قریش! تم نے بہت برا کام کیا ہے رسول اکرمؐ کی قرابت ونزدیکی کو چھوڑ دیا ہے بخدا قسم عرب کا ایک گروہ اسی عمل کے سبب دین اسلام سے خارج ہوگیا ہے اور دوسرے لوگ متزلزل ومشکوک ہوگئے، اگر تم نے اس امر خلافت کو خاندان رسالت میں رکھا ہوتا تو ہر گز امت مسلمہ میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہوتا لیکن اب اسکے بعد اسے ہر ایک للچائی نگاہ سے دیکھے گا، دنیا پرست لوگوں کی نظریں اس پر لگی رہیں گی، اس کے حصول کی خاطر بہت خون بہائے جائیں گے، قہر وغلبہ، طاقت اور تلواروں سے اہل دنیا مسخر کریں گے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں: ابوذر کی بات صحیح تھی جیسی پیشینگوئی کی تھی ویسا ہی ہوا۔

اس کے بعد جناب ابوذر نے کہا تم سب جانتے ہو اور صالح افراد شاہد وگواہ ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد امر خلافت علی ابن ابیطالب اور ان کے بعد میرے دونوں پسر حسنؑ وحسینؑ کیلئے ان کے بعد میری اولاد طاہرہ کیلئے ہوگا، تم نے رسولؐ کی باتوں کو پس پشت ڈال دیا، ان کی وصیت وعہد کو فراموش کردیا اور دنیاوی زندگی کی لذتوں اور نمائشوں کی پیروی کی تم نے باقی رہنے والی نعمتوں اور خوشیوں سے بھری ہوئی دائمی زندگی سے ہاتھ اٹھالیا ہے اور چند روزہ حقیر وبے فائدہ زندگی سے دل لگالئے ہو۔

تم لوگ امت سابقہ کیطرح ہو کہ انھوں نے خدا کے پیغمبروں کی باتوں کو فراموش کردیا تھا، ان کی وصیت اور ان کے احکام کو بھلادیا تھا، دین وحقیقت کے راستہ سے منصرف ہوگئے تھے اسی طرح تم لوگوں نے بھی اپنے پیغمبرؐ کے احکام وفرامین کو بہت جلد ترک کردیا ہے اور ان کے قانون وآئین میں تحریف وتغییر کردیا ہے، ہاں بہت جلد تم اپنے برے اعمال کی سزا پالوگے۔

احتجاج مقداد ابن اسود

اے ابوبکر! ظلم و تعدی سے ہاتھ اٹھالو اور خدا سے خوف کرو، جس امر کے تم مستحق نہیں ہو اس سے دستبردار ہو جاؤ، اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی غلطیوں اور ظلم پر آنسو بہاؤ اور خلافت اس کے حوالہ کردو، جو اس کا سزاوار ہے، تم خود جانتے ہو کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کی بیعت تمام لوگوں سے اور تم سے بھی لی تھی؛ تم سے لازمی طور پر فرمایا تھا: اسامہ ابن زید کی اطاعت کرو اور دوسروں کیطرح اس کے پرچم کے تلے منزل مقصود تک جاؤ، حالانکہ اسامہ غلام رسولؐ اور اٹھارہ سالہ جوان تھا یہ بھی ہے کہ تم کو اور تمہارے رفیق عمر بن خطاب کو غزوہ سلاسل میں عبیدہ ابن جراح کی سرداری میں عمرو بن عاص کے لشکر سے ملحق کیا تھا، وہ عمرو عاص جس نے جلدی ہی اسلام قبول کیا تھا اور اختلاف و نفاق اور عداوت کا مرکز تھا، خدا نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے ﴿انّ شانئک هو الا تبر﴾ پس عمرو عاص تم سب کا رئیس و امیر بنا اور تم سب اس کی سرداری میں تھے اور اس نے بھی لشکر کی حفاظت تمہارے ذمہ چھوڑ دیا تھا۔

تم ہی بتاؤ حفاظت لشکر کا مقام کہاں وہ بھی عمرو عاص کی طرف سے تمام ملت کی ریاست و حکومت اور خلافت رسول اکرم کی منزل کہاں؟

اے ابوبکر! ربّ جہان سے ڈرو، اس لباس خلافت کو اپنے جسم سے اتار دو، تا کہ دنیاوی اور اخروی زندگی میں سالم و مامون رہو، دنیا کا فریب اور قریش کے لوگوں کا وسوسہ تم کو بدبختی اور بے چارگی میں مبتلا نہ کردے، بہت جلد دنیاوی زندگی ختم ہو جائے گی اور اپنے اعمال کی سزا تک پہنچ جاؤ گے، تم جانتے ہو کہ علی ابن ابیطالب پیغمبرؐ کے وصی، خلیفہ اور ہر اعتبار سے اس منصب کے لائق و سزاوار ہیں، پس یہ منصب ان کے حوالہ کردو اور اپنی شرافت و عزت کو بچالو، میری خالص و قلبی نصیحت کو سنو اور اپنے کاندھے کو ظلم و وبال کے بوجھ سے خالی کرلو۔

احتجاج بریدہ اسلمی

آپ کھڑے ہوئے اور کہا: ﴿اناللّٰہ و انّا الیہ راجعون﴾ ہم سب خدا کیلئے ہیں اسی کیطرف پلٹ کے جانا ہے کتنے نقصان وضرر باطل کی طرف سے حق کو پہنچے ہیں، اے ابوبکر گذشتہ باتیں تمہیں بھول گئی ہیں یا تم نے خود بھلا دیا ہے؟

آیا تمہیں! دوسروں نے دھوکا دیا ہے یا تم نے اپنے کو دھوکا دیا ہے؟ کیا فائدہ افکار، باطل خیالات اور بیہودہ باتوں نے تم کو گمراہ کر دیا ہے؟ کیا تمہیں یاد ہے کہ پیغمبرؐ نے ہم سے فرمایا:

علی ابن ابیطالب کو امیر المومنین کے لقب سے پکارو؟ کیا خود رسولؐ اسلام نے بہت سے مقامات پر علیؑ کے بارے میں نہیں فرمایا: علیؑ امیر المومنین اور ستمگروں کے قاتل ہیں؟

خدا سے خوف کرو اور اپنی خطا ولغزش کا تدارک کرو، اس سے پہلے کہ تلافی کا وقت ختم ہو جائے، اپنے کو ہلاکت وضلالت سے دور کر لو اور خلافت کو مستحق کے حوالہ کر دو، دوسروں کے غصب حقوق پر اصرار نہ کرو، راہ تاریک سے واپس ہو جاؤ، یاد رکھو کہ تمہاری خیر خواہی کے علاوہ میں کچھ نہیں کہتا اور تمہاری سعادت ونجات کے سوائے کچھ نہیں چاہتا۔

احتجاج جناب عمار یاسر

اے گروہ قریش اور جماعت مسلمین! اگر نہیں جانتے ہو تو غور سے سنو، تمہارے پیغمبرؐ کا خاندان خلافت کے لئے اولیٰ اور زیادہ سزاوار ہے، احکام دین کے جاری کرنے اور خاتم النبیین کے امور شریعت کی حفاظت کیلیئے تم سب پر مقدم ہے، وہ لوگ حقوق مسلمین کے محافظ وامین اور مومنین کے خیر خواہ ہیں، تم سب اپنے رفیق ابوبکر سے کہو کہ امر خلافت اس کے اہل و مالک کو واپس کر دے اس سے پہلے کہ تمہارا مجمع متفرق ہو اور تمہارے درمیان اختلاف وتفرقہ ظاہر ہو اور تمہاری زندگی میں ضعف وسستی پیدا ہو جائے۔

جان لو! تمہارا آئندہ بہت خطرناک ہے اور مسلمانوں کے درمیان مختلف نظریہ اور کمزور رائے سامنے آجائے گی، جو لوگ منصب خلافت کے لائق نہیں ہیں للچائی نگاہیں لگائے ہیں، فتنہ وفساد اور خونریزی ہونے والی ہے، تمہارے دشمن تم پر حکومت وسرداری کرنے لگیں گے۔

تم کو خبر ہے بنی ہاشم اس امر میں اولویت رکھتے ہیں خصوصاً علی ابن ابیطالب جو کہ خود پیغمبرؐ خدا کے سب سے زیادہ نزدیک شخص ہیں، وہی تمہارے ولی ہیں جیسا کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے تعارف کروایا ہے۔

ان کا مرتبہ دوسرے لوگوں سے بہت بلند و بالا ہے بہت سے مقابات پر ان کے بلند درجات اور امتیازی شان کا اشارہ ہو چکا ہے۔

ان موقعوں میں سے ایک موقعہ مسجد نبوی کے دروازوں کو بند کرنا ہے کہ رسولؐ نے حکم دیا کہ مسجد میں کھلنے والے تمام ابواب بند کر دیئے جائیں سوائے دروازہ علی ابن ابیطالب کے، دوسرا موقعہ اپنی دختر گرامی فاطمہؑ کی تزویج کا تھا کہ آپ نے تمام خواستگاروں کو جواب دیدیا اور علیؑ کی درخواست عقد کو قبول فرمایا۔ رسول اکرمؐ نے انھیں کے بارے میں فرمایا: میں شہر علم ہو علیؑ اس کے دروازہ ہیں جسے علم وحکمت کی

ضرورت ہے وہ دروازہ سے آئے، تم سب اپنے دینی امور میں اسی کے محتاج ہو لہذا ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرو، اس کے علم سے استفادہ کرو (یادرکھو) اسے تمہاری کوئی احتیاج وضرورت نہیں ہے ان کے گذشتہ فضائل وکمالات سب پر واضح وروشن ہیں اور ہر ایک کو معلوم ہیں اگر انصاف کرو، تو ان جیسا کوئی نہیں ہے۔

تم نے ان کے دامن کو کیوں چھوڑ دیا اور دوسروں کیطرف کیوں مائل ہو گئے اور ان کے ثابت وواضح حق کو پیروں تلے کچل دیا؟ تم پیچھے نہ پلٹو ورنہ گھاٹا اٹھانے والوں میں ہو گے۔

احتجاج ابی ابن کعب

اے ابوبکر! دوسرے کے حق کو ضائع و برباد نہ کرو، سب سے پہلے رسولؐ خدا کی وصیت و گفتگو کی مخالفت نہ کرو، ان کے جانشین و خلیفہ کے سلسلہ میں انھیں کے حکم کی اطاعت کرو، حق اس کے مالک کو واپس کردو، تاکہ سالم و محفوظ ہو جاؤ، اپنی گمراہی پر اصرار نہ کرو، کہ نادم و پشیمان ہونا پڑے، اپنے کئے ہوئے سے توبہ کرو، تاکہ تیرا گناہ معاف ہو سکے، خدا نے جس امر کو دوسرے کیلئے معین کیا ہوا سے اپنے لئے مخصوص نہ کرو، تاکہ اپنے اعمال کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔

جان لو جو تمہارے اختیار میں ہے بہت جلدی ہاتھوں سے نکل جائے گا، جب خدائے جہان کی بارگاہ میں واپس جاؤ گے تو جو تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں تحقیق کی جائے گی۔

احتجاج خزیمہ ابن ثابت

اے حاضرین! تمہیں معلوم ہے کہ رسول اکرمؐ نے دو شخص کی گواہی کی جگہ میری تنہا گواہی قبول کی ہے سب نے کہا ہاں، خزیمہ نے کہا میں نے خود رسولؐ خدا کی زبانی سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

میرے اہل بیت حق و باطل میں امتیاز دینے والے اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں، وہی تمہارے امام و پیشوا ہیں تم کو ان کی پیروی کرنا چاہئے۔ میں نے یہ حدیث سنی تھی تمہارے واسطہ نقل کر دیا۔

احتجاج ابوالہیثم تیہان

لوگو! میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ رسول اکرمؐ نے روز غدیر علیؑ کا تعارف کرایا، تو کچھ انصار نے کہا کہ آپ کا مقصد سوائے خلافت و امامت علیؑ کے کچھ بھی نہ تھا کچھ لوگوں نے کہا آپکا مقصد صرف اولویت بتانا تھا کہ جیسے وہ خود تھے۔

,,من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ،، اس بارے میں بہت مباحثہ ہوا یہاں تک کہ ہم لوگوں نے چند نفر کو رسولؐ کے پاس ان کا مقصد پوچھنے کیلئے بھیجا تو آپ نے جواب دیا علیؑ میرے بعد مومنین کے ولی ہیں اور میری امت کو سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جس کا میں خود شاہد و گواہ ہوں، اب جو چاہے انکار کرے جو چاہے ایمان لائے۔

احتجاج سہل ابن حنیف

خدا کی حمد وثنا اور رسولؐ خدا خاتم النبیین پر درود وسلام کے بعد کہا اے قریش! آگاہ ہو جاؤ میں گواہی دیتا ہوں کہ اسی مسجد میں نبی اکرم نے علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا:

اے لوگوں! یہ علیؑ ہیں جو میرے اور تمہارے امام ہیں اور میری حیات وممات میں میرے وصی وجانشین ہیں، یہی میرے قرض کو ادا کرنے والے اور میرے وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں، یہی وہ پہلے شخص ہیں جو حوض کوثر پر مجھ سے مصافحہ کریں گے وہ خوش قسمت ہے جو ان کی پیروی کرے اور ان کی مدد کرے۔ وائے اور افسوس ہے اس پر جو ان کی مخالفت کرے اور اکیلا چھوڑ دے۔

احتجاج عثمان ابن حنیف

اے لوگو! میں نے خود رسولؐ اسلام کو فرماتے سنا ہے کہ میرے اہل بیت زمین کے ستارے ہیں تم ان پر سبقت نہ کرنا، یہ تمہارے اولیاء ہوں گے، میری وفات کے بعد ان کو مقدم رکھنا، اس وقت کسی نے پوچھا آپ کے اہل بیت کون ہیں؟

رسولؐ نے فرمایا: علیؑ اور ان کی اولاد طاہرہ، میرے اہل بیت ہیں۔

اے ابوبکر: رسولؐ کی وصیت کا انکار نہ کرو، اور خدا، اور اسکے رسولؐ سے خیانت بھی نہ کرو۔

احتجاج حضرت ابوایوب انصاری

خاندان اہل بیت پر ظلم وستم نہ کرو، غضب خدا سے بچو، ان کے حقوق ان کے حوالہ کردو، اور جو کچھ خدا نے ان کے لئے مخصوص کیا ہے اسے ضائع و برباد نہ کرو۔

وہ وصیتیں اور باتیں جو دوسروں نے رسولؐ سے سنیں ہیں تم نے بھی متعدد بار مختلف مقامات پر سنیں ہیں، تم نے خود بارہا سنا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے اہل بیت تمہارے امام و پیشوا ہیں، اس کے بعد علیؑ ابن ابیطالب کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وہ نیک لوگوں کے امیر اور کافروں کو قتل کرنے والے ہیں، جو بھی ان کی مدد کرے گا، خدا بھی ان کی مدد کرے گا اور اس کے مخالفین پر قہر و عذاب نازل کرے گا پس تم خدا سے توبہ و استغفار کرو اور ظلم وستم کو چھوڑ دو۔

ابوبکر کا تأثر اور تغییر حالت

امام صادقؑ نے فرمایا: ان بارہ افراد کی تقریر اور احتجاج سے ابوبکر بہت متاثر ہوئے اور بڑے اضطراب و پریشانی کے عالم میں کہا کہ میں تمہارا امیر ہو تو گیا ہوں، حالانکہ تم سے بہتر و برتر نہیں ہوں، مجھے آزاد چھوڑ دو۔

عمر بن خطاب اس حادثہ سے بہت غصہ ہوئے اور کہا اے عاجز و کمزور بندہ منبر سے نیچے آ جا تم لوگوں کی گفتگو اور ان کے احتجاج کا جواب نہیں دے سکتے اور ان کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے تو اس جگہ پر کیسے باقی و برقرار رہ پاؤ گے؟

خدا کی قسم! میں نے سوچا کہ تم کو اس مقام سے اتار کر ابوحذیفہ کے غلام کو تمہاری جگہ بٹھا دوں۔ اس کے بعد ابوبکر منبر سے نیچے آئے اور عمر کے ساتھ گھر چلے گئے پھر تین دن تک گھر سے باہر نہیں نکلے۔

جب لوگوں کو ان کے مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اطلاع ملی تو لوگ ان کے گھر کیطرف چلے خصوصاً خالد ابن ولید ایک ہزار نفر کے ساتھ، سالم ایک ہزار کے ساتھ اور معاذ ایک ہزار کے ساتھ، اسطرح چار ہزار لوگ جمع ہو گئے اور برہنہ شمشیر کے ساتھ جب کہ عمر بن خطاب سب سے آگے تھے، مسجد نبوی کیطرف چلے، عمر نے علیؑ کے طرفداروں کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اگر کسی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کچھ کہا تو اسے بہت سخت سزا دوں گا۔

اس وقت خالد ابن سعید نے کھڑے ہو کر کہا، صہاک (حبشی کنیز) کے بیٹے تو ہم کو اپنی تلواروں سے ڈارتا ہے اور اپنے افراد کی کثرت و زیادتی سے ہم کو خوف زدہ کرتا ہے، خدا کی قسم:

ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے زیادہ تیز اور ہماری جمعیت تمہاری جمعیت سے بیشتر ہے اگرچہ ظاہراً تم سے کم ہیں مگر درحقیقت ہم قوی تر ہیں کیونکہ خدا کی حجت ہمارے ساتھ ہے۔

اگرامام کی اطاعت واجب نہ سمجھتا تو ابھی تلوار نکال لیتا اور خدا کیلئے تم لوگوں سے جنگ و جہاد کرتا یہاں تک معذور ہو جاتا اور اپنے وجدان حقیقت کے اعتبار سے اپنے کو مجبور سمجھتا، امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے فرزند سعید بیٹھ جاؤ، خدا تمہارے مقام کو جانتا ہے، تمہاری سعی وکوشش خدا کے نزدیک مشکور اور لائق قدر ہے۔

اسی وقت سلمان فارسی نے کھڑے ہو کر کہا اللہ اکبر میں اپنے دونوں کانوں سے رسولؐ اللہ کو فرماتے سنا ہے: ایک دن آئیگا کہ اسی مسجد میں میرے بھائی، میرے چچا کے بیٹے علیؑ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوں گے اور کچھ جہنمی لوگ کتوں کی طرح ان پر حملہ آور ہوں گے اور ان کو اور ان کے مددگاروں کو قتل کرنا چاہیں گے، مجھے شک وشبہ نہیں تم لوگ وہی گروہ ہو۔

اس وقت عمر بن خطاب نے سلمان فارسی پر حملہ کر دیا، حضرت علیؑ اٹھے اور عمر کا گریبان (گلا) پکڑا اور اوپر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

اے حبشی کنیز صہاک کے بیٹے: اگر حکم خدا اور عہد و پیان رسولؐ نہ ہوتا تو تجھ کو ابھی سمجھا دیتا کہ ہم میں سے کون ضعیف و عاجز اور بے یار و مددگار ہے۔

اس کے بعد اپنے دوستوں سے فرمایا: اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ، بخدا قسم! میں اس مسجد میں ایسے داخل ہوا جیسے میرے بھائی موسیٰ وہارون بیت المقدس میں وارد ہوئے تھے کہ ان کے اصحاب نے کہا تھا:

﴿اذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون﴾

جاؤ تم اور تمہارا پروردگار! دونوں اس قوم سے لڑو، ہم یہیں بیٹھ کر تمہارے غلبہ کا انتظار کریں۔

پروردگار عالم کی قسم: میں نے زیارت رسولؐ سے مشرف ہونے، اتمام حجت اور اظہار حق و حقیقت کیلئے مسجد میں قدم رکھا تھا کیونکہ یہ حجت خدا کا وظیفہ ہے۔

ہاں جو حجت خدا، رسولؐ اکرم کی معرفی سے معین ہوا ہے چاہئے کہ لوگوں کو راہ راست و حقیقت دکھائے اور انھیں ضلالت و حیرانی اور جہالت سے نکالے۔

عمر کا ابوبکر کی بیعت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنا اور خانہ فاطمہؑ کا جلانا

عبد اللہ ابن الرحمٰن کہتے ہیں: سقیفہ کے بعد عمر نے کمر مظبوط کس لی اور مدینہ کی گلیوں میں کہتے چل رہے تھے کہ آگاہ ہو جاؤ، ابوبکر جانشین رسول خدا ہیں، ہر ایک جلد از جلد دوڑ کر ان سے بیعت کرے۔

پس لوگ ہر طرف سے چل پڑے اور ان کی بیعت کر لی۔

اس وقت عمر بن خطاب نے گھروں میں چھپے ہوئے لوگوں کو بیعت کیلئے حاضر کیا اور بیعت کیلئے تیار کیا، چند دن بعد کچھ لوگوں کو لے کر حضرت علیؑ کے گھر آئے اور کہا کہ گھر سے باہر نکل کر ابوبکر کی بیعت کیجئے علیؑ نے باہر آنے سے انکار کر دیا۔

اس وقت عمر بن خطاب نے آگ اور لکڑی منگائی اور کہا اس خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے ان کو ضرور بالضرور گھر سے نکلنا پڑے گا، اگر نہ نکلے تو گھر کو اہل خانہ کے ساتھ جلا دوں گا۔

کچھ لوگوں نے کہا یہ کام درست نہیں ہے کیونکہ دختر پیغمبر گرامی فاطمہؑ زہرا اور اہل بیت اور اولاد رسولؐ و آثار پیغمبر اُس گھر میں موجود ہیں، ایسا کام اس گھر کی نسبت ہرگز صحیح نہیں ہے۔

جب عمر بن خطاب نے لوگوں کی مخالفت و بیزاری دیکھی تو کہا میرا مقصد صرف ڈرانا اور دھمکانا تھا نہ کہ اس پر عمل کرنا اور اقدام کرنا۔

علی ابن ابیطالب نے کسی سے کہلایا کہ میں نے قسم کھائی اور عہد کیا ہے کہ نہ دوش پر عبا ڈالوں گا نہ ہی گھر سے باہر نکلوں گا مگر یہ قرآن کو جمع کر لوں جس کو تم لوگوں نے ترک کر دیا ہے اور دنیا کے لہو ولعب سے دھوکہ کھا گئے ہو۔ اس کے بعد دختر رسول گرامی دروازہ کے پیچھے آئیں اور فرمایا:

میں نے تم سے زیادہ بے وفا و پست کسی قوم کو بھی نہیں دیکھا، رسولؐ خدا کے جنازہ کو زمین پر ہمارے سامنے چھوڑ کر چلے گئے اپنے کاموں میں اور حصول خلافت میں لگ گئے اور ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا، اس

بارے میں ذرہ برابر بھی ہمارے حق کے قائل نہیں ہوئے کہ کچھ ہمارا بھی حق ہے گویا تم کو روز غدیر کے رسولؐ خدا کے حکم وقول کا کچھ علم ہی نہیں، بخدا قسم رسولؐ اسلام نے روز غدیر امر خلافت کو ایسا محکم واستوار کیا تھا کہ کسی کو بھی اس کے حصول کی کوئی لالچ وامید باقی نہ رہی تھی لیکن تم لوگوں نے کسی وظیفہ یا حق وحکم کی کوئی رعایت نہیں کی اور پیغمبرؐ خدا سے مکمل قطع رابطہ کرلیا، یقیناً خداوند عالم ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا

بعد وفات رسول اکرمؐ

سلیم ابن قیس ہلالی، سلمان فارسی سے نقل کرتے ہیں: علیؑ ابن ابیطالب کے پاس گیا، وہ غسل پیغمبرؐ میں مصروف تھے کیونکہ آنحضرت کی وصیت تھی کہ تم مجھ کو غسل دینا اور فرمایا تھا کہ وقت غسل جس جانب چاہو گے جنازہ خود بخود اس سمت جائے گا علیؑ نے پوچھا کیا وقت غسل کوئی میری مدد کرے گا؟

فرمایا: اس کام میں جبرئیل تمہارا ساتھ دیں گے۔

سلمان نے کہا جب علیؑ رسولؐ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؑ و حسنینؑ، ابوذر، و مقداد، اور مجھے دخول کی اجازت دی ہم حجرہ میں داخل ہوئے، امیر المومنینؑ جنازہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے نماز ادا کی عائشہ کمرہ کے گوشہ میں بیٹھی تھیں، جو ہماری طرف متوجہ نہیں تھیں گویا جبرئیل نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

جب ہم نماز پڑھ چکے تو تھوڑے لوگوں نے بھی آ کر نماز پڑھی، میں نے امیر المومنینؑ سے کہا کچھ لوگ سقیفہ میں جمع ہو کر انتخاب خلیفہ کے بارے میں بحث و گفتگو کر رہے ہیں اسی وقت ابوبکر مسجد میں منبر رسولؐ پر بیٹھ گئے اور لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، حضرت علیؑ نے فرمایا:

سب سے پہلے بیعت کرنے والے شخص کو تم نے پہچانا؟ سلمان، میں نے کہا مہاجرین و انصار کے مباحثہ کے بعد پہلے بشیر ابن سعید، ابوعبیدہ جراح عمر بن خطاب اور اس کے بعد ابوحذیفہ کا غلام سالم اور معاذ ابن جبل نے ابوبکر کی بیعت کی۔

پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا: حادثہ سقیفہ ابوبکر کے منبر رسولؐ پر جانے کے بعد جس نے سب سے پہلے بیعت کی اسے جانتے ہو کون تھا؟ سلمان نے کہا میں نے اتنا ہی دیکھا ایک پیر مرد عصا پر تکیہ کئے ہوئے، پیشانی پر سجدہ کا نشان اپنے لباس سمیٹے ہوئے منبر کے پاس گیا اور روتے ہوئے بولا خدا کی حمد ہے کہ اس

نے مجھے زندہ رکھا اور میں نے تمہیں اس منبر پر دیکھ لیا اپنا ہاتھ لاؤ تا کہ تمہاری بیعت کروں ابو بکر نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی اور پھر مسجد سے باہر چلا گیا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم نے اس کو نہیں پہچانا؟ سلمان نے کہا نہیں لیکن اس کی حرکت و گفتگو سے بہت رنج و غم ہوا وہ ایسے تھا کہ وفات رسولؐ سے خوش ہو رہا ہو۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ابلیس ملعون تھا، خدا اس پر لعنت کرے۔

مجھے رسول خداؐ نے خبر دی تھی کہ جب آنحضرت نے غدیر خم میں حکم خدا سے مجھے خلافت و ولایت عطا کیا اور جو کچھ ضروری تھا لوگوں کو بتایا اور سنا دیا تو ابلیس اور اس کے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا، یہ امت ہدایت پا گئی، گمراہیوں اور خطروں سے محفوظ ہو گئی اب ہمیں ان پر غلبہ و تسلط نہیں مل سکتا، ان کا دین مکمل ہو گیا، ان کا امام و پیشوا معین و روشن ہو گیا، ان کی مشکلات حل اور جہالت و حیرانی رفع ہو گئی، پس ابلیس اور اس کے ساتھی اس واقعہ سے سخت متاثر و اندوہ ناک ہو کر چلے گئے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میری رحلت کے بعد ایک گروہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگا پھر مباحثہ و گفتگو کے بعد ابو بکر کی بیعت کر کے میری مسجد میں آئیں گے۔ وہاں پہلا شخص جو اس کی بیعت کرے گا وہ ابلیس ملعون ہوگا جو عصا لئے پیر مرد کی صورت میں ہوگا پھر اپنے اصحاب کو اپنے اطراف جمع کیا اور کہنے لگا کہ کیا تم نے کبھی سوچا بھی تھا کہ دوبارہ ہمارا ان پر قبضہ و غلبہ ہو جائے گا؟ تم اس سے کیا محسوس کر رہے ہو کہ انھوں نے حکم خدا اور وصیت رسولؐ کو چھوڑ دیا اور گمراہ ہو گئے؟

سلمان کہتے ہیں جب رات ہوئی امیر المومنینؑ نے حضرت زہرا = کو ایک خچر پر سوار کیا اور حسنینؑ کا ہاتھ پکڑا اور مہاجرین و انصار میں سے اہل بدر کے گھر آئے، انھیں اپنی مدد کی دعوت دی، انھیں اپنا حق یاد دلایا ان میں سے چوالیس (۴۴) افراد نے ان کی دعوت قبول کی اور یہ طے پایا کہ صبح سویرے مسلح ہو کر سر منڈائے ہوئے حضرت علیؑ کے گھر حاضر ہوں پھر بیعت کر کے ان کی طرفداری کریں، جب صبح ہوئی تو ہم چار افراد جسمیں خود میں، مقداد، ابوذر، اور زبیر ابن عوام کے علاوہ کوئی بھی اپنی وعدہ گاہ پر نہ پہنچا۔

دوسری رات پھر اسی انداز سے حضرت علیؑ نے انھیں لوگوں سے ملاقات کی خدا کی قسم دلائی تم لوگ حق کی طرفداری کرو اور اس حساس موقعہ پر غفلت وسستی اور جہالت سے کام نہ لو، انھیں نے دوسری صبح کا پھر وعدہ کیا اس مرتبہ بھی سوائے انھیں چار اشخاص کے کوئی نہیں آیا، تیسری رات وصبح پھر وہی کچھ ہوا، امیر المومنینؑ نے اس طرح اپنے وظیفہ پر عمل کیا۔

امیر المومنین علیؑ کی خلافت کا واقعہ

جب حضرت علیؑ نے ان کی بے وفائی و بہانہ بازی کا مشاہدہ کیا تو اپنے گھر گئے اور جمع و تالیف قرآن میں مشغول ہو گئے اور اس وقت تک باہر نہ نکلے جب تک قرآن کو جمع نہ کر لیا اور شان نزول اور ناسخ و منسوخ آیات کو تحریر نہ کر لیا۔ ان دنوں میں ابوبکر نے کسی کو علیؑ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ مسجد میں حاضر ہو کر بیعت کریں، آپ نے فرمایا: میں جمع و تحریر قرآن میں مصروف ہوں اور قسم کھائی ہے کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر عبا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن کو جمع و تالیف نہ کر لوں۔

امیر المومنینؑ نے کتاب خدا جمع کی ایک پارچہ میں لپیٹ کر مہر کی اور لے کر مسجد میں آئے، لوگ ابوبکر کو گھیرے ہوئے تھے، آپ نے بلند اور اونچی آواز میں فرمایا:

اے لوگو! جب سے رسولؐ خدا کا انتقال ہوا ہے میں پہلے ان کے غسل و کفن میں مصروف تھا اسکے بعد قرآن کے جمع و تالیف کرنے میں لگا رہا، اسے مکمل کر کے اس پارچہ میں لپیٹ کر محفوظ کر لیا ہے سنو، توجہ دو کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی مگر رسولؐ نے مجھے سکھایا اور اس کی تعلیم دی، میں نے سب لکھ کر اس پارچہ میں جمع کر دیا ہے۔

انھوں نے جواب دیا، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اس جیسا ہمارے پاس موجود ہے آپ یہ سن کر اپنے گھر واپس آ گئے۔

اس کے بعد عمر بن خطاب نے ابوبکر سے کہا ضروری ہے کہ کسی کو علیؑ کے پاس بھیجو، تا کہ وہ یہاں آ کر تمہاری بیعت کریں جب تک وہ آ کر بیعت نہ کر لیں ہماری اس تشکیل (خلافت) کا اعتبار نہیں اور ہم ان کے اقدام اور ان کی مخالفت سے محفوظ نہیں ہیں۔

ابوبکر نے کسی کو آنحضرت کے پاس بھیجا کہ خلیفہ پیغمبرؐ کی دعوت قبول کر کے اس کے پاس حاضر ہوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کتنی جلدی تم لوگوں نے وصیت اور پیغام رسولؐ خدا کو فراموش کر دیا، کتنی جلدی ان کی تکذیب ومخالفت کی، ابوبکر اور اس کے اطراف کے جانتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے میرے علاوہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے۔ ابوبکر کے آدمی نے واپس آ کر حضرت علیؑ کا جواب نقل کیا، دوبارہ آدمی بھیجا اور کہلایا کہ امیرالمومنین ابوبکر کی بات مانو۔

وہ شخص علیؑ کے پاس آیا اور ابوبکر کی بات، پہنچائی۔

علیؑ نے فرمایا: پیغمبر کو بھی زیادہ وقت نہیں گذرے ہیں ان کی باتیں لوگوں کے ذہن سے ابھی محو نہیں ہوئی ہیں، ابوبکر خود جانتے ہیں یہ لقب امیرالمومنینؑ میرے لئے مخصوص ہے، رسولؐ خدا نے ان کو چھ افراد کے ساتھ حکم دیا تھا کہ مجھے امیرالمومنینؑ کے لقب سے پکاریں، وہ اور اس کے رفیق عمر بن خطاب جب مقصد رسول کیطرف متوجہ ہوئے تو پوچھا کیا یہ حکم خدا اور رسولؐ کی جانب سے ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: ہاں، یہ لقب خدا و رسولؐ کی طرف سے ہے وہ امیرالمومنینؑ سید مسلمین اور صاحب لواء حمد ہے، وہ اپنے دوستوں کو داخل بہشت کر کے اپنے دشمنوں کو جہنم اور اس کی آگ میں داخل کرے گا۔

پھر ابوبکر کے آدمی نے واپس آ کر ساری باتوں کو ان سے نقل کیا اس دن انھوں نے کوئی اقدام نہیں کیا اور خاموش بیٹھ رہے۔ حضرت علیؑ نے پھر شب میں حضرت زہرا کو خچر پر سوار کیا حسنینؑ کا ہاتھ پکڑا، اتمام حجت اور آخری مرتبہ وظیفہ کی انجام دہی کیلئے رسولؐ اسلام کے ایک ایک صحابی خاص کو اپنی اس خاص خلافت میں مدد کیلئے طلب کیا مگر چار افراد کے علاوہ کوئی تیار نہ ہوا، جب علیؑ نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور اپنے حق کو چھوڑ دیا۔

دوسرے دن عمر نے ابوبکر سے کہا علیؑ اور ان کے چند ساتھیوں کے علاوہ کوئی بھی باقی نہیں ہے اس کام میں سستی روا درست نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ انھیں زبردستی بیعت کیلئے بلاؤ، درانحالیکہ ابوبکر بہ نسبت عمر رقیق قلب و نرم تر تھے اور شدت و سختی نہیں کرنا چاہتے تھے، پھر ابوبکر نے کہا اس سخت پیغام کا لے جانے

والا کون ہے؟ عمر نے کہا قنفذ! اسکو منتخب کرو، یہ غلیظ سخت دل بے باک بد خو و جفا کار شخص ہے اور قبیلۂ بنی تیم سے ہے، اسے کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت علیؑ کے پاس بھیجا ہے۔

قنفذ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جناب امیرؑ کے گھر آیا اور دخول کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اجازت نہ دی اس کے کچھ ساتھی مسجد میں واپس آئے اور حالات سے ابوبکر کو باخبر کیا۔ عمر بھی ان کے ساتھ بیٹھے کچھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ عمر نے کہا واپس جاؤ اگر اجازت نہ دیں تو بے اذن داخل ہو جاؤ۔

وہ واپس آئے اور اجازت چاہی، حضرت زہراؑ نے پشت دروازہ سے فرمایا:

میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہونا تمہارے لئے حرام ہے۔

پھر کچھ لوگ مسجد میں واپس ہوئے اور کلام زہرا کو نقل کیا، اس وقت عمر بہت غصہ ہوئے اور کہا ہمارا کیا ہوگا اگر ہم عورتوں سے ڈر جائیں، پھر حکم دیا لکڑیاں جمع کرو کچھ لکڑیوں کو عمر نے بھی جمع کیا اور اٹھا کر حضرت علیؑ کے گھر کے پاس رکھا، گھر کے اندر حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنین علیہم السلام موجود تھے، عمر نے با آواز بلند کہا خدا قسم! اگر تم باہر نہیں آئے اور خلیفہ رسول کی بیعت نہیں کی تو تمہارے گھر کو آگ لگا دوں گا۔

جب آپ باہر نہیں آئے تو عمر کے حکم سے قنفذ اور اس کے ساتھیوں نے آگ لگا دی اور بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئے، جناب امیرؑ نے تلوار اٹھانا چاہی انھوں نے روک دیا، آپ نے ایک تلوار چھین کر دفاع کرنا چاہا لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپ سے تلوار لے کر آپ کی گردن میں ریسمان ڈال دی۔

حضرت زہراؑ بے اختیار سامنے آگئیں اور علی ابن ابیطالبؑ کو ان بے وفا و نادان لوگوں سے چھڑانا چاہتی تھیں کہ قنفذ نے اپنا تازیانہ حضرت زہراؑ کے بازو پر مارا وہ ایسا موثر تھا کہ اس کا اثر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بازو پر آخر عمر تک بازو بند کیطرح باقی رہا۔

پھر ابوبکر نے کسی کو بھیجا کہ علیؑ کو میرے پاس لاؤ اور زہرا = کی مخالفت کو روکو، لیکن رسول کی بیٹی نے

حضرت علیؑ کو نہیں چھوڑا اور مجسمہ حقیقت و وفا و عدالت علی ابن ابیطالبؑ کی طرفداری و یاری کرتی رہیں اور ان کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

قنفذ نے اس مرتبہ زیادہ تندی و سختی دکھائی اور نہایت ہی قساوت قلبی و تیزی سے دختر پیغمبرؐ کو در و دیوار کے درمیان مثل دیا، جس کے سبب ان کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور بچہ شکم سے ساقط ہو گیا، اس ظالمانہ مصیبت سے آخر وقت تک آپ مریض رہیں۔

حضرت علیؑ کو کھینچتے ہوئے مسجد میں لے گئے، ابوبکر تھے اور عمر اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے حکم کے منتظر تھے خالد ابن ولید، ابوعبیدہ، مغیرہ بن شعبہ، اُسید ابن حضیر اور بشیر ابن سعد وغیرہ بھی ابوبکر کے اطراف بیٹھے تھے۔

حضرت علیؑ کہہ رہے تھے بخدا قسم! اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم لوگ مجھ پر غالب نہیں ہو سکتے تھے، بخدا قسم! میں مبارزہ و مجاہدت اور انجام وظیفہ کے اعتبار سے اپنے کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ انجام وظیفہ میں ہرگز میں نے کوئی کوتاہی و سستی نہیں کی ہے اگر میرے ساتھ چالیس افراد ہوتے تو میں تمہارے اس حکومت و اجتماع کے نقشہ کو الٹ دیتا، خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جنھوں نے کل میری بیعت کی تھی اور آج اسے توڑ دیا، عمر نے تیز آواز میں کہا بیعت کرو معطل نہ کرو۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟

عمر نے کہا، اس صورت میں آپ کو ذلت و حقارت کے ساتھ قتل کر دیں گے، امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس وقت تم بندۂ خدا اور برادر رسول خدا کو قتل کرو گے، ابوبکر نے کہا ہم سب بندۂ خدا ہیں لیکن برادر رسول ہونا معلوم نہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ پیغمبرؐ نے تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور مجھے اپنا بھائی بنایا؟

پھر فرمایا: اے مہاجرین و انصار! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے سنا نہیں تھا کہ رسولؐ نے غدیر

میں میرے بارے میں کیا کہا تھا؟ کیا تم نے نہیں سنا، کہ غزوہ تبوک میں کیا فرمایا؟

کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کیلئے ہارون تھے یہاں پر آپ نے انھیں وہ سب کچھ یاد دلایا جو مجمع عام میں آپ کے بارے میں پیغمبرؐ نے فرمایا تھا، سب لوگوں نے کہا یہ باتیں درست ہیں۔

ابوبکر نے احساس کیا کہ حاضرین متاثر ہو رہے ہیں ممکن ہے کہ لوگ ان کی طرفداری وامداد کیلئے کھڑے ہو جائیں فوراً کہا جو کچھ آپ نے کہا سب نے سن لیا اور ہم نے دل میں بٹھا لیا مگر میں نے پیغمبرؐ کو فرماتے سنا ہے کہ ہم وہ خاندان کے ہیں کہ خدا نے ہم کو منتخب کیا ہے فضیلت وکرامت ہمارے لئے مخصوص کی ہے ہمارے لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور خدا ہمارے خاندان میں نبوت وخلافت کو جمع نہیں کریگا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کیا کسی نے یہ بات رسولؐ خدا سے سنی ہے؟ عمر نے کہا خلیفہ رسول صحیح کہتے ہیں ہم نے بھی سنی ہے، ابوعبیدہ وسالم ومعاذ ابن جبل نے بھی کہا صحیح ہے، ہم نے ایسا ہی کہتے سنا ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کتنی بڑی بات ہے کہ تم اس عہد و پیمان کا اجرا کر رہے ہو جو تم نے باہم خانہ کعبہ میں کیا تھا کہ رحلت پیغمبرؐ کے بعد خلافت کو ان کے خاندان سے دور کر دیں گے۔

ابوبکر نے کہا، آپ یہ باتیں کیسے کہہ رہے ہیں؟ امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

اے سلمان، اے زبیر، اے مقداد، میں تم کو خدا اور حقیقت اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسولؐ خدا سے ایسی باتیں سنیں ہیں اور کیا یہ بھی آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ پانچ اشخاص بنام فلاں فلاں نے ایک عہد نامہ لکھا ہے اور ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا ہے کہ میرے بعد خلافت علیؑ کی مخالفت کریں؟

ان تین افراد نے کہا ہاں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں، امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میں نے اس دن رسولؐ خدا سے پوچھا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسولؐ اللہ، ایسی حالت میں میرا وظیفہ کیا ہے؟

فرمایا اگر یار و مددگار مل جائیں تو اپنے مخالفین سے مقابلہ وجہاد کرنا ورنہ اپنے خون کی حفاظت کر کے

گھر میں خاموش بیٹھ جانا۔

آ گاہ ہو جاؤ بخدا قسم! اگر چالیس افراد نے بھی حقیقت و خلوص نیت سے خدا کیلئے میری بیعت کی ہوتی تو ہرگز تا قیامت کوئی بھی ایسا دعویٰ خلافت نہیں کر سکتا تھا، پھر قبر رسول کیجانب رخ کر کے فرمایا:

اے میرے بھائی! آپ کی امت نے مجھے ضعیف و بے یاور کر دیا ہے قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔

انھوں نے علیؑ کے ہاتھ کو بل کر زبردستی ابوبکر کے ہاتھ پر رکھا، حضرت علیؑ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اسی عالم میں لوگوں نے شور مچایا، علیؑ نے بیعت کر لی، علیؑ نے بیعت کر لی، ان کے بعد زبیر سے کہا بیعت کرو انھوں نے انکار کیا۔

عمر بن خطاب، خالد ابن، مغیرہ ابن شعبہ اور دوسروں نے ان کو گھیر لیا اور تلوار چھین کر زمین پر رکھ کر توڑ دیا۔ زبیر جمعیت کے سامنے مغلوب ہو گئے خصوصاً عمر انھیں دبائے ہوئے تھے، زبیر نے کہا اے صہاک کے بیٹے اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو ہرگز مجھ پر غلبہ نہیں پا سکتے تھے، زبیر نے بھی بیعت کر لی۔

سلمان کہتے ہیں: انھوں نے پھر مجھے گھیرا اس وقت میری گردن پر تیز وار کر رہے تھے میرے ہاتھوں اور پیروں کو باندھے ہوئے تھے، میری بھی بیعت ہو گئی، پھر مقداد، وابوذر سے زبردستی بیعت لی گئی۔

ہم میں سے زبیر سب سے تیز و تند آدمی تھے، اس کے بعد زبیر نے کہا اے صہاک کے بیٹے! خدا کی قسم سن لے اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو اس گروہ میں سے کوئی بھی تیری طرفداری و یاوری نہ کرتا، ممکن نہیں تھا کہ تو مجھ پر فوقیت و تقدم رکھتا کیوں کہ تو ایک بزدل و مضطرب آدمی ہے آج ان کو اپنے اطراف دیکھ رہا ہے تو ان کی طاقت کے بل بوتے پر مجھ پر حملہ کر رہا ہے، عمر اس بات سے غصہ ہوئے اور کہا تم میری ماں کا نام لے رہے ہو؟ زبیر نے کہا کیا صہاک کوئی غیر معروف عورت تھی وہ ایک حبشی کنیز تھی جس سے دو افراد نے زنا کیا تھا اسی سے تمہارا باپ خطاؔب پیدا ہوا تھا ابوبکر نے اس تذکرہ کو روکا اور سب خاموش ہو گئے

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سلمان سے پوچھا آپ نے کچھ نہیں کہا جواب دیا ہاں میں نے کہا:

اے ابناء الوقت! تمہارے لئے ہلاکت ہے کیا تم جانتے ہو کہ اپنے نقصان و ضرر کیلئے تم نے کیسے قدم

اٹھائے ہیں؟ تم نے گذشتہ امتوں کیطرح کیا کام کیا ہے؟ انھیں کے مثل تم نے خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے۔

اور تم نے اپنے پیغمبر کی رفتار و گفتار کی مخالفت کر کے خلافت وولایت کو اس کے اہل و مرکز سے خارج اور دور کر دیا ہے اس کے بعد سلمان، وابوذر، ومقداد کا عمر سے مباحثہ ہوا جس کو نقل نہیں کیا گیا ہے۔

تأثرات حضرت زہرا

امام صادقؑ سے روایت ہے: کہ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ اپنے گھر سے باہر آئیں اور ہاشمی عورتوں کے گھیرے میں اپنے بابا رسولؐ خدا کی قبر پر پہنچی درانحالیکہ علیؑ ابھی گھر میں واپس نہیں ہوئے تھے اور تازہ خلیفہ ابوبکر کی سختیوں سے فرصت نہیں ملی تھی۔

حضرت زہراؑ نے مسجد میں لوگوں سے کہا: میرے ابوالحسنؑ کو چھوڑ دو، اس پروردگار کی قسم جس نے میرے بابا محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر انھیں نہ چھوڑا تو اپنے بالوں کو پریشان کر کے اپنے بابا کے پیراہن کو اپنے سر پر رکھ لوں گی اور خدا کو اپنی مدد کیلئے بلاؤں گی، ہرگز صالح نبی میرے بابا سے اور ناقہ صالح مجھ سے اور میرے بچوں سے زیادہ خدا کے نزدیک محبوب نہ تھے۔

جناب سلمان کہتے ہیں کہ میں حضرت زہراؑ کے قریب کھڑا تھا بخدا قسم! میں نے دیکھا کہ دیوار و ستون مسجد متحرک ہوگئے، میں نے شہزادی کے مزید نزدیک جا کر عرض کیا اے میری بی بی! خدا نے آپ کے بابا کو لوگوں کے درمیان رحمت بنا کر بھیجا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ امت پر عذاب اور ان کی بربادی کی طالب ہو جائیں۔

اُسامہ کی بیعت کا واقعہ

جب ابوبکر کو سقیفہ کے اختلافات و کشمش سے فرصت ملی تو عمر بن خطاب نے کہا بہت جلد اسامہ کو ایک خط لکھو کہ تمہارے پاس آ کر تمہاری بیعت و موافقت کرے کیونکہ اس کی بیعت زیادہ مفید و موئثر ہے اور اشتباہات و اعتراضات کو رفع کرے گی۔

ابوبکر نے خط لکھا، خلیفہ رسولؐ خدا، ابوبکر کیطرف سے اُسامہ ابن زید کی جانب۔

اما بعد: جب میرا خط تمہارے ہاتھ میں پہنچے تو تم اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس آ جاؤ کیونکہ تمام مسلمان میرے ساتھ ہیں اور مجھے اپنا پیشوا مان چکے ہیں، ہاں تم مخالفت نہ کرنا کہ یہ نافرمانی کا سبب ہوگا بصورت انکار تم وہ دیکھو گے جس کا تمہیں انتظار نہیں ہے۔ (والسلام)

اسامہ ابن زید نے خط کے جواب میں لکھا: عامل رسول خداؐ، اسامہ ابن زید (در غزوہ شام) کیطرف سے آپ کا نامہ مجھے ملا۔

لیکن خط کے پہلے حصہ کا مضمون آخری حصہ سے مختلف و متضاد ہے۔ آغاز کلام میں لکھا کہ میں خلیفہ رسول خدا ہوں، پھر دعویٰ یہ ہے کہ مسلمان آپ کے اطراف جمع ہوئے اور آپ کو اپنا ولی بنا دیا ہے اور آپ کی ریاست و امارت سے راضی ہو گئے ہیں۔

شاید تم اس بات کو بھول گئے کہ میں اور میرے تمام ساتھی بھی مسلمان ہیں بخدا قسم! ہرگز ہرگز ہم آپ کی ولایت و خلافت سے راضی نہیں ہیں۔

سن لو! حق اس کے اہل و مالک کو دیدو، انھیں ان کے حق سے محروم نہ کرو کیا تم نے رسولؐ کی وصیت اور روز غدیر کے عہد و پیمان کو فراموش کر دیا ہے؟

کیا رسول خداؐ نے میرے حکم کی اطاعت تم پر اور تمہارے رفقاء پر واجب نہیں کی تھی؟

کیونکر آپ نے میرے حکم کی مخالفت کی اور میری سرداری کے دائرہ سے خارج ہو کر مدینہ واپس چلے گئے؟ کیا تم تصدیق نہیں کرتے کہ آخر وقت تک رسول خداؐ نے مجھے معزول نہیں کیا تھا؟ پس میری اجازت کے بغیر مدینہ میں مقیم ہوئے؟

جب ابوبکر نے اسامہ کے خط کو پڑھا تو بڑی طرح ہل گئے اور اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہتے تھے کہ عمر بن خطاب نے کہا جس پیراہن سے خدا نے تمہارے جسم کو آراستہ کیا ہے اپنے جسم سے مت اتارو، ورنہ پچھتاؤ گے اور کوئی چارہ نہ ہوگا ضروری ہے کہ متعدد خطوط اور مسلسل پیغام کے ذریعہ ان سے اصرار کرو اور دوسروں کو بھی اکساؤ کہ وہ اسامہ کو لکھیں کہ مسلمانوں کے اختلاف وافتراق کا سبب نہ بنو اور جیسا دوسرے لوگوں نے کیا ہے تم بھی ویسا ہی کرو اور جمیعت وگروہ مسلمین سے اپنے کو خارج نہ کرو۔

پس ابوبکر اور دوسرے منافقین نے اسی مضمون کا خط اُسامہ کو لکھا جس میں یاد دہانی کرائی گئی تھی کہ فتنہ واختلاف پیدا کرنے سے بچو تازہ مسلمانوں کا لحاظ کرو، درست وصحیح رائے اور قوم کے سرداروں کے نظریہ کی مخالفت نہ کرو۔

جب یہ خطوط اُسامہ کو ملے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر مدینہ میں وارد ہوئے اور علیؑ کے گھر آئے اور پوچھا یہ حادثہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

جیسا تم دیکھتے ہو ویسا ہی ہے، پوچھا کیا آپ نے بیعت کر لی ہے؟

امیر المومنینؑ: ہاں، اسامہ، آپ نے بیعت اختیاراً کی یا جبراً و کراہتاً۔

امیر المومنینؑ: مجھے مجبور کیا گیا (میرے ہاتھ کو زبردستی ان کے ہاتھ پر رکھ دیا) پھر اُسامہ ابوبکر کے گھر آئے اور خلیفہ مسلمین کے لحاظ سے ان کو سلام کیا۔ ابوبکر نے اس کے سلام کے جواب میں کہا، اے امیر! تم پر میرا سلام ہو۔

ابوبکر کا خط اپنے باپ کے نام

بیان کیا گیا ہے کہ جب پیغمبرؐ کی وفات ہوئی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے اس وقت ان کے باپ طائف میں تھے۔ ابوبکر نے اس طریقہ سے ان کو خط لکھا۔

از جانب خلیفہ رسول خدا بسوئے ابوقحافہ۔ لوگوں نے میری خلافت پر اتفاق کیا ہے اور راضی ہو گئے ہیں، آج میں خلیفہ خدا ہوں، آپ یہاں تشریف لائیں آپ کی مسرت وخوشی کے اسباب مہیا ہیں آپ کی آنکھیں روشن ہوں گی۔

جب ابوقحافہ کو خط ملا تو قاصد سے پوچھا، لوگوں نے علی ابن ابیطالب کی بیعت کیوں نہیں کی؟

اس نے جواب دیا کہ علیؑ جوان ہیں انھوں نے بہت سے قریش اور دوسرے لوگوں کو قتل کیا ہے جس کے سبب ان کے دشمن زیادہ ہیں لیکن ابوبکر پیر مرد اور تجربہ کار ہیں۔

ابوقحافہ نے کہا: اگر بڑھاپا اور پیری معیار خلافت ہے تو میں اس کا باپ ہوں، میری عمر اس سے زیادہ ہے انصاف یہ ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب پر ظلم کیا گیا کیونکہ رسول خداؐ نے ان کی بیعت کا عہد و پیان ہم سے لیا تھا پھر ابوبکر کے خط کا جواب دیا۔

از جانب ابوقحافہ اپنے بیٹے ابوبکر کیطرف:

لمّا بعد! تمہارا خط ملا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے بغیر سوچے سمجھے لکھ دیا ہو کیونکہ اس کا ایک جملہ دوسرے جملہ کے مخالف و متضاد ہے ایک مرتبہ لکھا میں خلیفہ، رسول خدا ہوں، دوبارہ لکھا میں خلیفہ خدا ہوں پھر لکھا کہ لوگوں نے خلافت دیا اور راضی ہوئے۔

تمہارا یہ کام بہت مشکوک و مشتبہ ہے مبادا تم ایسے امور میں داخل ہو جاؤ کہ جس سے نکلنا اور نجات پانا بہت دشوار ہے، یاد رکھو کہ اس کا انجام ندامت و ملامت اور آتش دوزخ ہے۔

ہاں ہر امر کے ورود و خروج کا راستہ ہے اور مرد عاقل کو دخول سے قبل خروج کی حالت اور نتیجہ کی بدقت جستجو و بررسی کر لینا چاہئے۔ میری نگاہ میں اس امر بزرگ میں تم کو نہیں پڑنا چاہئے اور مقدم واولیٰ شخص کی موجودگی میں یہ جگہ خالی چھوڑ دینا چاہئے۔

اپنی حفاظت کرو اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس مقام کو اس کے لئے چھوڑ دو، جان لو کہ آج اس کو چھوڑ دینا بہت سہل و آسان ہے۔

امیر المومنین علیؑ کے بارے میں ابوبکر کا کلام

عامر شعبی سے روایت کی گئی ہے، اس نے عروہ ابن زبیر، انھوں نے زبیر ابن عوام سے کہ جب ابوبکر منصب خلافت پر فائز ہوئے کچھ منافقین نے کہا علی ابن ابیطالبؑ پر ابوبکر مقدم ہو گئے اور ابوبکر اس خلافت کیلئے علی ابن ابیطالب سے اولویت رکھتے ہیں۔ ابوبکر نے جب یہ بات سنی تو کہا وہ خاموش ہو جائے جو راہ دین سے منحرف ہو گیا، جیسے اپنی رفتار، گفتار کا خیال نہیں ہے، آداب محبت وشرائط مودّت کی رعایت نہیں کرتا، اس جماعت نے مجبوراً ایمان کا اظہار کیا ہے اور نفاق وعداوت کو دلوں میں پوشیدہ کر رکھا ہے، وہ سب شیطان کے پیرو ہیں، تم ایسا سمجھتے ہو کہ یہ میرا اعتقاد ہے کہ منصب خلافت کیلئے میں علی ابن ابیطالب سے بہتر وبرتر ہوں۔

میں ایسا دعوئی کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ جو سبقت وخصوصیت اور قرابت ان کیلئے ہے میرے لئے نہیں ہے، انھوں نے اس وقت ایمان قبول کیا اور خدا کی عبادت کی جب میں کافر تھا، اس وقت وہ پیغمبر اسلام کے دوست وموافق تھے جب میں دشمن ومخالف تھا، انھوں نے سعادت وخوش بختی میں مجھ پر سبقت کی اگر میں تسامح کر کے غفلت کروں پھر بھی ممکن نہیں کہ ان تک پہنچ سکوں، بخدا قسم! علیؑ ابن ابیطالب پروردگار کی محبت اور تعلق وقرابت رسول اکرمؐ بلندی ایمان کے اعتبار سے ایسا مقام رکھتے ہیں کہ گزشتہ وآئندہ میں سے کوئی بھی کتنی کوشش کرے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

انھوں نے راہ خدا میں جان دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا، اپنے چچازاد بھائی رسولؐ خدا سے بے انتہا محبت کرتے تھے، تمام حادثات، مشکلات ومصائب کو مسلمانوں سے مخلصانہ ودوستانہ برطرف کرتے۔

وہ شبہات کو دور کرنے والے ہیں، وہ مخالف ہدایت کے راستوں کو مسدود کرنے والے ہیں، وہ ہمیشہ شرک ونفاق سے مقابلہ کر کے حقیقت کو روشن کرتے ہیں، وہ دوسروں سے پہلے رسول خدا سے ملحق ہوئے،

وہ سب سے پہلے میدان جنگ میں قدم رکھتے، علم وفہم ان کے وجود میں جمع ہے، صفات حسنہ، معارف و حقائق ان کے قلب میں جاگزیں ہیں جو کچھ ان کے دست وسینہ میں ہے اس کو انفاق اور صرف کرتے ہیں،

کیسے کوئی ان کے مقام ومنزلت کی آرزو کرسکتا ہے جبکہ اسے خدا اور اس کے رسولؑ نے ولایت مومنین اور امامت امت کیلئے نصب ومعین کیا ہے، میں نے خود رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔ جو ان کی پیروی واطاعت کرے ہدایت وخوش بختی اس کا نصیب ہے جو ان کی مخالفت ونافرمانی کرے وہ ہلاکت سے نزدیک ہوگا، جو اسے دوست رکھے وہ سعادتمند ہے جو اس سے دشمنی رکھے وہ رحمت خدا سے دور ہے۔

اگر کوئی علی ابن ابیطالب کو دوست نہیں رکھتا تو نہ رکھے لیکن ان سے دوستی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ انھوں نے کبھی بھی خدا کی مخالفت نہیں کی، خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی، اور لوگ وفات رسولؐ کے بعد ان کے محتاج ہیں، ان کی محبت کے وجوب کے اسباب کا کوئی شمار نہیں ہے، علی ابن ابیطالب رسولؐ کے نزدیک رشتہ داروں اور اہل بیت میں سے ہیں، وہ تمام چھوٹے بڑے موضوعات کے عالم ہیں، وہ ہر حال میں راضی وخوشنود ہیں، وہ حادثات وواقعات کے مقابل صابر ومتحمل ہیں وہ لوگوں سے برابری ومساوات کا سلوک کرتے ہیں، وہ صاحب لواء حمد ہیں، وہ روز قیامت کے ساقی ہیں ان میں تمام خوبیاں اور سارے علوم جمع ہیں، وہ خدا ورسولؐ کی قربت کا وسیلہ ہیں، ان کے صفات ومقامات حدود وشمار سے باہر اور درک ووصف سے بالاتر ہیں، آگاہی رکھنے والے تمنا کرتے ہیں کہ علیؑ ابن ابیطالب کے قدموں کی خاک پاک ہو جائیں۔

امیر المومنینؑ و عباس ابن عبد المطلب

ابورافع سے روایت ہے کہ میں ابوبکر کے سامنے بیٹھا تھا اسی وقت علیؑ ابن ابیطالب اور جناب عباس پیغمبرؐ کی میراث کے سلسلہ میں اختلاف کرتے ہوئے وارد دربار ہوئے۔

ابوبکر نے حاضرین کیطرف رخ کر کے کہا تمہارے لئے یہ کوتاہ قد ﴿علی ابن ابیطالبؑ﴾ بلند قد ﴿عباس﴾ کے مقابلہ میں کافی ہیں۔

جناب عباس نے کہا میں پیغمبرؐ کا چچا اور ان کا وارث ہوں اور یہ علیؑ ابن ابیطالب میرے بھائی کے بیٹے اور پیغمبرؐ کے چچا کے بیٹے ہیں جو مجھے میراث رسولؐ سے روک رہے ہیں۔

ابوبکر نے کہا اے عباس! آپ اس وقت کہاں تھے جب پیغمبرؐ نے تمام بنی عبد المطلب کو جمع کیا تھا جس میں آپ بھی شامل تھے، پھر فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے گا، وہی میرا وصی و خلیفہ ہوگا وہی میرے قرض کو ادا کر کے میرے وعدوں کو پورا کرے گا، پس سوائے علیؑ ابن ابیطالب کے آپ سب نے انکار کر دیا تھا اور پیغمبرؐ نے علیؑ ابن ابیطالب سے فرمایا: تم میرے خلیفہ ہو۔

جناب عباس نے کہا تو اس مقام پر آپ کیوں بیٹھ گئے؟ علیؑ ابن ابیطالب کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ اور اپنے کو امیر و حاکم کیوں بنا دیا؟ ابوبکر نے کہا اے فرزندان عبد المطلب! مجھے چھوڑ دو۔

امارت وولایت کے موضوع پر ابوبکر کی گفتگو

رافع ابن ابورافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوبکر کے ساتھ سفر کر رہا تھا میں نے کہا مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیجیے جس کے ذریعہ خداوند متعال مجھے خیر ونفع عطا کرے؟ ابوبکر نے کہا۔

میرا خود بھی یہی ارداہ تھا چاہے تم سوال نہ کرتے پھر کہا ہر گز خدا کا شریک نہ قرار دو، نماز کی پابندی کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، حج وعمرہ ترک نہ کرو، دو مسلمان کی بھی حکومت وفرمانروائی قبول نہ کرو۔

اس وقت میں نے کہا نماز، روزہ، حج وزکواۃ کے بارے میں جو کچھ آپ نے کہا میں اس پر عمل کروں گا لیکن موضوع امارت وحکومت، میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے ثروت وشرف اور قرابت رسولؐ کی عزت ومنزلت اسی حکومت کے ذریعہ حاصل کی ہے۔

ابوبکر نے کہا تم نے مجھ سے نصیحت کا تقاضا کیا جو کچھ معلوم تھا بتا دیا خلوص نیت کے علاوہ کوئی مقصد نہیں، ابورافع طائی کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے انتقال کے بعد جب ابوبکر نے حکومت سنبھالی میں نے ان سے آکر کہا کیا آپ نے مجھے دو مسلمان پر بھی حکومت کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟

ابوبکر نے کہا ہاں! میں نے کہا پھر آپ نے کیسے قبول کر لیا؟ اور امت محمدؐ پر بھی حاکم بن گئے؟

انھوں نے کہا لوگ اختلاف میں گرفتار ہو گئے، مجھے خوف ہوا کہ لوگ گمراہ ومنحرف نہ ہو جائیں پھر لوگوں نے مجھ سے قبولیت کا تقاضا کیا میرے پاس قبولیت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

فدک کے بارے میں علیؑ کا ابوبکر سے احتجاج

حماد ابن عثمان نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت کرلی گئی اور مہاجرین وانصار پر ان کی حکومت وامارات پائدار ہوگئی تو اپنی طرف سے کسی کو سرزمین ''فدک'' بھیجا کہ وہاں سے حضرت زہراؑ کے نمائندوں کو خارج کردے۔

حضرت فاطمہؑ نے آکر ابوبکر سے فرمایا: میرے بابا کی میراث سے مجھے کیوں محروم کیا اور باغ فدک سے میرے نمائندہ کو کیوں نکالا؟ جبکہ میرے بابا نے حکم خدا سے یہ زمین مجھے بخشی تھی۔

ابوبکر نے کہا گواہی پیش کیجئے؟

حضرت زہراؑ نے گواہی کی خاطر امّ ایمن کو حاضر کیا، امّ ایمن نے کہا! گواہی دینے سے قبل میں تم سے پوچھتی ہوں کیا تم مانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے میرے بارے میں فرمایا ہے، امّ ایمن جنت کی عورتوں میں سے ہے، ابوبکر نے کہا! ہاں، پھر امّ ایمن نے کہا جب آیت ﴿فات ذاالقربیٰ حقه﴾ نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ نے باغ فدک حضرت زہراؑ کو عطا فرمایا اور اسے ان سے مخصوص کردیا۔

پھر حضرت علیؑ بھی حاضر ہوئے اور جیسی گواہی امّ ایمن نے دی تھی، ویسی ہی گواہی آپ نے بھی دی۔ پس ابوبکر نے جناب فاطمہ زہرا کو ایک خط لکھ کردیا۔ اسی وقت عمر بن خطاب آگئے، فاطمہؑ کے دست مبارک میں تحریر دیکھ کر مضمون کے بارے میں استفسار کیا، ابوبکر نے سارا ماجرا اور خط کا مضمون بیان کیا۔

عمر بن خطاب نے جناب فاطمہ زہرا کے ہاتھ سے خط لے کر پھاڑ دیا۔

حضرت زہراؑ محزون ومغموم وہاں سے نکل آئیں۔ پھر حضرت علیؑ نے مسجد میں آکر ابوبکر و کچھ مہاجرین وانصار کے سامنے فرمایا! تم نے رسولؐ کے دیئے حق کو فاطمہؑ سے کیوں لے لیا اور ان کے مخصوص حق وملکیت سے انھیں کیوں محروم کردیا؟

ابوبکر نے کہا یہ زمین تمام مسلمانوں کا مال غنیمت ہے اگر فاطمہؑ گواہی پیش کرسکیں اور ثابت کردیں کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں انھیں بخش دیا تھا، تو ان کا مالک ہونا ثابت ہوگا ورنہ ان کیلئے مخصوص نہیں ہوگا۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: کیا حکم خدا کے خلاف بات کرنا چاہتے ہو؟ ابوبکر نے کہا نہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اگر کسی مسلمان کے ہاتھ میں کوئی مال ہو، میں دعویٰ کروں کہ یہ میری ملکیت ہے تو دلیل تم مجھ سے مانگو گے یا اس سے جو کہ اس مال میں متصرف ہے؟

ابوبکر نے کہا یقیناً آپ سے گواہی کا مطالبہ کروں گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: پھر فاطمہؑ سے گواہی و دلیل کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ جبکہ باغ فدک حیات پیغمبرؐ سے آج تک فاطمہؑ کے تصرف و ملکیت میں ہے اور دوسرے مسلمان اس کے مدعی ہیں، ان سے دلیل کیوں نہیں مانگتے؟ ابوبکر خاموش ہوگئے، جواب سے عاجز رہے۔

عمر نے کہا اے علیؑ! اپنی باتوں کو ختم کرو، ہم تم سے مباحثہ و مناظرہ کی قدرت نہیں رکھتے، آپ کو دلیل قائم کرکے اپنی ملکیت ثابت کرنا چاہیے ورنہ اس زمین میں آپ کا کوئی حق نہیں ہوگا؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تم سے پوچھتا ہوں، آیۂ تطہیر کس کے لیے نازل ہوئی ہے؟

ابوبکر نے کہا! خاندان پیغمبرؐ اور آپ کی شان میں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

اگر کچھ لوگ دختر رسول فاطمہؑ کے رجس و فحش کے بارے میں گواہی دیں تو کیا کرو گے؟ ابوبکر نے کہا اس وقت فاطمہؑ پر حد جاری کروں گا۔ علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا: اس صورت میں تم نے حکم خدا اور دستور رسول خداؐ کے خلاف عمل کیا ہوگا اور اگر تم نے ایسا کردیا تو کافر ہوجاؤ گے۔

ابوبکر نے کہا کیسے؟ علیؑ ابن ابیطالب نے فرمایا:

اولاً خداوند عالم نے طہارت فاطمہ زہرا کی اسی آیت میں گواہی دی ہے اور ان کو ہر طرح کی رجس و برائی سے پاک کیا ہے اور تم لوگوں کی گواہی کو خدا کی گواہی پر مقدم کر رہے ہو۔

ثانیاً: رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: دلیل و گواہی مدعی کی ذمہ داری ہے، مدعا علیہ صرف قسم کھائے گا۔ تم

اس حکم سے منحرف ہورہے ہو اور باغ فدک جو فاطمہؑ کے تصرف میں ہے اور دوسرے لوگ اس پر دعویٰ کررہے ہیں پھر تم فاطمہؑ ہی سے دلیل وشاہد کا مطالبہ کررہے ہو یہ حکم خدا اور قانون اسلام کے خلاف کام کررہے ہو۔ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے لوگ علیؑ کے کلمات سے بہت متاثر ومتعجب ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے بخدا قسم! علیؑ ابن ابیطالب صحیح ودرست کہہ رہے ہیں، یہ کہہ کر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا مسجد میں داخل ہوئیں اور اپنے بابا رسولؐ خدا کی قبر کا طواف کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

ترجمہ: آپ ہمارے درمیان سے چلے گئے ہمارا حال اس زمین کی مانند ہوگیا ہے جس پر مفید بارش نہیں برستی، آپ کی امت نے اختلاف کیا، آپ ان کے امور کے گواہ رہئے گا آپ کے بعد جھوٹی اور اختلافی حدیثیں بیان کی گئیں، اگر آپ ہوتے تو لوگوں کے امور اتنے سخت نہ ہوتے کچھ لوگ تند نگاہی سے ہمارے مقام ومنزلت کو ہلکا سمجھ رہے ہیں، آپ کے جدا ہوتے ہی ہم پر ظلم وستم ہونے لگے۔ جب تک ہم زندہ ہیں آپ پر گریہ کرتے رہیں گے اور جب تک ہماری آنکھوں میں آنسو ہیں روتے رہیں گی۔

علیؑ ابن ابیطالب وخالد ابن ولید

ابوبکر مسجد سے نکلے اور اپنے گھر چلے گئے، پھر عمر بن خطاب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علیؑ سے ہماری گفتگو کس انداز میں ختم ہوئی ؟ اگر چند دن ایسی ہی بحث وگفتگو ہو جائے تو یقیناً ہمارے امور متزلزل اور ہماری حکومت وامارت کی بنیاد کمزور وخراب ہو جائے گی، اس بارے میں تم کیا کہتے ہو تمہاری رائے کیا ہے؟ عمر بن خطاب نے کہا میری نگاہ میں ان کا وجود ہمارے آرام اور ہماری ترقی کیلئے مانع ورکاوٹ ہے اس کی فکر کرنا چاہئے۔

ابوبکر نے کہا یہ کام کیسے ہو سکتا ہے؟ عمر نے کہا بہت آسان ہے خالد ابن ولید کے ذمہ کردو۔

آدمی بھیج کر خالد کو بلایا گیا، ابوبکر نے خالد کیطرف رخ کر کے کہا ایک بہت بڑا کام تمہارے حوالہ کرنا چاہتا ہوں، خالد نے کہا جو کہئے حاضر ہوں، چاہے قتل علیؑ ہی ہو۔ انھوں نے کہا ہمارا مقصد یہی ہے، خالد نے کہا جیسی رائے دیں میں عمل کروں گا۔

ابوبکر نے کہا مسجد میں علیؑ کے بازو میں بیٹھ جاؤ جیسے ہی میں نماز تمام کروں فوراً ان کی گردن ماردو۔

اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر نے یہ باتیں سن کر اپنی کنیز سے کہا کہ فاطمہؑ بنت رسولؐ کے گھر جاؤ اور یہ پیغام کہہ دو۔

آیت کا ترجمہ: کچھ لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا ہے آپ شہر سے باہر چلے جائیں میں آپ کی خیر خواہ ہوں۔ علی ابن ابیطالب نے فرمایا:

اسماء سے کہہ دو کہ خدا انھیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دے گا، پھر گھر سے باہر آئے اور مسجد میں جا کر خالد ابن ولید کے بازو میں بیٹھ گئے۔

ابوبکر نے نماز شروع کی جب تشہد پڑھ چکے تو اپنے حکم پر نادم وپشیمان ہوئے اور اتنا بے چین ہوئے

کہ بے اختیار سلام پڑھنے سے پہلے ہی خالد کو متوجہ کر کے کہا جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اس پر عمل نہ کرنا۔

امیر المومنین نے جیسے ہی نماز تمام کی خالد کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا بتاؤ ابو بکر نے کیا حکم دیا تھا؟

خالد نے کہا آپ کی گردن مارنے کا حکم دیا تھا، اگر سلام سے پہلے منع نہ کیا ہوتا تو آپ کو قتل کر دیتا۔

یہ سن کر علیؑ ابن ابیطالب نے خالد کو پکڑ کر بہت زور سے جھنجوڑا اور زمین پر پٹخ دیا، لوگ علیؑ کیطرف دوڑے اور قسم دے کر خالد کو چھڑایا۔ پھر عمر کے گلے کو زور سے دبا کر فرمایا: اے صہاک کے بیٹے! اگر وصیت رسولؐ نہ ہوتی تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ ہم میں کون کمزور و بے یار و مددگار ہے۔

غصب فدک کے بعد ابوبکر کے نام علیؑ کا خط

نجات کی کشتیوں کے سینوں سے فتنہ وفساد کی امواج کو چیر ڈالو، خواہش پرست ومکار لوگوں کے ساتھ خود پسند لوگوں کے غرور وتکبر کے تاجوں کو نیچے گرادو، مبدا فیض ونور سے استفادہ کر کے صرف اسی مبدا کیطرف متوجہ رہو، نفوس طاہرہ کی میراث انھیں واپس کردو، جہالت غفلت وحیرت کے احاطہ سے باہر آجاؤ، میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم چکی کے گرد گھومنے والے چشم بستہ اونٹ کیطرح سرگردان وحیران پھر رہے ہو۔

خدا قسم! اگر مجھے اجازت ہوتی تو تیار شدہ فصل کو تیز وآہنی ہنسیا سے کاٹنے کیطرح تمہارے سروں کو جسموں سے جدا کردیتا اور تمہارے دلیروں کے کاسہء سر کو ایسے پھوڑ دیتا جیسے تمہاری آنکھیں مجروح ہوگئی ہوں اور تم سب کے سب حیران ووحشت زدہ ہو جاتے، میں وہی ہوں جس نے جمعیت کثیر کو پراگندہ کردیا، لشکروں کو نیست ونابود کردیا، تمہارے نظام حکومت کو درہم برہم کردیا، ہمیشہ میدان جنگ میں ہمیشہ مشغول جہاد ومقابلہ رہا اور تم اپنے گھروں میں اعتکاف کئے بیٹھے رہے، میں کل تک شب وروز پیغمبر کے ساتھ ساتھ تھا اور تم سب میری رفتار وگفتار سے آگاہ ہو۔

تم نے میری منزلت وبلندی کی تصدیق کی، اپنے باپ کے جان کی قسم! تم نہیں چاہتے کہ نبوت وخلافت ہمارے خاندان میں جمع ہو جائے، ابھی تم نے بدر وحنین کی دشمنیوں کو فراموش نہیں کیا ہے۔

بخدا قسم! اگر تم سے ان باتوں کو بتادوں جو خداوند عالم نے تمہارے لئے مقدر وتحریر کیا ہے تو اضطراب وبے چینی کے سبب تمہاری ہڈیوں کے دندان چکی کے دندانوں کے تداخل کیطرح سے تمہارے جسموں کے اندر گھس جائیں گی، میں اگر کچھ کہوں تو تم اسے حسد پر محمول کرتے ہو اگر خاموش ہو جاؤں تو کہو گے کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا، افسوس افسوس، مجھے موت کا اس سے زیادہ شوق ہے جتنا شیر خوار بچہ کو ماں

کے پستان سے ہوتا ہے، میں نے ہی دشمنوں کو شربت مرگ کا مزہ چکھایا تھا، میں ہی جنگ کے میدانوں میں دو سنگین تلواروں اور دو بلند نیزوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا، میں ہی معرکوں میں موت کا استقبال کرتا، مجھے موت کا ذرا سا بھی کوئی خوف و ڈر نہیں، میں ہی تاریک راتوں میں گھس کر مخالفین کے جھنڈوں کو سرنگوں کرتا میں ہی رسول اکرمؐ کے قلب مبارک سے غم واندوہ کو برطرف کرتا تھا۔

جو کچھ خدا نے تمہارے بارے میں نازل کیا ہے مجھے معلوم ہے اگر مجھے بتانے کی اجازت ہوتی تو تم گہرے کنویں کی ہلتی لرزتی رسی کیطرح ہوتے اور حیران وسرگردان بیابانوں میں گھومتے پھرتے۔

لیکن میں نے اس امر میں آسان واحسان سے کام لیا اور خود اپنی زندگی کو بہت سادہ وآسان بنا دیا کہ لذات دنیوی سے دست خالی، تاریکیوں سے دور اور پاک قلب کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔

جان لو! تمہاری دنیا کی حقیقت میرے نزدیک اس بادل کی مانند ہے جو ہوا سے اڑتے ہوئے لوگوں کے سروں پر سمٹ جاتا ہے پھر پراگندہ ہو جاتا ہے۔

بہت جلد تمہاری آنکھوں کے سامنے سے غبار برطرف ہو جائیں گے اور اپنے اعمال قبیحہ کا نتیجہ دیکھو گے اور اپنے ہاتھوں کے کاشت کئے ہوئے کڑوے دانوں کو قاتل ومہلک زہر کی صورت میں کاٹو گے۔

سمجھ لو! خدا بہترین حاکم ہے اس کے رسول تمہارے سب سے بڑے دشمن ومقابل ہوں گے اور سرزمین محشر وقیامت تمہارے ٹھہرنے وقیام کرنے کی جگہ ہوگی، خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور کر کے ہلاکت وعذاب میں مبتلا کرے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

علیؑ ابن ابیطالب کا خط

ابوبکر نے خط پڑھا تو بحال اضطراب و وحشت کہا علیؑ نے میرے اوپر کتنی جرأت و جسارت کی ہے، اے گروہ مہاجرین وانصار! کیا میں نے باغ فدک کے بارے میں تم سے مشورہ نہیں کیا؟ کیا تم نے نہیں کہا کہ انبیاء اپنی میراث نہیں چھوڑتے؟ کیا تم نے رائے نہیں دی، کہ فدک کی منفعت افواج کی آمادگی، سرحد کی حفاظت اور مسلمانوں کے منافع پر خرچ کیلئے ضروری ہے؟ ہاں میں نے بھی تمہاری رائے کو پسند کیا۔

لیکن علیؑ ابن ابیطالب نے اسے تسلیم نہیں کیا اور چمکتی ہوئی بجلی و گرجتے ہوئے بادلوں کی طرح مجھے ڈراتے ہیں وہ دراصل ہماری خلافت ہی کے مخالف ہیں، جبکہ میں نے اس سے استعفیٰ دینا چاہا اور کنارہ گیری چاہی لیکن تم نے قبول نہیں کیا میں روز اول سے علیؑ کی مخالفت وانکار کو پسند نہیں کرتا تھا اور ان کے اختلاف ونزاع سے بھاگ رہا ہوں، ابوبکر کی ان باتوں سے غصہ ہو کر عمر بن خطاب نے کہا، ان جملوں کے علاوہ تم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس سے زیادہ تم میں طاقت ہی نہیں تم اس کے بیٹے ہو جو جنگوں میں کبھی آگے نہیں رہا اور تنگی و قحط کے زمانہ میں سخی نہیں رہا، سبحان اللہ! تم کتنے ڈرپوک و بزدل ہو، تمہارا دل کتنا چھوٹا اور کمزور ہے۔ میں نے تمہارے اختیار میں آب گوار او زلال (شیرین وخوشگوار پانی) دیا لیکن تم اس سے استفادہ کیلئے حاضر نہیں ہو اور تم صاف وشفاف پانی سے رفع تشنگی کر کے سیراب نہیں ہو سکتے، میں نے گردنوں اور گردنکشوں کو تمہارے سامنے جھکا دیا، روشن فکر وسیاستمدار افراد کو تمہارے گرد جمع کر دیا، اگر میرے اقدامات اور میری فعالیت نہ ہوتی تو یہ کامیابی تمہیں نصیب نہ ہوتی، بطور مسلم علیؑ تمہاری ہڈیوں کو توڑ ڈالتے۔

خدا کا شکر کر و ایسی اہم نعمت میری وجہ سے تم کو میسر ہوگئی یقیناً جو منبر رسولؐ پر ان کی جگہ بیٹھے اسے ہمیشہ شکر کرنا چاہئے یہ علیؑ ہیں سخت پتھر کی مانند جب تک انھیں توڑا نہ جائے اس سے پانی نہیں پھوٹے گا، وہ

خطرناک سانپ کیطرح ہیں کہ بغیر مکر وحیلہ کے مطیع نہ ہوں گے، تلخ درخت کے جیسے ہیں کہ جب تک شہد نہ ملائی جائے پھل نہیں دے گا، انھوں نے ہی شجاعان قریش کو قتل کیا اور گردنکشوں کو نابود کیا۔

ان تمام چیزوں کے باوجود تم مطمئن وآرام سے رہو اور ان کی سختی وتہدید سے خوف نہ کرو، ان کے گرج وچمک سے نہ ڈرو تمھیں نقصان پہنچانے سے پہلے ان کے کام درست کرلوں گا۔

ابو بکر نے کہا یہ مبالغہ آمیز باتیں چھوڑو، اگر چاہیں تو ہمیں اپنے بائیں ہاتھ سے قتل کردیں فی الحال ہماری کامیابی کیلئے تین باتیں ہیں

(۱) ان کے یار ومددگار نہیں ہیں تن وتنہا ہیں۔

(۲) وصیت رسولؐ کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں، وصیت کے خلاف ہم سے معاملہ نہیں کرسکتے۔

(۳) بالفرض عرب کے تمام قبائل وطوائف ان سے باطنی عداوت رکھتے ہیں اور فطری طور پر ان سے مہربانی ومحبت نہیں کرسکتے یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے قبائل کے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا ہے۔

اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو خلافت وحکومت ان کیلئے مسلّم ویقینی ہوتی اور ہماری مخالفت کا کچھ اثر نہ ہوتا۔

سنو! علیؑ نے جیسا لکھا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے لاتعلق ہیں جیسے ہم موت سے بیزار وگریزاں ہیں ایسے ہی وہ دنیاوی زندگی وزینت سے بیزار ولاتعلق ہیں۔

کیا تم بھول گئے کہ انھوں نے جنگ احد میں کیسی قربانی دی، اس دن ہم سب جنگ سے پہاڑ بھاگ گئے تھے اور قریش کے جنگجوؤں اور بہادروں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا تھا اور ان کا قتل یقینی تھ فرار ونجات کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا لیکن علیؑ نے ایسی شجاعت وبہادری دکھائی کہ دشمن کا لشکر تتر بتر ہوگیا۔

اور جتنی بھی تلواریں ونیزے اس پر آتے سب کی کاٹ کرتے تھے اور اپنے مسلسل حملوں سے سروں تنوں سے جدا کرتے، سروں کو توڑتے جاتے، اس طرح انھوں نے سرداروں کے جسموں کو خاک میں دیا اور انھیں موت کے گھاٹ ایسے اتارا جیسے لومڑیوں کے گلہ غصہ ور دبھو کے شیر کے حملہ سے درہم بر ہوجاتے ہیں اور راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

حضرت زہراؑ کا فدک کے بارے میں خطبہ اور احتجاج

عبداللہ ابن حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے جب ابوبکر نے فدک غصب کرلیا اور حضرت فاطمہؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے سر پر مقنعہ ڈالا اور چادر اوڑھ کر قوم کی چند عورتوں کو ساتھ لے کر ابوبکر کے پاس روانہ ہوئیں'' حضرت زہراؑ لمبی چادر میں لپٹی ہوئی ایسے چل رہی تھیں جیسے ان کے بابا رسولؐ خدا چلتے تھے آپ جب وہاں پہنچیں، ابوبکر کچھ انصار و مہاجرین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے پردہ لگوایا اور آپ پردہ کے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔

اس وقت رسول کی بیٹی نے ایک دردناک و دل سوز آہ کھینچی جس سے سب متاثر ہوکر رونے لگے اور ایک بے چینی پھیل گئی، پھر تھوڑا صبر کیا یہاں تک کہ لوگوں کا جوش گریہ تمام ہوا، اس وقت آپ نے خطبہ شروع کیا:

خدائے جہان کی حمد وثنا کرتی ہوں اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں اور اس کے احسان کا شکر کرتی ہوں، اس کی نعمتیں سارے جہان کو گھیرے ہوئے ہیں، اس کے احسان کا دسترخوان ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، اس کی خوبیاں شمار و اندازہ اور ہمارے افکار سے باہر ہیں، اس کی نعمتوں پر شکر، ان کے دائمی اور اضافہ ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے اس متواتر اور جاری احسان اس کی حمد وستائش کا سبب ہیں۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اس کا کوئی شریک و مثل اور رفیق و مددگار نہیں ہے، ہاں یہ کلمہ شہادت اخلاص کی حقیقت ہے توحید و اخلاص کی حقیقت فطری قلوب ہے مقام توحید کی تحقیق و خصوصیات ایمان و تفکر کے نور سے ظاہر ہوتی ہیں، ہمارے افکار اس کی ذات کے ادراک سے عاجز ہماری زبان اس کے اوصاف کے بیان سے قاصر اور جسم کی ظاہری آنکھوں سے اس کا درک کرنا ممتنع و محال ہے۔

وہ تمام موجودات کو بغیر کسی سابقہ مادہ کے مرحلہ وجود میں لے آیا اور تمام اشیاء کو بغیر سابقہ مثال و نظیر و شکل وصورت کے ایجاد و خلق فرمایا، اپنی مشیت وقدرت کاملہ سے اپنے کسی نفع و فائدہ کے بغیر کائنات کو

بنایا اور منظم کیا، اس کا مقصد اظہار قدرت وحکمت اور ظہور لطف ومحبت کے سوائے کچھ بھی نہیں ہے اس نے انسان کو پیدا کر کے اپنی اطاعت وعبادت اور ثواب واجر جمیل کی بشارت دی ہے اور اپنی سرکشی ونافرمانی اور اپنے غضب وعذاب سے ڈرایا ہے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد بزرگوار اس کے بندہ ورسولؐ ہیں، خدا نے ان کی بعثت سے قبل عالم غیب میں انھیں نبوت ورسالت کیلئے منتخب کیا کیونکہ لوگوں کے مراتب ودرجات از روز اوّل اسی عالم غیب میں مقدور ومعین کر دیئے گئے ہیں خداوند عالم تمام امور کے انجام سے ہے آگاہ ہے وہ زمانہ کے صلاح وفساد اور واقعات وحادثات کا عالم اور ان پر محیط ہے۔

پروردگار نے اپنے رسول کو بھیجا، تاکہ اس کے اوامر واحکام اور فرامین انسانوں پر واضح وروشن ہو جائیں اور لوگ جہالت وگمراہی اور انحراف سے نکل کر دانش ومعرفت اور حقیقت وسعادت کی راہ پر گامزن ہو جائیں، جب وہ مبعوث ہوئے تو لوگ متفرق ومنتشر تھے اور بتوں کی عبادت وپرستش کرتے تھے لوگ پروردگار عالم اور اہل دنیا کے قادر وتوانا خالق سے غافل ومنحرف تھے، انھیں کے ذریعہ لوگوں کی جہالت وغفلت ونادانی برطرف ہوئی اور رسولؐ خدا نے مکمل حوصلہ واستقامت کے ساتھ لوگوں کی ہدایت ونجات کیلئے محنت وکوشش کی اور ان کی صراط مستقیم وقانون حق اور ہدایت ونور کیطرف رہنمائی کی۔

پھر انھوں نے دین الٰہی، راہ راست حق اور انسانوں کی تکلیف (شرعی) کو بیان کیا، اس کے بعد خدا نے رسول کو اپنی طرف بلا لیا اور اپنی کامل مہربانی ومکمل لطف سے ان کی روح مقدس کو قبض فرمایا اور وہ اس دنیا کی زحمت ومشقت سے فرصت پا گئے اور ملائکہ مقربین کے ہمنشین ونزدیک ہو گئے ان پر خدا کا درود وسلام ہو۔

اے مہاجرین وانصار! تم بندگان خدا اور اس کے احکام اوامر ونواہی برپا کرنے والے ہو، تم دوسری اقوام تک رسولؐ اکرم کے پیغامات واحادیث پہنچانے والے ہو، تمھیں امانت وحقایق الٰہی ودین مقدس اسلام کی حفاظت میں کوشاں رہنا چاہئے اور امانت داری سے کام لینا چاہیئے۔

خطبہ میں احکام الٰہی کا فلسفہ

سنو! رسولؐ خدا نے ایک نہایت باعظمت و باقیمت امانت تمہارے درمیان چھوڑی ہے وہ کتاب آسمانی قرآن ربانی ہے، قرآن مکمل خوش بختی وسعادت اور تکامل بشر کا واحد واکیلا نسخہ ہے قرآن نور خدا اور اس کی محکم ومضبوط دلیل ہے حقائق وقوانین کے مجموعہ وخدائی دلائل کو اس کتاب مبین میں واضح وروشن کر دیا گیا ہے اگر تم اس کتاب آسمانی پر عمل کرو تو سعادت وترقی کے آخری درجہ تک پہنچ کر جہالت وگمراہی اور مصائب کے اندھیروں سے نجات پاؤ جس سے دوسری امتوں کے لوگ تم سے رشک وغبطہ کریں گئے۔

اے مسلمانو! جان لو کہ تمہاری زندگی کے وظائف اور انفرادی واجتماعی دستور وقوانین اس کتاب آسمانی میں بیان کر دیئے گئے ہیں، حق کے دلائل وحقائق کے براہین اور احکام الٰہی بھی قرآن مجید میں مندرج ہیں تکالیف الٰہی وقوانین دینی صرف تم لوگوں کی خوش بختی وسعادت کیلئے ہیں۔

توحید اس لئے ہے کہ تمہارے قلوب شرک وبت پرستی کی گندیوں سے پاک ہو جائیں اور ایمان وروحانیت کا نور تمہارے دلوں میں چمک اٹھے، نماز اس لئے ہے کہ اپنے مہربان خالق وپروردگار کا سجدہ کر کے اس کی عظمت کے سامنے خاضع وخاشع ہو جاؤ، زکوٰۃ اس سبب سے ہے کہ محبت ودوستی اور مہربانی وخیر خواہی کو دلوں میں پیدا کرے اور تمہارے مال ومنال کی زیادتی ہو جائے، روزہ دلوں سے اخلاقی تاریکیوں کو دور کرنے اور روح انسان کو تقویٰ، صلاح اور معنویت آمادہ کرنے کیلئے ہے، حج بیت اللہ ایک عملی جلوہ اور امتحان خارجی ہے جو کہ ایمان وروح خدا پرستی کو تقویت دیتا ہے، عدل مساوات وبرابری اور نظام کی حفاظت کیلئے ہے۔ ہم خاندان اہل بیت کی اطاعت وپیروی اور ہمارا تقدم وہماری امامت اس لئے ہے کہ خواہش پرست افراد کے درمیان سے اختلاف ونفاق ختم کر دیا جائے اور سب کے سب یکجا ویک رنگ ہو کر حق وحقیقت کو تسلیم کر لیں، جہاد دین مقدس اسلام کی عزت وعظمت اور بقا کا سبب ہے، صبر

کامیابی کی روشنی خوش بختی کی بنیاد اور حصول مقاصد کا ذریعہ ہے، امر بالمعروف اور نہی از منکر سماج و اجتماع کی درستگی و اچھائی کی حفاظت اور مفاسد و برائیوں کے سماج میں سرایت کرنے سے روک لگانے کیلئے ہے والدین کے ساتھ نیکی نزول رحمت کا سبب اور عذاب و غضب خدا کو دور کرنے والا ہے۔

صلہ رحم عمر کے اضافہ، امور کی آسانی اور مددگاروں کی کثرت کا ذریعہ ہے، قصاص اس لئے ہے کہ لوگ امن وسکون سے زندگی بسر کریں اور لوگوں کی جان و مال محفوظ رہے، نیکیاں و نذورات حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے حصول کی خاطر ہے، وزن و تول میں کمی نہ کرنا، جنس کے وجود کا سبب اور تجارت و بازار کے چلتے رہنے کا موجب ہے، شراب اس لئے حرام ہے کہ انسان برائیوں، برے کاموں اور ناشائستہ اعمال سے دور رہے، فحش باتوں سے اجتناب، اختلاف و نفاق اور دشمنی و بیہودگی کو دفع کرنے کی خاطر ہے، چوری نہ کرنے سے امانت و عفت کی حفاظت، آنکھ اور دل کی طہارت و پاکیزگی ہوتی ہے، حرمت شرک اس سبب سے ہے کہ سب لوگ نہایت خلوص و صاف نیت اور حسن سیرت کے ساتھ صرف پروردگار کی اطاعت کریں اور دوسروں سے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

(ترجمہ) آیت: تم خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر یہ کہ تم مسلمان رہو، راہ حق و خدا میں تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بناؤ لیکن وہ تقویٰ جو حقیقت کی بنا پر ہو اور ایسا تقویٰ جو تم کو عبودیت کی حقیقت و رضایت کے ساتھ اس دنیا سے جہان آخرت میں پہنچا دے، اوامر و نواہی پروردگار کی پیروی کرو، اسکی عظمت و جلالت اور سطوت کو فراموش نہ کرو اور اپنے کو جاہلوں اور نادانوں میں نہ قرار دو۔

ترجمہ آیت: جان لو! عالم و دانا شخص ہی خداوند عالم کی عظمت و بزرگی سے خوف زدہ اور ڈرتا رہتا ہے

فاطمہ زہراؑ اپنا تعارف کراتی ہیں

اے لوگو! سن لو میں فاطمہؑ ہوں اور میرے باپ محمد رسول خداؐ ہیں، میری باتیں ہر لحاظ سے حقیقت پر مبنی ہیں اور غلط و نادرستگی سے دور ہیں۔ مجھ سے بے ہودہ باتیں اور بے ربط عمل ہرگز سرزد نہیں ہوگا۔ خدا نے تمہاری ہدایت کیلئے ایسا رسول بھیجا جو صرف تمہاری سعادت و کامیابی چاہتا ہے اور تمہاری خوش بختی و نجات کا حریص ہے اور مومنین کیلئے مہربان ہے۔

اے لوگو! جو پیغمبرؐ خدا کیطرف سے بھیجا گیا، وہ میرے باپ ہیں، تمہاری عورتوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ یہ پیغمبر علی ابن ابیطالب کے چچازاد بھائی ہیں، تم مردوں میں سے کسی کے بھائی نہیں، میرے باپ وہی شخص ہیں جنھوں نے تم کو اعمال قبیحہ و عقائدہ باطلہ اور غلطیوں سے نکالا ہے، میرے ہی باپ نے لوگوں کو بہترین وعظ و نصیحت اور لطیف براہان و حکمت کے ذریعہ پروردگار کیطرف دعوت دی ہے، وہ وہی شخص ہیں جنھوں نے مشرکین و دشمنوں کے اعمال و کردار کی مخالفت کی ہے، میرے باپ نے بتوں کو توڑا، حقیقت میں دشمنوں اور اس سے بغض رکھنے والوں کی سرکوبی کی، کفر کے سرداروں اور بڑوں بڑوں کو ہلاک کیا، کیا کفر و نفاق کی گرہوں کو کھول ڈالا، شیطانوں کی زبانیں اور مخالفین کی باتیں کاٹ ڈالیں، یہاں تک کہ حق واضح و ظاہر ہوگیا اور آفتاب کیطرح گھری ہوئی تاریکیوں کو برطرف کردیا، دین کے راہنماؤں نے حقایق کو ظاہر کردیا، زبانوں نے کلمۂ توحید کا اقرار کرلیا۔

شرک و کفر اور خرافات و توہم پرستی، ظلم و ستم تمہارے درمیان سے اٹھ گئے، تم کو آتش کدہ کے کنارے اور سخت عذاب سے نجات دلایا اور تمہاری سرتاپا ذلیل و خوار زندگی و بدبخت حیات کو عزت و خوشی اور سربلندی میں تبدیل کردیا۔

تمہاری نورانی، عفیف و پاکیزہ جماعت ایمان لے آئی، اس سے قبل تم ایک لقمہ سے زیادہ کی حیثیت

نہیں رکھتے تھے، دوسروں کے چنگل میں پھنس کرنہ تمہارا کوئی اختیار تھا، نہ قدرت، دشمنوں کے پاؤں کے تلے دبے ہوئے تھے، تم گندے پانی اور پست غذا کھاتے تھے، تم ذلیل وخوار تھے۔

خداوند متعال نے اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ تم کو اس پستی وہلاکت سے نجات دی، اس کے بعد بھی عرب کے سرکش اشخاص اور نادان ونامعقول افراد ساکت نہ بیٹھے، اور آتش جنگ اور مخالفت کو بھڑکا دیا، اسے بھی خداوند متعال نے خاموش کر دیا۔

جب بھی شیطانی لشکر نے طاقت کا اظہار کیا یا مشرکین نے اپنے بغض وعداوت کے دہن کو کھولا انھوں نے اپنے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو ان سے مقابلہ ودفاع کیلئے سامنے کر دیا، علیؑ ابن ابیطالب نے اپنی ماموریت وذمہ داری کو پورا کیا، اور بغیر انجام تک پہنچائے ہوئے واپس نہیں ہوئے، انھوں نے دشمنوں کے بال وپر کو اپنے پیروں سے روند ڈالا، مخالفین کی شعلہ ور آگ کو اپنی شمشیر سے خاموش کیا اور نیت خالص اور خدا کی خاطر مشقت کو برداشت کیا، امر خدا میں پوری پوری کوشش کی، وہ رسول خدا کے نزدیک ترین لوگوں میں سے ہیں وہ دوستان خدا کے نزدیک معظم وبزرگ ہیں، وہ آستینوں کو چڑھائے ہوئے باکمال خلوص جہاد اور وظائف کی انجام دہی میں کوشش کرتے تھے۔

لیکن اس دن تم سب لوگ عیش وآرام میں پڑے تھے اور وسعت امن ونعمت میں تمہاری گذر ہو رہی تھی اور تم انتظار میں تھے کہ خاندان اہل بیت پر کوئی بڑا حادثہ اور سخت مصائب ومشکلات آئیں تم لوگ دشمنوں کی صفوں پر حملہ کے وقت پیچھے ہٹتے تھے اور جنگ وقتال سے بھاگتے تھے۔

اے لوگو! جب خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو اس دنیائے فانی سے جاودانی منزل کیطرف بلا لیا جو کہ انبیاء اور اس کے بندگان صالح کی آخری منزل ہے تو تمہارے اندرونی کینہ ظاہر ہو گئے، تمہارے چہروں کو چھپانے والے دین وشریعت کے لباس پرانے ہو گئے، وہ مخالفین جو کہ اکٹھا ایک گوشہ گمنامی میں پوشیدہ تھے، بال وپر مارنے لگے، اہل باطل کی صدائیں سنی جانے لگیں اور وہ لوگوں کے درمیان ظاہر ہو گئے، آواز شیطان بلند ہو گئی، منافقین نے اس کی صدا کو قبول کر لیا، خواہش پرست وگمراہ لوگ ضلالت واختلاف وفتنہ انگیزی

کے راستوں کو پکڑ کر شیطان کے پیچھے دوڑ پڑے۔

شیطان نے تمہیں دھوکا دے کر فریب خوردہ پایا اور جب تم کو حرکت دیا تو تم کو بہت ہلکا پھلکا پایا، تم اس کے ایک ہلکے اشارہ سے جذباتی اور تیز ہو کر اپنے کو گم کر دیا، عمل کے اعتدال وصحت کو ہاتھوں سے چھوڑ دیا، دوسروں کے حقوق پر تجاوز کیا، تم نے اس اونٹ کی مہار کو پکڑ لیا جو تمہارا نہیں تھا، اس چشمہ سے پانی پی لیا جس پر تمہارا حق نہیں تھا۔

اے لوگو! تمہاری حالت بہت ہی حیرت انگیز وتعجب خیز ہے، تم کتنے متزلزل اور ہلکے ہو اور کتنی جلدی وقار واطمینان وحقیقت سے دور ہو گئے، تم نے کتنی جلدی اپنے حرص ولالچ اور غضب کو آشکار کر دیا، ابھی ہمارے دلوں کے زخم بھرے نہیں ہیں، ابھی رسول اکرمؐ کا جنازہ زمین ہی پر تھا اور ہماری نظروں سے دور نہیں ہوا تھا کہ تم نے اپنی کارکردگی اور ناپسند کاموں کو شروع کر دیا، بہت تیزی وجلدی سے وہ کیا جو شایستہ اور سزاوار نہیں تھا، عجب بات ہے کہ تمہارے خیال میں تمہارے سارے اعمال فتنہ وفساد اور لوگوں کے بگڑے امور کو روکنے کیلئے ہیں، کیسا مضحکہ خیز عذر وبہانہ پیش کرتے ہو؟ خدا فرماتا ہے آگاہ ہو جاؤ یہ لوگ وقت امتحان سے ساقط وناکام ہو گئے، بیشک دوزخ کافرین کی جگہ ہے۔

جائے تعجب، ہے کہ تم خود اپنے سے دروغ گوئی کرتے ہو؟ کیا تمہارے درمیان قرآن مجید نہیں ہے؟ وہ قرآن جس کے احکام ظاہر حقائق جس کے روشن، نواہی جس کے واضح اور اوامر جس کے صریح وصاف ہیں کیا تم نے کلام خدا کو پیچھے کر دیا، حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا، تم نے کلام خدا سے اعراض کیا، خدا کا قول کہ ظالمین نے کیسی بری تبدیلی کی ہے جس نے دین اسلام کے علاوہ دوسرے راستہ کو اختیار کیا اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ میں رہے گا۔

تم لوگوں نے اتنا صبر نہیں کیا کہ اس مصیبت (موت پیغمبرؐ) کا جوش اور اس کی حالت کم ہو جائے اور نالہ وشیون بند ہو جائیں۔ بلا فاصلہ تم لوگوں نے فتنہ وفساد کی آگ جلانا شروع کر دیا اور لوگوں کے امور کی تباہی وبربادی کے شعلوں کو بھڑکانے لگے، شیطان کی دعوت قبول کر کے اس کے ہمراہ ہو گئے، دین مبین

کے انوار کو خاموش کر دیا، احکام وسنت رسولؐ خدا کو ترک کر دیا، تم نے کمزور بہانوں سے اپنے منحوس مقاصد اور نیتوں پر عمل کیا، حقیقت یہ ہے کہ تم نے خاندان پیغمبرؐ اہل بیت کے ساتھ ظلم وخیانت روا رکھا، تم جو چاہتے تھے وہ کر لیا، سوائے صبر وتحمل کے ہمارا کوئی وظیفہ نہیں ہے، ہاں تمہاری تیز دھار چھریوں کے مقابل ہم صبر کریں گے اور تمہارے طعنوں کے نیزے بھی تحمل کریں گے۔

مطالبہ فدک اور احتجاج

تم گمان کرتے ہو کہ رسول اکرمؐ کی ہمارے لئے کوئی میراث نہیں، کیا تم نے ایام جاہلیت کی پیروی نہیں کی؟ کیا تم نے نادانی سے اپنا حکم نہیں بنالیا؟ جب حکم خدا سے بہتر کوئی حکم نہیں ہے، ہاں یہ ان کیلئے ہے جو دین وایمان رکھتے ہوں۔ کیا تمہیں میرے دختر رسولؐ ہونے سے انکار ہے؟

اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی نہیں ہوں۔

اے مسلمانو! کیا یہ درست اور حق ہے کہ میں اپنی میراث سے محروم ہو جاؤں؟

اے ابوقحافہ کے بیٹے! کیا یہ قرآن مجید میں ہے کہ تم اپنے باپ کی میراث پاؤ لیکن تمہارے عقیدہ کے مطابق میں اپنے باپ کی میراث نہ حاصل کروں؟ کیا تم اپنی طرف سے ایک جھوٹا اور نیا حکم لائے ہو؟ کیا تم نے عمداً کتاب خدا کو ترک کردیا ہے اور احکام آسمانی کو پس پشت ڈال دیا ہے؟

خدا فرماتا ہے: ﴿وورث سلیمان داؤد﴾ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

خدا نے جناب یحییٰ ابن زکریا کی ولادت کے بارے میں فرمایا:

جب زکریاؑ نے خدا سے کہا، مجھے اپنے لطف واحسان سے ایک فرزند عطا کر جو میرے بعد میرے امور کا متولی اور میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔

پھر خدا فرماتا ہے: کہ صاحبان قرابت واہل خاندان میں بعض سے بعض بہتر ہیں، تمہاری اولاد کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کا دو برابر حصہ ہے پھر خدا کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے واجب ہے کہ موت کے وقت جمع کیا ہوا مال اگر چھوڑو تو اپنے والدین وقرابتداروں کیلئے وصیت کر دو تا کہ اس جمع شدہ مال سے تمہارے وارثین استفادہ کریں۔

تم نے تصور کرلیا کہ میراث میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، مجھے اپنے باپ کی میراث نہیں لینا چاہئے اور

ہمارے درمیان کوئی قرابت وتعلق نہیں ہے۔ کیا خدا نے ان آیات میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بطور عموم شامل کیا ہے لیکن میرے بابا کو اس عمومیت سے الگ کر دیا ہے؟ کیا میرے بابا اور میں ایک ہی مذہب وملت کے افراد نہیں؟

کیا تم لوگ آیات قرآنی کے عموم وخصوص پر استدلال کرنے میں میرے بابا اور میرے چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب سے عالم ودانا تر ہو؟ پھر ابوبکر سے مخاطب ہو کر بولیں: تم آج ہم سے فدک لے لو، تمہارا کوئی مخالف ومعارض نہیں ہے اور جو چاہو بغیر کسی کی مخالفت کے انجام دے لو لیکن ہوشیار رہنا روز قیامت خداوند عالم ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا وہ کتنا اچھا حاکم وقاضی ہے، اس دن ہمارے امام وپیشوا پیغمبرؐ خدا ہوں گے، ہمارا وعدہ گاہ روز قیامت ہے اس دن اہل باطل بہت خسارہ میں ہوں گے، اس دن ندامت وپشیمانی انھیں معمولی سا بھی فائدہ نہیں دے گی، جیسا خدا فرماتا ہے:

ہر خبر کیلئے ایک وعدہ گاہ ہے اور تم اس شخص کو دیکھ لو گے جو سخت مہلک، دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا

انصار کی سرزنش اور ان سے طلب امداد

پھر انصار کیطرف متوجہ ہوکر فرماتی ہیں: اے بزرگان قوم! اے ملت کے مضبوط بازوؤ، اے دین کے محافظو! میرے حق میں کئے گئے مظالم کے بارے میں تمہاری سستی وانحراف اور تمہاری غفلت اور تمہارا خواب کس لئے ہے؟ کیوں ہے؟ کیا تم بھول گئے کہ میرے بابا رسول خدا نے فرمایا: ہر شخص اپنی اولاد کی رعایت واحترام کی خاطر محفوظ اور منظور نظر خود ہوتا ہے، تم نے کتنی جلدی بہت سے کام کر کے بدعتوں کو پیدا کر دیا، تم نے کتنی جلدی اس کا اظہار کر دیا جس کا اتنی جلدی ظاہر کرنا تمہارے لئے سزاوار نہیں تھا، کیا تم میری خواہشات اور میرے حقوق کے اثبات کی طاقت وقدرت نہیں رکھتے؟ کیا سمجھتے ہو کہ رسول اکرمؐ ہمارے درمیان سے گئے اور ہم آزاد ہو گئے؟

آہ آہ: آنحضرت کی موت سے گہرا رنج، سخت ملال، اور بڑا شگاف پیدا ہو گیا، ساری دنیا اس سخت حادثہ سے تیرہ وتاریک ہو گئی تاروں کی روشنی اور آسمان کے انوار ختم ہو گئے ہماری آرزو منقطع ہو گئی بلند وبالا پہاڑ سرنگوں ہو گئے، یہ سوراخ وخلا دوبارہ پر نہیں ہوں گے، اس بڑی مصیبت سے احکام الٰہی کا احترام ختم ہو گیا۔

خدا کی قسم! یہ بہت بڑا حادثہ ہے اس جیسی اور اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے، اب ایسی مصیبت ہرگز نہیں آئے گی قرآن مجید نے بڑے حادثہ کی خبر دی تھی خدا کا یہ حتمی فیصلہ اور قطعی حکم تھا، پروردگار نے اسے اپنی کتاب میں فرمایا جو تمہارے سامنے ہے اور جسے تم روزانہ پڑھتے ہو، آیت:

محمد رسولؐ خدا ہیں اور ان پیغمبروں کی طرح ہیں جو ان سے پہلے مبعوث ہوئے تھے اگر وہ اس دنیا سے چلے جائیں تو کیا تم بھی حق سے منحرف ہو کر پیٹھ پھیر لو گے؟ جو اپنے پیچھے پلٹ جائے وہ خدا کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچائے گا، عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو بہترین جزا دے گا۔

اے گروہ انصار! کیا میرے باپ کی میراث دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے اور تم سب حاضر وناظر اس سے آگاہ رہو؟ کیا جائز ہے کہ تم ایسے ہی خاموش اور متحیر اس جلسہ کو ختم کردو اور میری درخواست کا معمولی سا بھی اثر نہ لو؟ جبکہ تم جنگی ساز وسامان سے مجہز ہو اور اہل خیر وصلاح پہچانے جاتے ہو اور تم زمانہ ماضی کے فعال وشجاع اور سخت حالات میں صابر واستقامت کرنے والوں میں جانے جاتے ہو، تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ تم میری دعوت کو سن کر بھی میری مدد نہیں کرتے کیسے میرے آہ ونالہ کو تمہارے کان سنتے ہیں اور میری فریاد نہیں سنتے؟ تم سب تو ملت اسلامیہ کے منتخب وبرگزیدہ تھے، تم نے عرب کے دلیر دشمنوں سے مبارزہ ومقابلہ کیا، تم تو ہمیشہ ہمارے فرمان کی اطاعت کرتے تھے؟

اسی فعالیت وکوشش کا نتیجہ تھا کہ اسلامی سماج وجود میں آیا اور دائرہ اسلام وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور سب لوگ قوانین دین مبین کے معنوی منافع سے بہرہ مند ہوئے، کفر وشرک کی مضبوط گردن ٹوٹ گئی اور باطل کے تظاہر ختم ہوگئے، گمراہی وشرک کے شعلے خاموش ہوگئے، ہرج ومرج اور تمام امور کی بے سروسامانی ختم ہوگئی اور دین کا نظام، رسول اکرمؐ کا ترسیم کردہ نقشہ عام ہوگیا۔

اے گروہ انصار! ان تمام واقعات اور حقیقت کے روشن ہونے کے بعد تم کیوں متحیر ومبہوت ہوگئے ہو؟ حقایق کے واضح ومعلوم ہونے کے بعد اسے کیسے پوشیدہ رکھ سکتے ہو؟ کیا اتنی ترقی کے بعد پھر تم عقب نشینی کرلوگے؟ کیا ایمان واعتقاد پانے کے بعد کافر ہوجاؤ گے؟

اس گروہ پر وائے ہو جو اپنے عہد وپیمان کو توڑ ڈالے، اپنے ایمان میں متزلزل ومضطرب ہوجائے، کلام رسولؐ خدا کو فراموش کردے۔

خدا کا ارشاد ہے: اگر تم مؤمن ہو تو خدا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

آگاہ ہوجاؤ کہ تم پستی وہوسرانی کیطرف جارہے ہو اور جو امامت وولایت کے لائق ہے تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

تم نے اپنی شرعی تکلیف اور حدود کو آزاد کردیا ہے، جو کچھ تم نے دیکھا، سنا اور جانا اسے دور ڈال دیا

ہے۔ جان لو کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ ضلالت وگمراہی اور انحراف کی تاریکی نے تمہارے ظاہر و باطن کو گھیر لیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس ظلمت کدہ بحران سے نجات نہیں پاسکو گے، میری باتیں تم پر کچھ اثر نہیں کریں گی لیکن میں تم پر حجت تمام کرنا چاہتی ہوں اور غم وغصہ سے بھرے ہوئے اپنے سینہ کو خالی کرنا چاہتی ہوں تا کہ میرے دل کے جوش وخروش ٹھنڈے ہو جائیں۔

تم خوب جانتے ہو کہ اس منصب خلافت کو تم نے ہم سے لے لیا اور اپنے کو ہمیشہ کیلئے غضب اور عذاب الٰہی کا مستحق بنالیا ﴿وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون﴾

ابوبکر کا جواب

ابوبکر نے کہا: اے بنت رسول! آپ کے بابا مومنین کیلئے مہربان وکریم اور خیر خواہ تھے، کافرین کے مقابل سخت وشدید اور عذاب کی طرح دکھائی پڑتے تھے، آپ کے والد اور علی ابن ابی طالبؑ آپ کے شوہر ہیں، آپ اہل بیت رسول اور ان کے اہل خاندان سے ہیں، آپ لوگ دوسرے افراد میں منتخب ہیں، آپ کو دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جو کہ سعادت مند ہے اور دشمن نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جو کہ شقی بد بخت ہے، آپ لوگ ہماری سعادت وخوش نصیبی کا وسیلہ ہیں۔

اے خاتم الانبیاء کی بہترین بیٹی اے سردار خواتین! آپ اپنی باتوں میں سچی اور عقل وخرد اور کمال کے لحاظ سے بالاتر ہیں کسی کو حق نہیں کہ آپ کے قول کو رد کرے اور آپ کے حق کو لے لے، لیکن بخدا قسم! میں نے رسول خدا کی رائے سے تجاوز نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کے قول کے خلاف عمل کیا ہے۔

ہاں! جو شخص کسی قوم وملت کیطرف سے تحقیق کیلئے بھیجا جاتا ہے وہ اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بولتا، میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے:

ہم گروہ انبیاء سونا، چاندی، زمین و مال میراث نہیں چھوڑتے ہماری میراث علم وحکمت اور کتاب و نبوت ہے اور جو کچھ مال دنیا سے باقی رہ جائے وہ اس کے اختیار میں ہے جو کہ ہماری وفات کے بعد امور عامہ کی ولایت وحکومت کا مالک ہو وہ جیسی صلاح دیکھے اسے صرف کرے۔

آپ جو مطالبہ کر رہی ہیں، میں اسے جنگ کے اسلحے، اس کے وسائل واسباب اور چوپایوں پر خرچ کروں گا تاکہ مسلمان قدرت مند، مضبوط ہوں اور کفار ومخالفین سے جنگ وجہاد کے وقت غالب رہیں۔

یہ صرف میرا خیال اور میری بات نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کی رائے اور امت کا اجماع ہے، ہم ہرگز ہرگز کوئی مقصد ومطلب آپ سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتے یا کوئی چیز آپ سے چھپانا نہیں چاہتے۔ جو کچھ

میرے پاس ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں، میں اپنی طرف سے کوئی سختی و دشمنی نہیں کروں گا، آپ اپنے پدر بزگوار کی امت کی سردار ہیں۔

پیغمبرؐ اسلام کے فرزندوں کی مادر گرامی ہیں، ہم آپ کے مال کو آپ سے نہیں لینا چاہتے، باپ اور بیٹوں کے اعتبار سے آپ کی منزلت و عزت کا انکار بھی نہیں کر سکتے، جو کچھ میرے ہاتھوں میں ہے اس میں آپ کا امر اور حکم نافذ ہو گا لیکن کیا میں آپ کے بابا کے قول کی مخالفت کر سکتا ہوں؟

بنت رسولؐ کا جواب

خدا تمہاری باتوں سے پاک و منزہ ہے، کتاب خدا ان سست و کمزور باتوں سے دور ہے، رسولؐ خدا محکم و مضبوط آسمانی احکام کے خلاف گفتگو نہیں کر سکتے اور نہ ہی کتاب خدا سے منحرف ہو سکتے ہیں پیغمبرؐ اسلام قرآن مجید کے احکام و آیات اور سوروں کے مطابق کرتے ہیں، کیا تم نے حیلہ کا ارادہ اور اس پر اتفاق رائے کر لیا اور اس کیلئے علت تراش رہے ہو؟

تم کو جان لینا چاہئے کہ یہ تمہاری حرکت و رفتار اس برے اور منحوس حیلہ کیطرح ہے جو حیات رسولؐ میں منافقین نے آنحضرت کے خلاف تراشا تھا، قرآن مجید فصیح لہجہ، واضح اور عادلانہ انداز میں فرماتا ہے:

جناب یحیٰؑ حضرت زکریاؑ کے وارث ہوئے اور جناب سلیمان حضرداؤدؑ کے وارث ہوئے۔

خداوند عالم نے واضح و روشن طریقہ سے ورثاء کے طبقات کی میراث و فرائض کے تمام احکام کو بیان فرمایا ہے، مرد و عورت کے اعتبار سے بھی وارثین کے سہام (حصہ) کو بھی روشن کر دیا ہے کہ جس میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تمہارا مقصد صرف انحراف حقیقت اور سادہ لوح افراد کو گمراہ کرنا ہے اور بس، تم لوگوں نے اس بارے میں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے اور اس بارے میں ہمارا راستہ صرف صبر و تحمل ہے۔

اس وقت ابوبکر نے کہا خدا اور رسول کی باتیں سچ اور حق ہیں۔اے بنت رسول، آپ صحیح فرماتی ہیں آپ رحمت و ہدایت اور حکمت کا مرکز ہیں، آپ ارکان دین اور حق کی حجتوں میں سے ہیں، میں آپ کے کلام کی ہرگز رد اور اس کا انکار نہیں کرتا، یہ مسلمانوں کا گروہ آپ کے سامنے بیٹھا ہے، اس معاملہ میں سب متفق اور ہم رائے ہیں، میں بغض و عناد اور ظلم کا نظریہ نہیں رکھتا۔

جناب فاطمہ زہراؑ لوگوں کیطرف متوجہ ہوئیں اور ان سے ناراضگی و ناراحتی کا اظہار کیا اور حاضرین

سرزنش اور لعنت وملامت کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن کریم کی آیات کے بارے میں تم لوگ کچھ بھی غور وفکر نہیں کرتے ؟ یا تمہارے قلوب سخت اور مقفل ہوگئے ہیں، بلکہ تمہارے اعمال بد اور افعال قبیحہ تمہارے دلوں پر غالب ہوگئے ہیں۔ تم لوگوں نے کیسی بری تاویل، بدکرداری وبدنیتی کے ذریعہ خطرناک راستہ کو اختیار کیا ہے، خدا کی قسم! جب تمہارے سامنے سے پردے ہٹا دئے جائیں گے تو بہت ہی وحشت ناک اور سخت منظر کا مشاہدہ کروگے۔

پھر اپنے بابا کی قبر کیجانب رخ کرکے کچھ اشعار پڑھے اور بحال حزن وملال اپنے گھر واپس ہوگئیں، اسی رنج وغم میں علیؑ ابن ابیطالب سے گفتگو کی جب امیر المومنینؑ نے بہت زیادہ محزون ومغموم دیکھا تو آپ نے تعزیت دیتے ہوئے فرمایا: اے بنت رسولؐ! حتی الامکان کوشش کی ہمیں معاف فرمائیں، ہمارے لئے پروردگار عالم کافی ہے اور وہی ہمارا بہترین کفیل اور وکیل ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ کو سکون ملا، آپ نے فرمایا: ﴿حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل﴾

بنت رسولؐ کے پاس خواتین مدینہ

جب رسول کی بیٹی مرض الموت میں بستر پر تھیں تو عیادت کیلئے آئی ہوئیں انصار و مہاجرین کی عورتوں نے مزاج پرسی کی، حضرت زہراؑ نے جواب دیا: بخدا قسم! اس وقت میری حالت نے تمہاری زندگیوں کو مبغوض و معذب بنا دیا ہے اور تمہارے مردوں کو میں دشمن رکھتی ہوں، انھیں امتحان کے بعد دور ڈال دیا گیا ہے، ان کی بری نیتوں اور ناروا عادتوں کے دیکھنے کے بعد میں نے ان سے کنارہ گیری کرلی ہے، کتنا برا ہے کہ انسان راہ راست پانے کے بعد گمراہ ہوجائے اور حصول حق و مشاہدۂ نور کے بعد باطل و تاریکی کیطرف چلا جائے۔

ان لوگوں پر وائے ہو کہ کیسے راہ حقیقت اور پیغمبرؐ خدا کے دکھائے ہوئے راستے سے گمراہ ہو گئے؟ اور رسولؐ کے چچا زاد بھائی، باب علم و تقویٰ اور عدالت و شجاعت کے مظہر علیؑ ابن ابیطالبؑ کو چھوڑ دیا، خدا کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ کتنا برا ہے خدا ان پر اپنا عذاب و غضب نازل کرے گا اور وہ سب دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں نے علیؑ ابن ابیطالب سے روگردانی کرلی۔

بخدا قسم! ان سے دوری کا سبب صرف ان کی تلوار کا خوف ہے، وہ لوگ جانتے ہیں کہ قانون عدالت کے نفاذ کیلئے معمولی سا بھی لحاظ و خوف نہیں رکھیں گے اور نہایت سختی، کمال شجاعت و استقامت کیساتھ احکام و قوانین الٰہی کو سب پر جاری کریں گے۔

مقام افسوس ہے، انھوں نے علیؑ ابن ابیطالب کو خانہ نشین کردیا، اگر لوگ ان کی پیروی کرتے تو یقیناً صراط مستقیم اور سعادت و خوش بختی کیطرف ان کی ہدایت کرتے، وہ دیکھتے کہ علی کو مال و اسباب اور دنیاوی لذت سے کوئی تعلق و محبت نہیں ہے اس وقت جھوٹوں کے درمیان سے سچوں کو پہچان لیا جاتا۔

خدا کا ارشاد ہے:

اگر اہل قریہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم آسمان زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے لیکن انھوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا اس لئے ہم نے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی، اہل مکہ میں جنھوں نے نافرمانی کی عنقریب وہ اعمال کی سزا برداشت کریں گے اور خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

احتجاج طبرسی

حصہ دوم

خلافت علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں سلمان فارسیؓ کا احتجاج

یہ احتجاج اس خطبہ کا حصہ ہے جو سلمان فارسی نے پیغمبر کی وفات کے بعد اصحاب کے سامنے پڑھا تھا جنھوں نے علیؑ کو چھوڑ دیا، رسول خداؐ کی وصیت وعہد کو بھلا دیا، دوسروں کو ان پر مقدم کیا، گویا رسول خداؐ کی کسی بات کی انھیں اطلاع ہی نہیں۔

امام صادقؑ نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے تین روز بعد سلمان فارسی نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو، اس کے بعد خوب غور وفکر کرو، میرے پاس علم وآگہی خاص طور سے علیؑ ابن ابیطالب کی منزلت کے بارے میں بہت زیادہ ہیں، اگر ان سب کو تمہارے سامنے بیان کردوں تو کچھ کہیں گے کہ سلمان دیوانہ ومجنون ہے، کچھ کہیں گے کہ خدا سلمان کے قاتل کو معاف کرے، آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری دنیا کے کچھ مقدرات ہیں، ان آسمانی مقدرات کے پس منظر میں مختلف آزمائش اور امتحانات دیکھے جاتے ہیں، جان لو کہ علیؑ ابن ابی طالب کو علم منایا (تقدیر الٰہی)، علم بلایا (لوگوں کا امتحان) علم میراث، علم وصایا اور فصل الخطاب (صحیح معارف، مطالب اور حقایق) اور علم اصل ونسب رسول اکرمؐ کی جانب سے ایسے ملے ہیں، جیسے جناب ہارون کو حضرت موسیٰ کیطرف سے ملا تھا، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

میرے خاندان واہل بیت کی نسبت تم میرے وصی ہو، میری امت کی نسبت میرے خلیفہ وجانشین ہو، اور تم میری نسبت ہارون کیطرح ہو۔

لیکن (اے لوگو!) تم سب بنی اسرائیل کیطرح راہ حق سے منحرف ہو گئے ہو، جیسے خود جانتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

بخدا قسم! بنی اسرائیل کیطرح تم بھی آہستہ آہستہ سختی و مصیبت اور عذاب و پستی کے نزدیک ہو جاؤ گے اور تمام مراحل میں بنی اسرائیل کیطرح رفتہ رفتہ اپنی کامیابی، سعادت و راہ نجات سے دور ہو جاؤ گے۔

اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ میں سلمان کی جان ہے اگر تم علی ابن ابیطالب کی اطاعت و پیروی کرتے تو یقیناً آسمان و زمین کی برکت و نعمت ہر طرف سے تمہیں گھیر لیتی، ہوا کے پرندے تمہارا جواب دیتے دریا کی مچھلیاں تمہاری خواہش کو قبول کرتیں، خدا کے بندوں اور دوستوں میں کوئی فقیر نہ ہوتا، اسلام کے مقررّ کردہ فرائض و احکام تباہ و برباد نہ ہوتے، احکام الٰہی میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔

لیکن تم خوش بختی و سعادت کو اپنے پیروں سے کچل کر دوسروں کے پیچھے چل پڑے، اب گرفتاری و مصائب کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور خوش نصیبی سے ہاتھ سمیٹ لو۔

میں نے حقیقت امر تم پر واضح کر دیا، اس کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان کی محبت و دوستی قطع ہو گئی اگر علی ابن ابیطالب سے تم نے ہاتھ کھینچ لیا تو پھر کس سے توسل کرو گے، تم نے ان کے مقام و منزلت کو بھلا دیا ہے، یا خود کو فراموش کر دیا ہے؟ کیا تم لوگوں نے رسول اکرمؐ کی موجودگی میں امام علیؑ کو امیر المومنین کے لقب سے نہیں پکارا تھا؟ کیا رسولؐ خدا نے ان کے بارے میں سخت تاکید اور وصیت نہیں کی تھی؟

پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اتنی جلدی مخالفت، حسد و نفاق اور انکار کو اپنا پیشہ قرار دے کر راہ حق سے منحرف ہو گئے ہو؟

احتجاج اُبیّ ابن کعب دربارۂ خلافت امام علیؑ

محمد ویحییٰ ابن عبداللہ ابن حسن نے اپنے آباؤ واجداد سے نقل کیا ہے، کہ ماہ مبارک رمضان کے پہلے جمعہ کو جب ابوبکر خطبہ دے رہے تھے تو اُبی ابن کعب اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر فرماتے ہیں:

اے گروہ مہاجرین! خدا کی خوشنودی و رضایت کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھو، خدا نے بھی قرآن میں تمہاری مدح کی ہے۔

اے جماعت انصار! تم شہر ایمان میں قیام پذیر ہو، اور تم نے مسلمانوں کو جگہ عنایت کی ہے، خدا نے اپنی کتاب میں تمہاری بھی تعریف کی ہے۔ کیا تم نے گذشتہ واقعات اور پیغمبرؐ اسلام کی باتوں کو بھلا دیا؟ یا صرف فراموشی کا اظہار کر رہے ہو؟ کیا تم حقایق کو تبدیل کر رہے ہو؟ یا تم مغلوب و عاجز ہو گئے ہو؟ کیا تم بھول گئے کہ رسول اکرمؐ نے امام علیؑ کے ہاتھوں کو بلند کر کے غدیر خم میں نہیں فرمایا تھا؟

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں اور جس کا میں نبی ہوں، علیؑ اس کے امیر ہیں۔

کیا تمہاری نگاہوں میں نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علی! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰ سے تھی۔ ہر زمانہ میں میرے بعد تمہاری اطاعت ایسے ہی واجب ہے، جیسے میری زندگی میں امت پر اطاعت ضروری تھی اور میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ نے فرمایا:

میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کو مقدم رکھنا اور ان پر کسی کو مقدم نہ کرنا، ان کو اپنا امیر ماننا اور ان پر فوقیت، حکومت اور امارت نہ کرنا۔ کیا آنحضرتؐ کا فرمان یاد نہیں کہ میرے اہلبیت ہدایت کا وسیلہ ہیں اور وہ خدا کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں آنحضرتؐ کی فرمایشات بھول گئے، کہ آپ نے فرمایا:

اے علیؑ! تم گمراہوں کی ہدایت کرنے والے ہو اور میری سنت کو زندہ کرنے والے میری امت کو تعلیم وتربیت کرنے والے اور میری حجت وبرہان کو بیان کرنے والے ہو۔

علی ابن ابیطالب لوگوں میں بہترین شخص ہیں، وہی میرے خاندان کے بزرگ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ان کی اطاعت میری اطاعت کیطرح ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسولؐ خدا نے اپنی زندگی میں ان پر کسی کو امیر وولی نہیں بنایا لیکن ان کو دوسروں پر امیر وبزرگ قرار دیا تھا۔ کیا یہ بھول گئے کہ علی ابن ابیطالب ہمیشہ سفر وحضر اور دوسرے مواقع پر بھی پیغمبرؐ خدا کے ہمراہ رہے؟ کیا فرمان رسولؐ فراموش کر گئے ہو کہ جب انھوں نے فرمایا: جب میں علیؑ ابن ابیطالب کو تم پر امیر وحاکم بنا دوں تو یہ ایسا ہی ہے کہ میں خود تمہارے ساتھ ہوں اور وہ خود میری طرح ہیں؟

کیا تمہیں یاد ہے کہ رسولؐ خدا نے اپنی رحلت سے قبل اپنی دختر گرامی کے گھر ہم سب کو جمع کر کے فرمایا: خداوند عالم نے جناب موسیٰ کو وحی کی کہ اپنے اہل بیت میں سے ایک بھائی اور مددگار کا انتخاب کرو اور اسے اپنا خلیفہ معین کرو اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد شمار کرو تا کہ میں انھیں دنیاوی آفات اور کدورتوں سے پاک وپاکیزہ بناؤں اور ان کے دلوں کو شک وشبہ کی تیرگیوں سے پاک وخالص کروں تو جناب موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ کا انتخاب کیا اور ان کی اولاد کو بنی اسرئیل کا پیشوا قرار دیا۔

خدا نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ ہارونؑ کیطرح علیؑ ابن ابیطالب کو اپنا بھائی وخلیفہ بناؤں اور اس کی اولاد کو اپنی امت کا امام وپیشوا قرار دوں۔ خدا نے ان کو پاک قرار دیا ہے تم نے جو کچھ سنا تھا کیا وہ سب فراموش کر دیا ہے؟

تمہاری مثال اس شخص کی ہے جو عالم مسافرت میں پیاسا ہو، اور اس کے سامنے دو راستہ ہو، ایک راستہ شیرین وخوشگوار پانی کا، دوسرا راستہ تلخ وشور پانی کا ہو تو کیا اس حال میں وہ شخص صاف شفاف پانی کے راستہ کو چھوڑ کر اس راستہ پر جائے گا جو سرگردانی اور گمراہی کا راستہ ہے؟

تم لوگوں نے اپنے کو بیکار ومہمل تصوّر کر لیا ہے، جب کہ تم عبث وبے فائدہ نہیں ہو اور خدا نے بھی تم

سے قطع نظر نہیں کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے بھی تمہاری سعادت وخوش بختی کیلئے اپنے بعد کا خلیفہ معین کر دیا ہے تا کہ وہ احکام الٰہی وحقایق دین اور حلال وحرام کو تمہارے واسطہ روشن کرے مگر افسوس تم نے ان کے وجود سے استفادہ نہیں کیا بلکہ اس کی مخالفت اور دشمنی کر رہے ہو۔

اگر تم اس کی اطاعت و پیروی کرتے تو کبھی بھی تمہارے درمیان اختلاف نہ ہوتا اور یہ امت فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاتی۔

تم اختلاف، تفرقہ، برائیوں اور نقصانات سے واقف نہ ہو کر تصور کر رہے ہو کہ اختلاف امت رحمت ونعمت اور خوشی کا ذریعہ ہے یہ ایک خیال خام اور بہت بڑی بھول ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ، جو راہ و برہان واضح ہو جانے کے بعد اپنے درمیان اختلاف وتفرقہ پیدا کر کے حق اور سیدھے راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جن کے آگے سخت عذاب ومصیبت ہوگی۔

جان لو کہ خدا تمہارے اختلاف کی خبر دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوئے واضح وروشن حقیقت سے اختلاف اور دشمنی کریں گے مگر یہ کہ ان پر خدا کی توجہ خاص اور رحمت الٰہی ہو اور تائید وتوفیق حق تعالیٰ ان کیلئے راہ مستقیم کو پائدار واستوار کر دے۔ خدا نے ان لوگوں کو اسی مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔ میں نے خود رسول خدا کو فرماتے سنا ہے:

اے علیؑ! تم اور تمہارے پیرو! پاک فطرت وحقیقت پر ہیں، دوسرے لوگ اس حقیقت وفطرت سے دور ہیں، کیا تم نے رسول خداؐ سے نہیں سنا؟

آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے وزیر اور وصی سے منحرف ہو جاؤ گے۔

بیعت کے بعد، ابوبکر کا اظہار مسرّت اور حضرت علیؑ کا احتجاج

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جب لوگ ابوبکر کی بیعت کر کے ان کے اطراف جمع ہو گئے تو ابوبکر ہمیشہ حضرت علیؑ کے سامنے خوش روئی اور مسرت کا اظہار کرتے اور کسی طرح سے بھی ان کی رضایت وخوشنودی حاصل کرنا چاہتے، اس سلسلہ میں عذر خواہی بھی کرنا چاہتے تھے۔

پھر انھوں۔ نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ صرف دو شخص سے خصوصی ملاقات وگفتگو کا وقت دیں، امیر المومنینؑ نے قبول کیا۔

وقت معین پر ابوبکر حاضر ہوئے اور کہا اے ابوالحسن! یہ واقعہ میرے شوق ورغبت اور اقدام سے صورت پذیر نہیں ہوا، مجھے خود پر اعتماد نہیں کہ اس کو چلا سکوں گا اور لوگوں کے امور کو جیسا چاہئے ویسے انجام دے سکوں، میرے پاس کثرت اموال وخاندان کی قدرت وتوانائی بھی نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ اس راستہ کو ہموار واستوار کر لیتا، اس کے بارے میں پہلے میں نے کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا تھا لہذا آپ مجھ سے کیوں رنجیدہ ہیں اور ایسا خیال کرتے ہیں جو میرے بارے میں نہیں خیال کرنا چاہئے، پھر مجھے بغض وعداوت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

حضرت علیؑ: جب تم کو اس سے رغبت ولگاؤ نہیں تھا، تو تم نے کس لئے اپنے کو اس امر کیلئے پیش کیا اور اس راہ میں پیش قدمی کی؟

ابوبکر! اس کی موافقت کا سبب وہ حدیث ہے جو میں نے رسول خداؐ سے سنی تھی کہ میری امت خطا وگمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی، جب اس امر میں امت کا اجماع واضح ہو گیا اور اپنی خلافت کے بارے میں تمام لوگوں کا اتفاق دیکھ لیا تو لامحالہ اس تکلیف کو مان لیا اور پیغمبر اسلامؐ کے فرمان کی اطاعت کی، اگر میں جانتا کہ اس پر عام اتفاق نہیں اور ایک شخص یا چند لوگ میری بیعت سے انکار کریں گے تو یقیناً اس سنگین

تکلیف اور ذمہ داری سے پرہیز اور انکار کردیتا۔

علیؑ ابن ابیطالب! میں خاص طور سے اجماع امت کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ میں امت کے افراد میں ہوں یا نہیں؟ ابوبکر نے کہا، ہاں آپ ہیں۔

امیرالمومنینؑ! آیا وہ گروہ جس نے تمہاری بیعت سے مخالفت کی مثال کے طور پر سلمان، ابوذر، عمارؓ، مقداد، سعد بن عبادہ وغیرہ امت میں سے ہیں یا نہیں؟ ابوبکر نے کہا، ہاں سب امت سے ہیں۔

امیرالمومنینؑ! تو پھر کیسے ممکن ہے کہ تم اجماع امت کی حدیث سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرو جبکہ ان لوگوں نے تمہاری بیعت سے مخالفت کی اور اس کا انکار کیا، یہ سب لوگ پاک سرشت و پرہیزگار اور رسول اکرمؐ کے اصحاب و ہم نشین خاص میں سے ہیں۔

ابوبکر! ان کی مخالفت کا علم مجھے اس امر خلافت کے مقرر و متحقق ہونے کے بعد ہوا اور اس وقت میں نے غور و فکر کیا کہ اگر اس کی قبولیت کا انکار کر کے میں اس سے الگ ہو جاؤں تو اجتماعی حالات اور مسلمین معاشرہ کا نقشہ بدل جائے گا اور بہت ممکن تھا کہ اکثر افراد دین اسلام سے نکل کر مرتد ہو جاتے۔ ہاں اس امر کی قبولیت و موافقت اس سے بہتر تھی کہ ملت اسلامیہ ہرج و مرج میں گرفتار ہو کر اپنی سابقہ حالت کیطرف پلٹ جائے اور میں خیال کرر ہا تھا کہ آپ بھی اس سلسلہ میں میرے موافق ہوں گے۔

امیرالمومنینؑ! میرا سوال یہ ہے کہ پہلی مرتبہ کس بنیاد پر اور کس لئے اس امر کو قبول کیا، کن شرائط و اسباب کے تحت کوئی شخص اس امر کے لائق و سزاوار ہو سکتا ہے؟

ابوبکر! خیر خواہی، وفا، استقامت، حسن سیرت، عدالت، کتاب و سنت کی علم و آگہی، حکمت و معرفت، زہد و تقویٰ اور مظلوموں کی اعانت و طرفداری کے صفات کی بنیاد پر اس امر کا مستحق ہوتا ہے، ابوبکر نے انھیں صفات پر اکتفا کی تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اسلام میں سبقت کا حق، دین اسلام میں جس کا ماضی روشن و واضح اور صورت و سیرت میں رسول اکرم کے سب سے زیادہ قریب ہو؟

ابوبکر نے کہا! ہاں سبقت اسلام اور قرابت رسولؐ اسلام کے سبب بھی ہیں۔

امیرالمومنینؑ: اے ابوبکر! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ یہ سارے صفات اپنے میں پاتے ہو یا مجھ میں؟

ابوبکر نے کہا یہ صفات تو آپ میں پائے جاتے ہیں۔

امیرالمومنینؑ! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں، سب لوگوں سے پہلے میں نے دعوت اسلام قبول کیا یا تم نے؟

ابوبکر! ہاں آپ ہم سب سے پہلے اسلام کے ساتھ تھے۔

امیرالمومنینؑ! رسول اکرمؐ کی طرف سے ان کی جگہ پر کفار کو سورۂ برأت سنانے کیلئے مجھے مامور کیا تھا یا تجھے؟

ابوبکر! آپ کے حوالہ کیا تھا۔

امیرالمومنینؑ! تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہجرت مکہ سے لے کر غار اور مدینہ پہنچنے تک رسول اکرمؐ کے جان کی حفاظت کیلئے میں نے فداکاری کی یا تم نے؟

ابوبکر! انصافاً آپ نے جانثاری کی۔

امیرالمومنینؑ! تجھے خدا کی قسم، رسول خداؐ کے فرمان وتصریح کے مطابق تمہارا اور دوسروں کا میں مولاؑ ہوں یا تم؟

ابوبکر! اعتراف کرتا ہوں کہ آپ سب کے مولاؑ ہیں۔

امیرالمومنینؑ! حدیث رسول اکرمؐ (انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ...) میرے لئے ہے یا تمہارے لئے؟

ابوبکر! آپ کے بارے میں ہے۔

امیرالمومنینؑ! آیت ولایت میں انگوٹھی دینے کے سبب خدا، اس کے رسول کی ولایت کے ساتھ میری ولایت کا ذکر ہے یا تمہاری؟

ابوبکر! اس کے مصداق آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول خداؐ نے عیسائیوں سے مباہلہ میرے اور میرے خاندان اور میرے فرزندوں کے ساتھ کیا، یا تمہارے اور تمہارے بیٹوں کے ساتھ؟

ابوبکر! مباہلہ میں آپ لوگ تھے۔

امیر المومنینؑ! آیت تطہیر کا نزول میرے بارے اور میرے خاندان کے بارے میں ہوا، یا تمہارے بارے میں؟

ابوبکر! آپ اور آپ کے خاندان کے بارے میں نازل ہوئی۔

امیر المومنینؑ! تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم اور تمہارے اہل بیت کساء کے نیچے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ نے تمہارے حق میں دعا کی، یا ہم سے تھے اور ہمارے بارے میں دعا کی، اے پروردگارا یہ سب میرے اہل بیت ہیں؟

ابوبکر! اہل کساء آپ لوگ ہیں۔

امیر المومنینؑ! آیت ﴿ویطعمون الطعام علیٰ حبه مسكينا و يتيما و اسيرا﴾ تمہاری شان میں اتری یا ہماری شان ہیں؟

ابوبکر! آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

امیر المومنینؑ! آفتاب میری نماز کے واسطہ پلٹا تھا، یا تمہاری نماز کیلئے؟

ابوبکر! آپ کی نماز کیلئے۔

امیر المومنینؑ! ﴿لافتیٰ الاّ علیٌ لاسیف الاّ ذوالفقار﴾ آسمان سے تمہارے لئے سنا گیا، یا میرے لئے؟

ابوبکر! یقیناً آپ کے بارے میں تھا۔

امیر المومنینؑ! رسول خداؐ نے جنگ خیبر میں علم تمہارے ہاتھ میں دیا تھا یا میرے ہاتھ میں کہ جس سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی؟ ابوبکر! آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔

امیر المومنینؑ! جنگ خندق میں عمر بن عبدود کا قتل تمہارے ہاتھوں ہوا، یا میرے ہاتھ سے؟

ابو بکر! آپ کے ہاتھوں ہوا۔

امیر لمومنینؑ! آباء واجداد کی طہارت اور نسب میں رسولؐ کے ساتھ میں شریک ہوں، یا تم؟

ابو بکر! آپ شریک ہیں۔

امیر المومنینؑ! دختر پیغمبرؐ فاطمہ کی تزویج کیلیئے خدا اور اس کے رسول کی جانب سے میرا انتخاب کیا گیا، یا تمہارا؟

ابو بکر! آپ کا۔

امیر المومنینؑ! نواسہ رسولؐ، جوانان جنت کے سردار جناب حسنینؑ کے باپ تم ہو، یا میں؟

ابو بکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! جسے خدا نے دو پر عطا کیے اور جنت میں پرواز کرتے ہیں، وہ تمہارے بھائی ہیں یا میرے؟

ابو بکر! آپ کے بھائی ہیں۔

امیر المومنینؑ! رسول خداؐ کے قرضوں کو ادا کرنے والا اور ان کے وعدوں اور وصیتوں کو پورا کرنے والا میں ہوں، یا تم؟

ابو بکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! جب رسولؐ خدا نے مرغ بریان کھانے کیلیئے دعا کی، پروردگار اپنے محبوب ترین بندہ کو یہاں بھیج دے، اس وقت میں حاضر ہوا تھا یا تم؟

ابو بکر! آپ حاضر ہوئے۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا نے ناکثین و مارقین وقاسطین سے جنگ وقتال کا مژدہ دیکر فرمایا: میں نے تنزیل قرآن پر مقاتلہ ومبارزہ کیا اور تم تاویل قرآن پر کروگے؟ وہ میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! وہ آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! جسے رسولؐ خدا نے عالم علم قضا وفصل الخطاب سے تعارف کرا کے فرمایا:

علیؑ! تم سب سے بہتر علم قضا و قدر سے آگاہ ہو، وہ میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! وہ آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ نے اپنی زندگی میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر بلائیں، یہ میرے حق میں ہے یا تمہارے حق میں؟

ابوبکر! یہ بھی آپ کے بارے میں ہے۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا کا غسل وکفن میں نے کیا تھا یا تم نے۔

ابوبکر! آپ نے انجام دیا۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا کے کاندھے پر بلند ہو کر خانۂ کعبہ کے بتوں کو توڑنے والے تم ہو یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! آیت اولوالقربیٰ کے مصداق ان کے اقرباء میں سے تم ہو یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ! حدیث رسولؐ کہ تم دنیا وآخرت میں میرے علمبردار ہو، میرے حق میں ہے، یا تمہارے حق میں؟

ابوبکر! آپ کے حق میں ہے۔

امیر المومنینؑ! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب مسجد کے کھلے ہوئے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا سوائے ایک دروازہ کے تو وہ میرے گھر کا دروازہ تھا، یا تمہارے گھر کا؟

ابوبکر! آپ کے گھر کا دروازہ تھا۔

امیر المومنینؑ! رسولؐ خدا کے بات کرنے اور سرگوشی سے پہلے تم نے صدقہ دیا تھا، یا میں نے؟

ابوبکر! صدقہ دینے والے صرف آپ تھے۔

امیرالمومنینؑ! رسول خداؐ نے اپنی بیٹی سے فرمایا:

میں نے تمہارا عقد اس سے کیا ہے جو سب سے پہلے ایمان لایا اور وہ تمام لوگوں پر فضیلت و برتری رکھتا ہے یہ انھوں نے تمہارے بارے میں فرمایا، یا میرے بارے میں؟

ابوبکر! آپ کے بارے میں فرمایا ہے۔

علی ابن ابیطالبؑ نے یہ دلائل و براہان یکے بعد دیگرے بیان کئے اور ابوبکر نے ایک ایک کی تصدیق کی یہاں تک کہ ابوبکر رونے لگے، اور ان کی حالت دگرگوں ہوگئی۔

امیرالمومنینؑ! جو کچھ میں نے کہا وہ امامت وخلافت کے دلائل اور اس کی علامتیں ہیں، انسان ان باتوں سے امر خلافت کا مستحق ہوتا ہے اور ولایت امر مسلمین کی ذمہ داری سنبھالنے کے لائق بنتا ہے۔

اے ابوبکر! کس چیز نے تم کو خدا اور رسولؐ کے احکام وفرامین سے روک کر اس امر میں دھوکا دیا ہے، درانحالیکہ تمہارے اندر ان دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی ہے؟

ابوبکر نے روتے ہوئے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے، مجھے مہلت دیجئے تا کہ میں اپنے بارے میں ان بیان شدہ چیزوں کے سلسلہ میں خوب غور وفکر کرلوں۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جتنا چاہو وقت کرلو۔

ابوبکر نہایت تاثر، حزن وملال کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور اس وقت منصب خلافت علیؑ کو واپس کرنے اور اس مقام سے استعفیٰ دینے کیلئے تیار ہوگئے، اس دن کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ عمر بن خطاب اس گفتگو سے مطلع ہوئے، تو متعجب ومضطرب ہوکر ٹہل رہے تھے، ادھر ابوبکر رات کو سوئے خواب میں رسولؐ خدا کو دیکھا، سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنا رخ دوسری طرف پھیرلیا، ابوبکر اٹھ کر سامنے بیٹھے اس مرتبہ بھی اپنا رخ موڑلیا۔

ابوبکر نے کہا یا رسولؐ اللہ! مجھ سے کون سا گناہ اور نافرمانی سرزد ہوئی ہے؟

رسولؐ نے جواب دیا: تمہارے سلام کا جواب کیسے دوں، جبکہ تو اس کو دشمن رکھتا ہے جسے اللہ و رسولؐ دوست رکھتے ہیں، ہاں یہ منصب خلافت اس کے مصداق و مالک کو واپس کر دینا۔

ابو بکر نے پوچھا اس کا اہل کون ہے؟

فرمایا: وہ شخص جس نے تم سے مناظرہ و مباحثہ کیا اور تیری ملامت کی ہے، ابو بکر نے کہا ہاں اس کے حوالہ کر دوں گا، لیکن جب صبح ہوئی ابو بکر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کر کے کہا اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں، اس کے بعد علیؑ سے معین وقت پر مسجد میں حاضر ہونے کو کہا تا کہ لوگوں کے سامنے خواب بیان کر کے سب کے سامنے خلافت ان کے حوالہ کر دیں۔

ابو بکر! وہاں سے باہر نکلے، راستہ میں عمر بن خطاب سے ملاقات ہوئی، عمر اس کی نیت سے واقف ہو گئے اور جیسے بھی ممکن ہوا، ابو بکر کو اس امر سے روک دیا۔

اہل شورائی کے سامنے اپنی اولویت کیلئے حضرت علیؑ کا احتجاج

اس احتجاج کی عبارتیں گذشتہ کیطرح ہیں،اس لئے مندرجہ ذیل عبارت پر اکتفا کریں گے۔

حضرت محمد باقرؑ اپنے آباء واجداد سے نقل کرتے ہیں: جب عمر بن خطاب کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے چھ افراد علی ابن ابیطالبؑ ،عثمان بن عفان ،زبیر ابن عوام،طلحہ ابن عبیداللہ،عبدالرحمٰن ابن عوف اور سعد ابن ابی وقاص کو بلایا اور حکم دیا کہ حجرہ میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے مشورہ کریں پھر ان میں سب سے لائق اور سزاوار کو خلیفہ منتخب کرلیں، اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ آئیں جب تک کہ کسی کی بیعت نہ کرلیں، اگر ایک یا دو نفر مخالفت کریں اور بیعت سے انکار کریں تو ان کو قتل کردیا جائے۔

جب عثمان بن عفان کو منتخب کرلیا گیا اور حضرت علیؑ شوریٰ کی اقلیت میں تھے تو اتمام حجت اور حقیقت کی وضاحت کیلئے فرمایا: چونکہ تمہاری رائے میرے خلاف واقع ہوئی اس لئے تم سے کچھ باتیں پوچھتا ہوں اور تقاضا کرتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب دو۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں ،تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے کہ رسول خداؐ نے جنگ خیبر میں مسلمانوں کا علم اس کے ہاتھ میں دیا ہو اور اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھوں کو مس کیا ہو، جس سے اس کو شفا مل گئی ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے جسے رسولؐ خدا نے حکم پروردگار سے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر جم غفیر میں اس کا تعارف کراتے ہوئے، فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں، علیؑ بھی اس کے مولا ہیں، خداوند عالم اس کے دوستوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے، جو رسولؐ خدا کا بھائی ہو اور ایام سفر میں ہمیشہ ان کا رفیق

وساتھی رہا ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے جسے رسولؐ نے ہزار کلمات تعلیم کیے ہوں، اور اس نے اس کے ہر کلمہ سے ہزار ہزار دوسرے کلمات پیدا کیے ہوں؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے، جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو: ,,تم اور تمہارے پیرو قیامت کے دن کامیاب ہوں گے،،؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کون ہے جس کے سلسلہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو:

وہ شخص جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہو اور علیؑ ابن ابیطالب کو دوست نہ رکھتا ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کون ہے جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو:

تم فاروق ہو اور حق و باطل کے درمیان فرق کر کے ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے والے ہو؟

کیا میرے علاوہ کوئی دوسرا تھا جس نے شجاعت و دلیری سے یہودی مرحب کو قتل کیا ہو؟

میرے علاوہ کوئی دوسرا تھا، جس نے قلعہ خیبر کو اکھاڑ کر خیبر کو فتح کیا ہو، جس قلعہ کو چالیس افراد کھول نہیں سکتے تھے؟

کیا رسولؐ خدا نے کسی دوسرے کیلئے فرمایا تھا

تم میرے نفس کی مانند ہو، تمہاری محبت میری محبت ہے، تمہارا بغض میرا بغض ہے؟

کیا رسولؐ نے میرے علاوہ دوسرے کے بارے میں فرمایا ہے:

علم قضا و قدر کے تم سب سے بڑے عالم ہو، خدا کے عہد و پیمان کو مخلوق خدا میں سب سے زیادہ وفا کرنے والے ہو، امر خدا میں تمہاری استقامت سب سے زیادہ ہے، خدا کے نزدیک تمہارا مقام سب سے بلند و بالا ہے اور تم عدالت و مساوات کے لحاظ سے سب سے افضل ہو؟

کیا میرے علاوہ کسی غیر کیلئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

لوگوں پر تمہاری فضیلت و برتری ایسے ہی ہے جیسے چاند پر سورج کی برتری و فوقیت ہے؟

کیا میرے علاوہ کسی غیر کیلئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

سب لوگ الگ الگ درخت سے ہیں، لیکن میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں؟

کیا رسولؐ نے میرے علاوہ کسی دوسرے کیلئے فرمایا ہے:

تم دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو، پاک و پاکیزہ اور پرہیز گار لوگوں کو اس سے نکال کر کافروں کو اسی آگ میں چھوڑ دو گے؟

تمام اہل شوریٰ نے ایک ساتھ ان کے ایک ایک قول کی تصدیق کی۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جب یہ تمام باتیں درست و تصدیق شدہ ہیں، تو تقویٰ کا سچا و صحیح راستہ اختیار کر کے غضب و عذاب خدا سے بچے رہو اور رسولؐ خدا کے عہد اور ان کی وصیت کی مخالفت نہ کرو، حقوق خدا کی رعایت کرو اور خلافت اس کے حوالہ کر دو جو اس کی صلاحیت و لیاقت رکھتا ہو۔

حضرت علیؑ کا احتجاج

(انصار ومہاجرین کے سامنے اپنی فضیلت کے بارے میں)

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ خلافت عثمان ابن عفاّن کے زمانہ میں بعض انصار ومہاجرین کو دیکھا مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں حلقہ زدہ اپنے اپنے فضائل وامتیازات کا تذکرہ کررہے ہیں۔ حضرت علیؑ بھی وہیں بیٹھے سن رہے تھے، تقریباً دوسو افراد تھے۔ سعد بن وقاص، عبداللہ ابن عوف، طلحہ وزبیر، عمار، ومقداد، ابوذر، ہاشم ابن عتبہ، عبداللہ ابن عمر، امام حسنؑ وامام حسینؑ، عبداللہ ابن عباس، محمد ابن ابوبکر اور عبداللہ ابن جعفر موجود تھے، انصار میں سے ابی ابن کعب، زید ابن ثابت، ابوایوب انصاری، ابوالہیثم ابن التیہان، محمد بن سلیم، قیس ابن سعد، جابر ابن عبداللہ انصاری، انس ابن مالک، زید ابن ارقم، عبداللہ ابن ابی الاوفی، ابولیلیٰ اوراس کے دو بیٹے، عبداللہ وعبدالرحمٰن، ابوالحسن بصری اوراس کا بیٹا۔

پہلے قریش نے اپنے فضائل بیان کئے کہ قریش نے رسولؐ خدا کے ساتھ ہجرت کی اور اسلام میں سبقت کرنے والے ہیں، پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: دین کے امام قریش سے ہوں گے، قریش عرب کے پیشوا ہیں، تم لوگ قریش پر سبقت نہ کرو، قریش کے ایک مرد کی طاقت دومرد کے برابر ہے، جو قریش کو دشمن رکھے گا، خدا اس کو دشمن رکھے گا، جو قریش کی اہانت کرے گا، خدا اس کی اہانت کرے گا۔

پھر انصار نے اپنے فضائل وخصوصیات بیان کئے کہ ہم نے رسول اکرمؐ کی مدد سے کوئی دریغ نہیں کیا، خدا نے (سورۂ حشر) میں ہماری توصیف وتعریف کی ہے۔

رسولؐ خدا نے بھی ہماری مدح وثنا فرمائی ہے، خصوصاً سعد ابن معاذ کے جنازہ کی تشییع، حنظلہ ابن عامر کو ملائکہ کا غسل دینا، عاصم ابن ثابت کے جنازہ کو شہد کی مکھیوں نے دشمن کے سوء قصد سے حفاظت کرنا، اس کے بعد اپنے مشہور افراد کا نام لیا۔

یہ گفتگو و مقابلہ صبح سے زوال تک چلتا رہا اور امام علیؑ ان باتوں کو سنتے رہے کچھ بھی نہ بولے، کچھ لوگوں نے آپ سے کہا آپ کیوں نہیں بولتے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم لوگوں نے جو کچھ کہا اپنی جگہ پر سب کچھ درست و صحیح ہے، لیکن میں تم سب سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام فضائل و خصوصیات اور مقامات مذکورہ خود تم سے ہیں یا تمہارے قبیلہ و خاندان سے ہیں یا کسی دوسرے راستہ و طریقہ سے تمہارے حصہ میں آئے؟

سب نے کہا یقیناً یہ سب فضائل و شرافت رسولؐ خدا اور ان کے اہل بیتؑ کے ذریعہ سے خدا نے ہم کو عطا کیا ہے۔

امیر المومنینؑ! تم نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے: میں اور میرے اہل بیتؑ خلقت آدمؑ سے پہلے نور تھے، جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں ان کی صلب میں قرار دیا، پھر صلب نوح میں منتقل ہوئے، پھر طوفان کے بعد پاک اصلاب و طاہر ارحام میں منتقل ہوتے رہے، ہمارے آباء و اجداد میں کوئی بھی برائی میں ملوث نہ ہوا۔

لوگوں نے کہا ہاں رسول خداؐ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

امیر المومنینؑ: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے والا میں پہلا شخص ہوں؟

لوگوں نے کہا: صحیح کہتے ہیں۔

امیر المومنینؑ: کیا خدا نے ایمان میں سابقین کو متاخرین پر فضیلت و برتری نہیں دی ہے؟

﴿والسابقون السابقون اولئک المقربون والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار﴾

ہر سابق الایمان ہر متاخر پر امتیاز و فضیلت رکھتا ہے، کیا ان آیتوں کے نزول کے بارے میں رسولؐ خدا نے نہیں فرمایا:

یہ آیتیں انبیاء و اوصیاء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟

پھر کیا یہ نہیں فرمایا: میں تمام انبیاء سے افضل ہوں اور علیؑ میرے وصی ہیں اور وہ انبیاء کے تمام اوصیاء سے افضل ہیں۔

انصار و مہاجرین نے کہا سب بالکل صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: میں تم کو قسم دیتا ہوں جب آیت اولوالامر و آیۂ ولایت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول خداؐ سے پوچھا کیا یہ آیات تمام مومنین سے مربوط ہیں یا ان میں سے بعض کیلئے؟ اور رسول کو خدا کی جانب سے حکم ہوا وہ ولایت کی وضاحت کریں، چنانچہ نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کے بارے میں بیان کر دیا، جب غدیر خم کے نزدیک پہنچے تو فرمایا:

مجھے خدا کی طرف سے تاکیدی حکم پہنچا ہے لہذا اس کے انجام دینے پر مجبور ہوں۔

فرمایا: آگے، اور پیچھے والوں کو نماز کیلئے بلایا جائے، جس کے بعد لوگوں کا گروہ در گروہ وہاں جمع ہوا، اور رسولؐ نے ایک طویل خطبہ کے بعد فرمایا: کیا تم جانتے ہو۔

میں تمہارا مولاؐ ہوں اور تم پر تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں جیسا کہ پروردگار میرا مولاؐ ہے؟

لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! ہاں ایسا ہی ہے، تب آپ نے فرمایا:

اے علیؑ! اٹھو، میں کھڑا ہوا تو انھوں نے فرمایا:

میں جس کا مولا ہوں اور جس پر اولویت رکھتا ہوں، علیؑ ابن ابیطالب بھی ان کے مولا ہیں۔

پروردگارا علیؑ کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ، سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا:

یا رسولؐ اللہ! یہ کیسی ولایت ہے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

ان کی ولایت میری ولایت کے مثل ہے، جس سے میں اولیٰ و بہتر ہوں، علیؑ بھی ان سے اولیٰ ہیں، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾

اُس وقت رسولؐ نے تکبیر کہی اور خدا کی حمد و ثنا بجا لائے، ابوبکر و عمر نے بڑھ کر کہا یا رسولؐ اللہ کیا یہ آیت

خاص کر علی ابن ابیطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

آپ نے کہا ہاں! یہ علیؑ کی ولایت اور روز قیامت تک کے میرے اوصیاء کی ولایت کے بارے میں ہے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کی مزید وضاحت کیجئے؟

آپ نے فرمایا: سب سے پہلے میرا بھائی، میرا وزیر، خلیفہ اور میرا وصی علی ابن ابیطالبؑ ہے ان کے بعد میرا بیٹا حسنؑ بن علیؑ ہے اس کے بعد میرا بیٹا حسینؑ ابن علیؑ ہے، اس کے نو افراد اس کی اولاد میں سے ہیں جو یکے بعد دیگرے میرے بعد وصی و خلیفہ ہوں گے، وہ سب قرآن کے ساتھ اور قرآن ان کے ساتھ ہوگا۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر روز قیامت پہنچ جائیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا رسولؐ سے تم نے سب سنا ہے؟

انصار و مہاجرین! ہاں بالکل صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اکرمؐ، فاطمہؑ، میں اور میرے دونوں حسنؑ و حسینؑ چادر کے نیچے جمع ہو گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

خدایا یہ میرے اہل بیتؑ ہیں ان کی تکلیف و اذیت و ناراحتی میری ناراحتی و اذیت کا سبب ہے۔ انھیں رجس و کثافت سے دور رکھ اور پاک و پاکیزہ رکھ۔ اس وقت آیت تطہیر کا نزول ہوا، ام سلمہ نے چادر کے قریب آ کر کہا کیا چادر میں میں بھی آجاؤں؟ جواب دیا نہیں تم خیر پر ہو۔

یہ آیت میرے اور میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب، میری بیٹی فاطمہؑ اور ان کے دو فرزند حسنؑ و حسینؑ اور ان کے نو فرزند کیلئے ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

کیا یہ باتیں صحیح ہیں؟

انصار و مہاجرین! ہاں ہم نے یہ باتیں امّ سلمہ اور خود رسولؐ خدا سے بھی سنیں ہیں۔

امیر المومنینؑ: کیا جانتے ہو کہ جب ﴿کونوا مع الصادقین﴾ کی آیت نازل ہوئی تو جناب سلمان نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ آیت خاص ہے یا عام؟ آپ نے فرمایا:

یہ تمام مومنین کو خطاب اور سب کو حکم ہے کہ صادقین کے ساتھ رہیں، صادقین سے مراد میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب اور میرے اوصیاء ہیں؟

انصار و مہاجرین! ہاں صحیح ہے۔

امیرالمومنینؑ: کیا تم کو یاد ہے کہ جب غزوہ تبوک کے وقت رسول اکرمؐ نے مجھے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا یا تھا تو میں نے پوچھا، آپ مجھے مدینہ میں کیوں چھوڑ رہے ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا:

تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور میں نے تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہے تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کیلئے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی تھا۔

امیرالمومنینؑ: ﴿ یا یہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا... ﴾ (سورۂ حج، آیت ۷۷)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا، یا رسولؐ اللہ! اس آیت:

﴿ملة ابیکم ﴾ سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا:

اس سے تیرہ افراد مقصود ہیں، سب سے پہلے میں پھر میرا بھائی علیؑ ابن ابیطالب اور پھر ان کی اولاد میں ان لوگوں پر شاہد و ناظر ہوں اور وہ لوگ تم سب پر شاہد و ناظر ہیں، کیا تمہیں اس حدیث کی خبر ہے؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا۔

امیرالمومنینؑ: تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا نے سب کے سامنے آخری خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:

اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو بزرگ اور اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا، دوسرے میری عترت، میرے اہل بیت، تم ان دونوں سے متمسک رہو گے تو گمراہی وضلالت سے محفوظ رہو گے۔ مجھے خدا نے خبر دیا ہے کہ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتے جب تک حوض کوثر پر مجھ سے نہ مل جائیں۔

عمر بن خطاب نے اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو کر پوچھا تھا:

یارسولؐ اللہ! کیا اس سے آپ کے تمام اہل بیت مراد ہیں؟

فرمایا: نہیں میرا مقصود میرے خلفاء واوصیاء ہیں، جن میں اول میرے بھائی، میرے خلیفہ اور مومنین کے ولی علیؑ ابن ابیطالب ہیں، ان کے بعد میرے فرزند حسنؑ وحسینؑ اور ان کے بعد حسینؑ کے نو فرزند ہوں گے، وہ سب میرے اوصیاء مخلوق پر گواہ، خدا کی حجت، صاحبان حکمت اور علم پروردگار کے خزانہ دار ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی گویا خدا کی اطاعت کی ہے، جس نے ان کی نافرمانی کی گویا خدا کی نافرمانی کی ہے۔

انصار ومہاجرین! ہم سب اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے ایک ایک کر کے اپنے فضائل ومناقب کے بارے میں پوچھا۔

ان لوگوں نے سب کی تصدیق اور گواہی دی۔

پھر فرمایا: کیا تم گواہ ہو کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اپنے خیال میں جو مجھے دوست رکھتا ہے اور علیؑ کو دشمن رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، جس نے اسے دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی ہے۔

حاضرین میں تقریباً بیس افراد نے اس روایت کی بھی تصدیق کی۔

طلحہ ابن عبیداللہ کا اعتراض

طلحہ ایک سیاسی آدمی تھا، اس نے کہا اس روایت کو کیا کیا جائے، جو رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے۔
خدا نبوت، خلافت کو ہم اہل بیت میں جمع نہیں کرے گا، عمر و ابو عبیدہ، سالم اور معاذ نے بھی روایت کی شہادت دی، پھر طلحہ نے کہا آپ کی سب باتیں تصدیق شدہ ہیں، آپ کے فضائل و کمالات معلوم ہیں لیکن ان چار افراد نے بھی روایت مذکورہ کی تصدیق کی ہے کہ خلافت خاندان رسولؐ میں نہیں ہوگی۔

امیر المومنینؑ بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے بغل سے صحیفہ نکال کر طلحہ کو دکھایا کہ غدیر خم کے بعد آنحضرتؐ کے چند مخالفین نے اس صحیفہ میں معاہدہ و دستخط کیا تھا کسی طرح بھی علیؑ ابن ابیطالب کو ولایت و خلافت سے روک دیا جائے۔

پھر فرمایا: اس جھوٹی گواہی کے بطلان کی دلیل یہ روایت ہے جو رسولؐ خدا نے غدیر خم میں فرمائی کہ میں تم پر تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں، میری طرح علی بھی تمہارے اوپر تم سے زیادہ حق رکھیں گے، یہ روایت قابل قبول ہے کہ نہیں؟

طلحہ! درست ہے۔

امیر المومنینؑ: جب میں لوگوں پر اولویت رکھتا ہوں تو کوئی کیسے میرا حاکم و رئیس بن سکتا ہے اور میں اس کے زیر فرمان رہوں گا، کیا اولویت رکھنا خلافت و حکومت کا ملازمہ نہیں ہے؟

ان تمام شرائط و ان تمام باتوں کے ساتھ میرے علاوہ کسی غیر کیلئے اولویت تصور کی جاسکتی ہے؟
دوسرے یہ کہ حدیث منزلت (یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ) قابل تصدیق و اعتبار ہے یا نہیں؟ طلحہ! حدیث معتبر و مسلم ہے۔

امیر المومنینؑ: جب ہارون کا مقام سوائے مقام نبوتؐ کے میرے لئے ثابت ہے، تو نبوت کے علاو

تمام معنوی مراتب میری ذات میں موجود ہیں، تو گذشتہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ منصب خلافت وولایت مجھ سے سلب کرلو؟ کیا ہارون کی منزلت کا مفہوم یہی ہے کہ انسان دوسرے کے تحت حکومت اور زیر سلطنت رہے اور بعد رسولؐ ان کے کسی منصب کا حقدار نہ رہے؟

کیا میں تمہاری طرح امتیاز و خصوصیت نہیں رکھتا؟

کیا تم نے پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث نہیں سنی:

میں تمہارے درمیان دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے، وہ دو امر کتاب خدا اور میرے اہل بیت ہیں۔ ان پر سبقت نہ کرنا اور اپنے علم کو ان پر تحمیل نہ کرنا، کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے اور عقل رکھنے والے ہیں؟

طلحہ! ہاں صحیح ہے۔

امیر المومنینؑ: اس حدیث کے مطابق میں دوسروں سے اعلم اور داناتر نہیں ہوں؟ کیا دوسرے لوگ ذمہ دار نہیں ہیں کہ میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے استفادہ کریں؟ کیا لوگوں کو مجھ سے تمسک اور توسل نہیں رکھنا چاہئے؟ اس حدیث کے مطابق کیا میرا فرمان، قرآن وخدا کے مطابق نہیں ہے؟ کیا خدا نہیں فرماتا کہ آیا وہ شخص لائق اطاعت و پیروی ہے جو حق کیطرف رہنمائی کرتا ہے یا وہ جو کہ خود راہ راست پر نہیں چل سکتا، جب تک کہ اس کی ہدایت نہ کر دی جائے، پس تم کیسے حکم لگاتے ہو؟

کیا قرآن نے جناب طالوت کے بارے میں نہیں فرمایا: خدا نے تمہارے درمیان سے طالوت کو منتخب کیا ہے اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے تم پر ترجیح و برتری دی ہے اور ان کی روحانی و جسمانی طاقت زیادہ ہے؟

خدا مخالفین کے مقابل اور ان کے سست و بے اساس دعوے کے مقابلہ میں فرماتا ہے:

قرآن سے بہتر کوئی کتاب، کوئی خبر و روایت جس سے علم و یقین کا فائدہ ہو، لے آؤ، اگر تم اپنے قول میں سچے ہو؟

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: امت اور امتی اپنے امور کی ولایت ورسیدگی کی خاطر کسی کو معین نہیں کر سکتے

جبکہ ان کے درمیان کوئی اعلم وافضل شخص موجود ہو مگر یہ کہ اس امت کے امور انحطاط و متزلزل چھوڑ دیئے جائیں اوران کے اجتماع اوران کا اتحاد اور قومیت پارہ پارہ ہو جائے تاکہ وہ اپنے اعمال سے پشیمان ہو کر چلنے والے راستہ سے پلٹ جائیں، گذشتہ روایت میں جھوٹ کی دلیل یہ ہے کہ تم لوگوں نے خود رسول اکرمؐ کے زمانہ میں انھیں کے حکم سے مجھے امیر المومنینؑ اور مولا کے عنوان سے خطاب کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ عمر بن خطاب نے خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے والے چھ افراد میں مجھے بھی قرار دیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو خلافت کیلئے منتخب کرلوں اگر مجھ میں خلافت کی صلاحیت نہ ہوتی تو عمر بن خطاب مجھے اہل شوریٰ میں کیسے قرار دیتے؟

اور اگر شوریٰ کسی دوسرے امر کیلئے تھی تو عثمان کیسے خلافت کا دعویٰ کرتے؟ کیا عثمان کا مقام و منصب اس شوریٰ کی پیداوار نہیں ہے؟ تم لوگوں نے اس دن جعلی روایت سے تمسک کیوں نہیں کیا؟

اے طلحہ! کیا تو خود اہل شوریٰ سے نہیں تھا؟ اس دن یہ روایت کیوں نہیں نقل کیا اور عمر بن خطاب اور دوسروں کو اس بات سے کیوں نہیں آگاہ کیا؟

پھر علیؑ ابن ابیطالب نے عبداللہ ابن عمر کیطرف رخ کر کے فرمایا:

اے عبداللہ! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب میں تمہارے باپ کی عیادت سے واپس ہوا تو میرے بارے میں تمہارے باپ نے جو کچھ کہا ہے اسے بیان کرو؟

عبداللہ نے کہا جب آپ ہمارے پاس سے چلے آئے تو انھوں نے کہا اگر تم لوگ قریش کے اس شخص کی بیعت کرتے جس کے سر کے اگلے حصّہ میں بال نہیں ہے تو وہی سچے اور سیدھے راستہ کی جانب تمہاری رہنمائی کرتا اور وہی کتاب خدا اور سنت پیغمبر لوگوں میں رائج کرنے والا ہے۔

امیر المومنینؑ: تم نے ان سے کیا کہا؟

عبداللہ! میں نے اپنے باپ سے کہا تو آپ اس منصب خلافت کیلئے ان کو کیوں نہیں معین کرتے اور انھیں جانشین رسول کیوں نہیں بناتے؟

امیرالمومنینؑ: تمہارے باپ نے کیا جواب دیا؟

عبداللہ! ہاں انھوں نے جواب دیا مگر وہ مخصوص گفتگو تھی دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے وہ راضی نہیں تھے۔

امیرالمومنینؑ: رسولؐ خدا نے ان سارے واقعات کی مجھے اطلاع دی تھی، تمہارے باپ کے جواب اور دوسری جزئیات سے میں آگاہ ہوں لیکن اس سے زیادہ اس موضوع پر میں تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علی علیہ السلام کا اپنا تعارف

تم کو خدا کی قسم ! دیتا ہوں، بتاؤ کیا رسولؐ خدا نے ہمیشہ مجھے بزرگ و بلند نہیں رکھا ؟ ہم اہل بیت پیغمبر نہیں ہیں؟ میں ہمیشہ ہر جگہ ان کے ہمراہ نہیں رہا؟

کیا خدا نے اپنے رسولؐ کے ساتھ ہمارا ذکر نہیں کیا؟ کیا آیت اولوالامر کے ضمن میں ہماری اطاعت کو واجب ولازم نہیں شمار کیا ہے؟ کیا رسولؐ اسلام ہماری ولایت کو تم تک پہنچانے پر مامور نہ تھے؟ کیا رسول اکرمؐ کے وصی ہونے کا ہم سے زیادہ کوئی سزاوار و لائق ہے؟

تم کو خدا کی قسم! کیا تم کو خبر ہے کہ کفار قریش کے سامنے (سورہ برائت) پڑھنے کیلئے رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا تھا اور ابوبکر کو اس سے منع کر دیا تھا اور فرمایا کہ میری جانب سے میری باتوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میرے جیسا ہو؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی ہے۔

امیر المومنینؑ: جو شخص ایسی بات کو رسولؐ خدا کیطرف سے نہیں پہنچا سکتا تو وہ تمام امور میں ان کی جگہ کیسے لے سکتا ہے، اور جانشین وخلیفہ رسولؐ بن کر تمام قوانین و احکام الٰہی کو کیسے جاری و قائم کر سکتا ہے؟

جسے ایسی ماموریت سے روک دیا گیا ہو وہ آنحضرت کی خلافت و جانشینی کے لائق ہو سکتا ہے یا وہ شخص جسے یہ ذمہ داری دی گئی اور اس کا تعارف اس انداز سے کرایا گیا ہو کہ وہ مجھ سے ہے اور میری طرح ہے؟ کیا تمہیں اطلاع ہے کہ رسولؐ خدا نے میرے بارے میں فرمایا:

تم میرے بھائی ہو، تم میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو، تم ہی میرے قرضوں کو ادا کرو گے، مجھے لوگوں کے حقوق سے بریٔ الذمہ کرو گے، میری سنت اور احکام خدا کے اجراء کی خاطر مخالفین سے جنگ کرو گے؟ یہ بھی فرمایا:

کوئی میرے قرضوں کو ادا نہیں کرے گا اور لوگوں کے حقوق سے مجھے بری الذمہ نہیں کرے گا مگر (اے علی!) تم ایسا کرو گے۔

انصار و مہاجرین! بالکل صحیح ہے۔

مسجد الحرام میں جناب ابوذر کا رسول خداؐ کی دو حدیث بیان کرنا

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں خانہ خدا میں موجود تھا جناب ابوذر کو خانہ کعبہ کی زنجیر پکڑے ہوئے دیکھا کہ ایک مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے، اگر نہیں جانتا تو جان لے کہ میں ابوذر جندب ابن جنادہ ہوں، میں نے پیغمبر اسلامؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے، جو اس پر سوار ہوا وہ کامیاب ہوا اور جو اس سے دور ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اہل بیت بنی اسرائیل کے باب حطہ کیطرح ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے جس نے بھی اس وقت استغفار کیا وہ بخش دیا گیا۔

میں نے رسول اسلامؐ سے سنا کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب خدا اور میرے اہلبیت ہیں۔

اے متحیر امت اور وہ گروہ جو اپنے پیغمبرؐ کے بعد گمراہ ہو گئے!

آگاہ ہو جاؤ!!! اگر تم نے اس کو مقدم کیا ہوتا جس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور اسے موٴخر کیا ہوتا جسے خدا نے موٴخر کیا ہے اور اگر خلافت و ولایت کو اس جگہ رکھتے جس جگہ خدا نے رکھا ہے تو احکام الٰہی اور فرائض خداوندی کبھی بھی ضایع نہ ہوتے اور اختلاف، نفاق اور دشمنی تمہارے درمیان ظاہر نہ ہوتی۔

جب حضرت ابوذر مدینہ واپس ہوئے تو انھیں عثمان ابن عفان نے بلایا کہ بتاؤ تمہیں کس نے ترغیب دی تھی کہ خانہ کعبہ میں مختلف لوگوں کے سامنے تقریر کرو؟ اور کس سبب سے تم نے یہ کام کیا؟

جناب ابوذر نے کہا مجھے اس عمل کا حکم رسول خداؐ نے دیا تھا۔

عثمان! اس کا کوئی گواہ ہے۔ وہاں حضرت امیر المومنینؑ اور جناب مقداد حاضر تھے، دونوں نے گواہی دی اور پھر وہاں سے چلے گئے۔

علی ابن ابیطالبؑ کا عثمان سے احتجاج

ایک روز عثمان نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ اگر آپ مجھ سے بدنیتی اور بدسلوکی کرتے ہیں تو یہ آسان ہے کیونکہ آپ نے مجھ سے اور اپنے سے بہتر لوگوں کے ساتھ بھی کیا ہے۔

امیر المومنینؑ! وہ کون ہیں جو مجھ سے بہتر تھے؟

عثمان!!!! ابوبکر وعمر۔

امیر المومنینؑ: تو جھوٹا ہے میں تم سے اور ابوبکر وعمر سے افضل و برتر اور بہتر ہوں۔ جب تم اسلام نہ لائے تھے اور خدا پرست نہیں تھے، میں خدائے جہان کی پرستش وعبادت کرر ہا تھا اور تم لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی اس کی عبادت کروں گا اور وہ دن تمہارے اعمال وافعال کے حساب وکتاب کے دن ہوں گے۔

ایک شخص کا حضرت علیؑ کے مقابلہ میں فخر ومباہات

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ سلمان، ومقداد، اور ابوذر نے مجھ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں اپنی برتری وبلندی کا اظہار کیا، جب رسول اسلام کو خبر ہوئی تو علیؑ ابن ابیطالب سے فرمایا: تم سارے عرب پر فخر ومباہات کرو کہ چچازاد بھائی کے لحاظ سے تم سب سے بزرگ ہو، داماد کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو کیونکہ تم رسولؐ اسلام کے چچازاد بھائی اور داماد ہو، زوجیت کے لحاظ سے تم سے بہتر کوئی نہیں کیونکہ تمہاری زوجہ فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ ہیں، فرزندوں کے لحاظ سے کہ حسنؑ وحسینؑ ہیں، تمام مخلوق سے افضل ہو۔ آپ کے بھائی جعفر طیار، اس لحاظ سے بھی سب سے بلند ہیں، آپ کے عمو محترم حضرت حمزہ سید الشھداء ہیں، اس لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہو، تم حلم وصبر میں، برتری رکھتے ہو، تمہارا علم دوسروں سے بہت زیادہ ہے، تم سب سے پہلے اسلام لائے، تم دوسروں سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہو، میری سنت کا علم واحاطہ سب سے زیادہ تم کو ہے اور ایسے ہی تمہارا جود اور تمہاری سخاوت، تمہارا زہد وتقویٰ سب سے زیادہ روشن ہے۔

دین کی سعی وکوشش اور احکام اسلامی کے لحاظ سے تم ثابت قدم ہو، تمہاری عادت اور تمہارے اخلاق سب سے بہتر، تمہاری زبان سب سے زیادہ سچی اور خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ محبوب ہو، شجاعت ودلیری میں تم سب سے آگے ہو، تم میرے بعد تیس سال زندہ رہو گے، اس زمانہ میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے قریش کے ظلم وستم پر صبر وتحمل کرو گے، پھر راہ خدا میں جہاد کرو گے، تم تاویل قرآن کیلئے مخالفین سے ایسے جنگ کرو گے جیسے میں نے اصل قرآن کے بارے میں جنگ کی، پھر تم شہید ہو گے اور شگافتہ سر کے خون سے تمہاری داڑھی خضاب آلود ہو جائے گی، تمہارا قاتل غضب خدا اور حق سے دوری کے لحاظ سے اس شخص کی طرح ہے جس نے ناقہ صالحؑ کو ذبح کیا تھا۔

امیر المومنینؑ صدیق وفاروق ہیں!

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ سلمان، وابوذر، ومقداد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر تقاضا کیا کہ اے سلمان! خیر وسعادت کی جانب میری رہنمائی کیجئے۔

سلمان فارسی: میں تم کو کتاب خدا کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں آسمانی کتاب قرآن مجید کے ہمراہ رہنا، زندگی کے امور وآداب اور علوم وعقائد ومعارف کا اسی سے استفادہ کرنا اور تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علیؑ ابن ابیطالب، قرآن کا لازمہ اور حق وباطل کا معیار ہیں۔

ہاں! علیؑ ابن ابیطالب ہی صدیق ہیں، ان کی تمام رفتار وگفتار اور کردار صحیح اور سچ ہیں، علی ہی فاروق ہیں یہی حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے حق وحقیقت کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں، وہ ہمیشہ حق کے ساتھ ہیں وہ حق کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔

مرد مومن نے کہا!! لوگ ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کا لقب دیتے ہیں، کیا یہ دونوں لقب ان دونوں کے نہیں ہیں؟

سلمان فارسی! لوگوں نے حضرت علیؑ کے ان دو القاب اور ان کے اوصاف کو دوسروں سے منسوب کردیئے، جیسے خلافت وامارت اور ان کے حق کو غصب اور اس پر تصرف کرلیا۔

ہم رسولؐ کے زمانہ میں ان کیطرف سے ذمہ دار تھے کہ حضرت علی کو امیر المومنین کے لقب سے پکاریں اور اسی عنوان سے انھیں مخاطب کرتے تھے، لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ لقب وعنوان بطور حرص وطمع دوسروں سے منسوب کردیا گیا۔

فضائل امام علیؑ کے اثبات کا احتجاج

سلیم ابن قیس کہتے ہیں: ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے تقاضا کیا کہ اپنے کچھ فضائل ومناقب بیان فرمائیں؟

امیر المومنینؑ: میرے فضائل وہ آیتیں ہیں جو قرآن مجید میں میری شان کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

مرد مسلمان! وہ کیا ہیں جو آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟

امیر المومنینؑ: نے ایک ایک کر کے اپنے بارے میں نازل شدہ آیات کو بیان کیا ان میں سے ایک

﴿ افمن کان علی بینة من ربه... ﴾ (سورۂ ہود آیت، ۱۷) ترجمہ:

آیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی جانب سے دلیل وبرہان رکھتا ہے، اسکے بعد از خود یا از جانب پروردگار کوئی شاہد و گواہ لائے، بہتر ہے

یا وہ لوگ جو خدا کی آیات کے منکر ہیں؟

پھر فرمایا: میں وہی گواہ ہوں جو رسول اکرمؐ کے بعد آیا اور میں رسول خدا سے ہوں۔

پھر ﴿ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفٰی باللہ شهیدا... ﴾ (سورۂ رعد، آیت، ۴۳) کی تلاوت کی، جس کا ترجمہ:

اے رسول! کافرین کہتے ہیں کہ تم خدا کیطرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہو تو کہدو! تمہارے درمیان خدا بہترین گواہ وناظر ہے، اسی طرح وہ لوگ شاہد ہیں جن کے پاس قرآن کے علوم ہیں۔

پھر فرمایا: میں وہی شخص ہوں جس کے پاس علم قرآن ہے ﴿ إنما ولیکم اللہ ورسوله والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاة ویؤتون الزکاة وهم راکعون ﴾ (سورۂ مائدہ آیت، ۵۵)

ترجمہ: تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت

رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

(سورۂ نساء آیت، ۵۹)

ترجمہ: تم اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں۔

امیر المومنینؑ: پھر فرمایا وہ صاحب امر میں ہی ہوں۔

مرد مسلمان! تقاضا کرتا ہوں کہ وہ فضائل بیان کیجئے جو رسولؐ اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے؟

امیر المومنینؑ: ایک فضیلت یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے روز غدیر مجھے ولایت کے منصب پر منسوب کیا۔ پھر حدیث منزلت میں آنحضرتؐ نے مجھے ہارون کیطرح اپنی جانب نسبت دی۔

حدیث: میں ان کے ساتھ سفر میں تھا حضرت عائشہ اور میرے علاوہ آنحضرتؐ کے ساتھ تیسرا کوئی نہ تھا اور تین افراد کیلئے صرف ایک ہی لحاف تھا رسولؐ اسلام میرے اور عائشہ کے درمیان لیٹ گئے، جب وہ عبادت و نماز شب کیلئے اٹھے تو اپنی انگشت مبارک سے لحاف کو فرش زمین میں دھنسا دیا، مجھے رات بھر اتنا شدید بخار تھا کہ میں سو نہیں سکا، میری وجہ سے رسولؐ خدا بھی رات بھر نہ سوئے اور صبح تک میرے اور اپنی جانماز کے درمیان جاگتے رہے، کبھی نماز پڑھتے، کبھی میری احوال پرسی کرتے اور میری طرف متوجہ رہتے، جب صبح ہوئی تو آپ نے نماز پڑھکر دعا کی پروردگارا! علیؑ کو شفا و عافیت عنایت فرما، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے علیؑ تجھے بشارت ہو میں نے کہا آپ کو بھی خیر کی بشارت ہو اور خدا مجھے آپ پر قربان کرے رسولؐ نے فرمایا:

کل شب خداوند عالم سے جو کچھ اپنے لئے مانگا وہ تمہارے لئے بھی مانگا اور جو کچھ میں نے خدا سے سوال کیا سب کچھ اس نے قبول کر لیا۔

میں نے خدا سے درخواست کیا کہ وہ تم کو میرا بھائی بنائے، قبول ہوا، مجھے مومنین کا ولی و سرپرست قرار دے، وہ بھی قبول ہو گیا۔

امیر المومنینؑ کا ناکثین کے ساتھ احتجاج

(بیعت توڑ کر جنگ جمل میں حصہ لینے والے)

خداوند عالم نے تمام انسانوں کو خلق کرنے کے بعد انھیں میں سے کچھ کو اپنا رسولؐ اور سفیر منتخب کیا اور لوگوں کی ہدایت وسعادت انھیں سفیروں اور رسولوں کے ذریعہ کتاب قانون واحکام نازل کی اور ان کتابوں میں اپنے بندوں کی ذمہ داریوں اور فریضوں کو واضح وروشن کیا۔

خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کے حکم وفرمان جاری کرنے کے سزاوار ولائق ہیں اور درحقیقت ان کا فرمان رسول اکرمؐ کا فرمان ہے اگر تم تعصب وعناد نہ کرو تو یہ جملہ ،،اولوالامر،، ہم اہل بیت کے بارے میں نازل ہوا ہے اور یہ عنوان ہمارے لئے مخصوص ہے۔

تم نے ہماری مخالفت کی، ہم سے روگردان ہوئے، ہماری بیعت کو توڑا، ہمارے حق کا انکار کیا، خدا کے عہد وپیمان کے خلاف قدم اٹھایا اور اس طریقہ سے تم نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔

کیا تم خدا کے اس فرمان کو فراموش کر گئے؟

(سورۂ نساء، آیت ۸۳) جب امن وخوف کا کوئی امر ان کو سنائی دیتا ہے تو وہ اس کو بغیر کسی تحقیق وتفکر کے پھیلا دیتے ہیں اگر اس موقعہ پر وہ سکوت وتوقف اختیار کریں اور امر اختلافی کو رسولؐ خدا اور اولوالامر پر چھوڑ دیں، تو وہ ان کی حقیقت سمجھ لیں گے اور اس کی عاقبت کو بھی جان لیں گے۔ اس آیت میں بھی اولوالامر سے مراد ہم ہی ہیں، خدا نے حکم دیا ہے کہ جو امور اور حوادثات واضح نہیں ہیں ہماری طرف رجوع کریں، اگر تم نے خدا اور رسولؐ کے عہد ودستور پر عمل نہیں کیا تو اپنی بدرفتاری کی سزا ضرور پاؤ گے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اپنے وعدوں کو پورا کرو میں اپنے عہد کو پورا کروں گا اور میرے عذاب وغضب سے بچے

رہو۔

ہم اہل کتاب واہل حکمت ہیں، ہم آل ابراہیم ہیں، خدا نے ہمیں فضیلت و برتری دی ہے اور دوسرے ہمارے بارے میں حسد کے مرتکب ہوئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: (سورۂ نساء آیت ۵۴)

بلکہ وہ لوگ رسولؐ اوران کے اہل بیت سے خدا کی عطا کی ہوئی فضیلت سے حسد کرتے ہیں اور ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وشریعت، حکمت وحقیقت اور حکومت وعظمت دی ہے پس بعض لوگ ایمان لائے بعض نے انکار کیاان لوگوں کیلئے آتش دوزخ کافی ہے۔

ہم آل ابراہیم ہیں اور ہم سے حسد کیا جارہا ہے جیسے ہمارے آباءواجداد سے حسد کیا گیا، سب سے پہلے جس سے حسد کیا گیا، وہ جناب آدمؑ تھے کہ وقت سجدہ ان سے ابلیس نے حسد کیا اور خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا، اس کے بعدان کے بیٹے ہابیل سے حسد کیا کہ اپنے باپ کی محبت وانسیت کے سبب ان کے بھائی قابیل نے ان سے حسد کیا، پھر وہ اس کے ہاتھوں قتل ہوئے اور قابیل ہمیشہ کیلئے عذاب ابدی میں گرفتار ہوگیا، پھر جناب نوح اپنی قوم کے حسد کا شکار ہوئے انھوں نے ان کے بارے میں فرمایا: نوحؑ تمہاری طرح بشر ہیں تم پران کو کوئی برتری وامتیاز نہیں، وہ اس لائق نہیں کہ تم ان کی اطاعت و پیروی کرو۔

لوگ اس سے غافل ہیں کہ برتری اور فضیلت خداوندمتعال کیجانب سے ہونی چاہئے کسی شخص کے مقام ومرتبہ کا انتخاب اوراختیار خدا کو ہونا چاہئے، ان لوگوں نے کھلم کھلا دھوکا کھایا ہے اور روحانی فضائل و مقامات سے بے خبر ہیں۔ خدا جسے چاہے منتخب کرتا ہے اور جسے چاہے اپنی رحمت وعنایت سے مخصوص کر کے علم ومعرفت، حکمت وروحانیت عطا کرتا ہے۔ یہ اختیارات لوگوں کو نہیں ہیں۔

ہم پیغمبرؐ اسلام کے اہل بیت ہیں، ہم کو خدا نے ہر طرح کی رجس وکثافت سے دور رکھا ہے، ہم حضرت ابراہیمؑ کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں۔

خدا فرماتا ہے: ابراہیمؑ کے سب سے قریبی لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی بھی جو تمہارے درمیان ہے چونکہ ہم پیغمبرؐ اوران کے خاندان کے نزدیک تر ہیں، اس لئے ابراہیم سے بھی

نزدیکترین ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ صاحبان رحم اور اہل خاندان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک اور اولیٰ ہیں۔

پس رسول خداؐ کے سب سے خاص قرابتدار ہم ہیں اور ابراہیم خلیلؑ کے بھی نزدیکترین ارحام میں سے ہیں، بیت اللہ یا بیت ابراہیم کعبہ کے وارث ہم ہیں۔

اے لوگو! میں تمہیں خدائے جہان اور اس کی اطاعت اس کے رسولؐ کی اطاعت، ولی امر کی اطاعت اور وصی رسول اکرمؐ کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں۔ میری دعوت کو قبول کرو اور آل ابراہیم کی پیروی کرو، امت کے اختلاف وتفرقہ کے اسباب فراہم نہ کرو اور خدا کے سخت عذاب، شدید غضب سے بچے رہو۔

طلحہ وزبیر سے امیر المومنینؑ کا احتجاج

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت مبارک میں حاضر تھا کہ طلحہ ابن عبیداللہ اور زبیر ابن عوام آپ کے پاس شرفیاب ہوئے اور حج وعمرہ کی اجازت طلب کی۔

آپ نے اجازت نہیں دی فرمایا: تم نے تازہ تازہ حج وعمرہ انجام دیا ہے، طلحہ نے اپنے مقصد پر اصرار کیا، امامؑ نے اصرار کی وجہ سے اجازت دی۔ دونوں باہر نکلے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ان کا عمرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے، میں نے کہا تو آپ نے اجازت کیوں دی؟

امیر المومنینؑ نے ان کو واپس بلا کر فرمایا: خدا کی قسم! تم لوگ عمرہ کی نیت نہیں رکھتے، تمہارا مقصد بیعت اور عہد وپیان کو توڑنا ہے، تم اختلاف پیدا کر کے امت کی وحدت واجتماع کو ختم کرنا چاہتے ہو، طلحہ وزبیر نے قسم یاد کی! سوائے عمرہ کے ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے اجازت دیدی، ان کے باہر جانے کے بعد پھر فرمایا:

ان کا عمرہ کا قصد ہرگز نہیں ہے۔

میں نے کہا پھر آپ نے اجازت کیوں دی؟ آپ نے فرمایا:

کیسے اجازت نہ دوں، انھوں نے نام خدا کی قسم کھائی۔

طلحہ وزبیر مدینہ سے کوچ کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔ دونوں نے عائشہ کو اتنا سمجھایا کہ وہ ان کے ہمراہ ہوگئیں اور امیر المومنینؑ کی بیعت توڑنے کیلئے سب بصرہ کیجانب چل پڑے۔

حضرت علی ابن ابیطالب کا خطبہ

روایت کی گئی ہے جب امیر المومنینؑ کو طلحہ وزبیر کے عائشہ سے ملنے کی خبر لگی تو آپ نے لوگوں کے سامنے خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

خدا نے رسول اکرمؐ کو لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا اور ان کے وجود کو دنیا والوں پر نزول رحمت کا وسیلہ قرار دیا، انھوں نے اپنی ذمہ داری لوگوں تک روشن الفاظ میں پہنچائی اور خدائی احکام اہل دنیا کو بتایا، رسولؐ نے لوگوں کے اختلافات دور کر کے انھیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

انھوں نے راستوں کو محفوظ و مامون بنایا، ایک دوسرے کا خون بہانے سے منع کیا، حسد و کینہ، بغض وعداوت سے لبریز دلوں کو نزدیک و مہربان بنا دیا، آنحضرتؐ نے رسالت کی ذمہ داریوں کو انجام دینے اور مقاصد نبوت کے پورا کرنے میں معمولی سی بھی کوتاہی اور غلطی نہیں کی۔

افسوس افسوس! ان کی رحلت کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، لوگوں نے حصول منصب وحکومت کی خاطر اختلاف شروع کر دیا اپنے باطنی کینہ وحسد اور عداوت کو ظاہر کر دیا، پھر ابوبکر مقام خلافت وحکومت پر بیٹھ گئے ان کے بعد عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان نے حکومت پائی۔

جب عثمان اور لوگوں کا اختلاف سامنے آیا نتیجہ میں عثمان قتل ہو گئے تو تم سب نے مل کر میری بیعت کرنے کا تقاضا کیا اور میں نے انکار کیا، تم لوگوں نے کہا آپ ہماری بیعت قبول کریں اور میں نے قبول نہیں کیا۔

تمہارے اصرار میں اضافہ ہوتا رہا اور میں اپنے ہاتھوں کو سمیٹتا رہا، یہاں تک کہ تم لوگ ہر طرف سے میرے اوپر ایسے ٹوٹ پڑے اور مجھے گھیر لیا جیسے پیاسے اونٹ پانی کے حوض پر ٹوٹتے ہیں ایسا لگا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے اور کچھ تمہارے پیروں کے تلے دب کر مر جائیں گے، مجبوراً میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا تو تم

سب نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری بیعت کی۔

سب سے پہلے اپنے مکمل اختیار اور شعور وادراک کے ساتھ جس نے میری بیعت کی وہ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن عوام تھے لیکن نہایت افسوس کہ جو لوگ سب سے پہلے بیعت توڑ رہے ہیں وہی طلحہ وزبیر ہیں۔

ان دونوں نے مجھ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو میں نے احتیاط کی بنا پر ان سے تجدید بیعت لی اور انھوں نے قسم بھی کھائی کہ میرے بارے میں غلط رائے اور سوء قصد نہیں رکھتے۔

کتنی حیرت، وافسوس کی بات ہے کہ انھوں نے ابوبکر وعمر کی بیعت کو وفا کیا اور میری مخالفت کر رہے ہیں جب کہ میں ان دونوں سے کمتر وکمزور نہیں ہوں۔

مجھے کہنا چاہیئے، پروردگارا! اس مخالفت، مکر وحیلہ کے عوض ان پر اپنا غضب نازل کرے اور مجھے ان پر کامیابی وتسلط عنایت فرمائے۔

یہ لوگ اسی کے سزاوار ہیں، یہ لوگ خاندان رسالت اور ذریت نبوت سے نہیں ہیں، یہ سب میرے حق خلافت کو برداشت نہیں کر سکے اور کم از کم ایک سال یا ایک مہینہ بھی صبر نہیں کر سکے، انھوں نے امت کے اختلاف وانتشار کا کوئی خیال نہیں کیا اور مسلمانوں کے گروہ کو منتشر ومتفرق کر دیا۔

طلحہ وزبیر سے امیر المومنینؑ کا گفتگو

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ روز جمل جب امیر المومنینؑ اہل بصرہ کے سامنے آئے تو زبیر ابن عوام کو اپنے پاس بلایا۔ زبیر طلحہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے سامنے آئے تو حضرتؑ نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ کی زبانی اہل جمل ملعون ہیں؟

اس بات کو تمام صاحبان روایت ودانش اور خود دختر ابوبکر عائشہ بھی جانتی ہیں۔

زبیر وطلحہ!! ہم کیسے ملعون ہو سکتے ہیں، جب کہ ہم اہل بہشت سے ہیں۔

امیر المومنینؑ! اگر تم اہل بہشت سے ہوتے تو میں تمہاری ہرگز مخالفت نہ کرتا اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کرتا۔

زبیر! کیا آپ نے سعید ابن زید کی حدیث نہیں سنی کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

قریش کے دس افراد بہشت سے ہوں گے؟

امیر المومنینؑ! ہاں سعید نے اس حدیث کو خلافت عثمان کے دور میں بیان کیا۔

زبیر! کیا سعید نے رسولؐ خدا پر دروغ وافتراء کیا ہے؟

امیر المومنینؑ! ان دس کو شمار کرو۔

زبیر! ابوبکر، عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدہ جراح، سعید ابن زید۔

امیر المومنینؑ! یہ نونفر ہوئے دسواں کون ہے؟ زبیر! دسویں آپ ہیں۔

امیر المومنینؑ: اس صورت میں تم اقرار کرتے ہو کہ میں اہل جنت سے ہوں لیکن میں تمہارے بارے میں گواہی نہیں دیتا، تمہاری اس حدیث کا انکار کرتا ہوں اور تمہارے جنتی ہونے کی مخالفت کرتا ہوں۔

زبیر: آپ کہنا چاہتے ہیں کہ سعید نے رسول اکرمؐ کے اوپر جھوٹا الزام لگایا ہے؟

امیر المومنینؑ: مجھے اس بارے میں ظن وگمان نہیں بلکہ بخدا قسم اس کے جھوٹے کا یقین اور علم ہے۔
نامبردہ افراد میں سے بعض کو میں پہچانتا ہوں کہ قیامت کے روز ان کو ایک تابوت میں رکھا جائے گا اور دوزخ میں سب سے نیچے طبقہ کے گہرے کنویں میں ڈال دیا جائے گا اس کنویں کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جب دوزخ کی آگ شعلہ ور کرنا چاہتے ہیں تو اس پتھر کو کنارے کر دیتے ہیں اور اس کنویں کی شدت حرارت سے دوزخ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

یہ حدیث میں نے رسولؐ خدا سے سنی ہے اگر جھوٹ بولوں تو خدا مجھے تم پر غالب وکامیاب نہ کرے، میرا خون تمہارے ہاتھوں بہائے، اگر صحیح کہہ رہا ہوں تو خدا مجھے فتح ونصرت عطا کرے اور جلد از جلد تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی ارواح دوزخ سے نزدیک کردے۔

زبیر روتا ہوا اپنے لشکر کی جانب واپس ہوگیا۔

زبیر ابن عوام سے امیر المومنینؑ کی گفتگو

نصر ابن مزاحم کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں جب طلحہ قتل ہو گیا تو جناب امیر رسول خداؐ کے چتکبرہ خچر پر سوار ہو کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور زبیر کو بلایا، زبیر گھوڑے پر سوار حضرت علیؑ کی طرف آیا اور حضرت علیؑ کے اتنا قریب ہوا کہ زبیر کے گھوڑے اور حضرت علیؑ کے خچر کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔

امیر المومنینؑ: تجھے خدا کی قسم کیا تم نے رسولؐ خدا کو کہتے نہیں سنا کہ تم علیؑ سے جنگ کرو گے درانحالیکہ تم ان پر ظلم کرنے والے ہو گے؟

زبیر: ہاں صحیح ہے، امیر المومنینؑ! تو پھر اس میدان میں کیوں آئے؟

زبیر: اس لئے آیا کہ لوگوں کی اصلاح کروں، پھر زبیر امیر المومنینؑ کے پاس سے واپس ہو گیا اور کہہ رہا تھا کہ جو امور عاقبت خراب اور برے نتائج رکھتے ہوں، خواہ مادی زندگی خواہ آخرت کے ہر لحاظ سے اسے ترک کر دینا بہتر اور پسندیدہ ہے، اس وقت علیؑ نے مجھے وہ حدیث یاد دلائی جس نے میرے دل کی گہرائیوں میں اثر کیا اور میرے دل کی حالت بدل گئی، میں آج کی ملامت اور ذلت کو سخت جلانے والی آگ پر ترجیح دیتا ہوں اور اپنے تنہا یار و مددگار طلحہ کی موت پر نہایت افسوس کرتا ہوں۔

زبیر پلٹ کر عائشہ کے پاس آیا اور کہا حقیقت امر یہ ہے کہ یہ واقعہ میرے لئے اچھی طرح واضح و روشن نہ تھا اور مجھے کامل بصیرت نہ تھی اسی وجہ سے میں نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اس معرکہ سے واپس ہو جاؤں۔

عائشہ! اے زبیر کیا ابو طالب کے بیٹے کی تلوار سے بھاگ رہے ہو؟

زبیر! بخدا قسم! وہ بڑے تیز اور بہادر جوانوں کے ساتھ ہیں۔

پھر میدان جنگ سے نکل کر مدینہ کی جانب چل پڑا، یہاں تک کہ وادی السباع میں پہنچا، قبیلہ بنی تمیم اس وادی میں موجود تھے، احنف ابن قیس اپنے لوگوں سے دور ہو کر زندگی گزار رہا تھا اور اسے زبیر کی واپسی کی خبر ہوئی تو کہا میں اس آدمی کے ساتھ کیا کروں، جس نے دو عظیم لشکر کو ایک دوسرے سے لڑا دیا اور خود خونریزی، قتل و غارت کے بعد اپنے وطن واپس ہو رہا ہے۔

ابن جرموز کو خبر ملی اسے بھی بہت غصہ آیا اور دو آدمیوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا۔

زبیر کے ساتھ دو آدمی تھے ایک غلام اور دوسرا شخص جو کہ راستہ میں ساتھ ہو لیا تھا جب زبیر کے دونوں آدمیوں کو ابن جرموز اور اس کے ساتھیوں کے سوء قصد کا علم ہوا تو بڑی تیزی سے زبیر کو تنہا چھوڑ کر آگے نکل گئے، زبیر نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی، کیا ہم تین آدمی نہیں ہیں تم کیوں ڈرتے ہو؟ اس کے بعد جب ابن جرموز اس کے قریب آیا تو زبیر نے کہا تم مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔

ابن جرموز! میں تم سے چند باتیں پوچھنے آیا ہوں؟

زبیر: پوچھو: ابن جرموز! لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچا؟

زبیر: میرے چلتے وقت لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور تھے اور خون بہانے پر سبقت کر رہے تھے۔

ابن جرموز! کچھ اور پوچھنا چاہتا ہوں؟ زبیر! پوچھو۔

ابن جرموز. بتاؤ تم نے عثمان کی مخالفت کر کے اسے کیوں چھوڑ دیا تھا؟

امام علیؑ کی بیعت کس لئے کی؟ پھر ان کی بیعت کیوں توڑی؟ عائشہ کو گھر سے باہر کیوں لائے؟ اپنے بیٹے کے پیچھے نماز جماعت کیلئے کیوں کھڑے ہوئے، اس معرکہ جنگ کو کیوں برپا کیا؟ اور جنگ چھوڑ کر گھر کیوں جا رہے ہو؟

زبیر: عثمان کی مخالفت ایک خطا تھی جو مجھ سے ہوئی جس سے میں نے توبہ کر لی۔ ہاں امام علیؑ کی بیعت! چونکہ تمام مہاجرین و انصار نے بیعت کر لی تھی میرے پاس بیعت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا البتہ علیؑ کی بیعت شکنی، دل سے بیعت نہیں کی تھی، صرف ہاتھ سے کی تھی، عائشہ کے باہر لانے کا مقصد، ہم نے

ایک نقشہ و پروگرام مرتب کیا تھا لیکن خدا نے اسے جاری نہ ہونے دیا اور اس کی مشیت ہمارے خلاف نکلی۔

بیٹے کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ، چونکہ ام المومنین نے اسے مقدم کیا تھا۔

ابن جرموز نے جب یہ باتیں سنیں تو اس سے دور ہو کر خود سے کہا! خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں۔

روایت ہے کہ جب زبیر قتل ہو گیا اور اس کے سر اور شمشیر کو امیر المومنینؑ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کی تلوار بلند کر کے فرمایا:

بسا اوقات اس تلوار سے رسول اکرمؐ کے ساتھ جہاد کیا گیا اور آنحضرتؐ کے درد و غم کو دور کیا گیا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بدقسمتی سے اس کا آخری انجام ہلاکت و بدبختی ہوا۔

روایت ہے کہ جب امیر المومنینؑ طلحہ کی لاش کے نزدیک ہوئے اور اسے بلند کر کے لوگوں کو دکھایا اور طلحہ کو خطاب کر کے فرمایا: تم رسولؐ خدا کی بارگاہ میں نیک و خوب تھے مگر افسوس شیطان نے تمہارے دماغ میں گھر بنا لیا اور اپنی کوشش سے تم کو داخل دوزخ کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب امام علیؑ طلحہ کے جنازہ سے گزرے تو اس وقت فرمایا:

یہ وہ شخص ہے جس نے میری بیعت توڑی اور ملت اسلامیہ میں فتنہ و فساد پیدا کیا، میرے خلاف لوگوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کیا، لوگوں کو میرے اور میرے گھر والوں کے قتل کی دعوت دی، پھر اسے بٹھانے کا حکم دیا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے طلحہ ابن عبید اللہ! میرے خدا نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے پا لیا۔ کیا تم نے بھی اپنے خدا کے وعدوں کو سچا اور صحیح دیکھا؟ پھر اسے لٹانے کا حکم دیا جنازہ کے پاس سے دور ہو گئے ان کے ایک دوست نے پوچھا آپ طلحہ کے جنازہ سے کیسے بات کر رہے تھے اور اسے کیونکر مخاطب کیا؟

امیر المومنینؑ: خدا کی قسم! طلحہ نے میری باتیں سنیں جیسے کہ جنگ بدر کے کفار مکہ نے کنویں میں ڈالے جاتے وقت بدر کے دن رسولؐ خدا کی باتوں کو سنا تھا۔

ایسے ہی امیرالمومنینؑ جب بصرہ کے قاضی کعب ابن سور کے جنازہ پر پہنچے تو فرمایا:

یہ وہی ہے جس نے اپنے گلے میں قرآن لٹکایا اور اپنے خیال میں عائشہ کی حمایت وطرفداری کی، لوگوں کو حقایق واحکام قرآن کی دعوت دی درانحالیکہ وہ خود اس کے حقایق ومعانی سے جاہل تھا، اس شخص نے میرے خلاف میرے قتل پر لوگوں کو برانگیختہ کیا اور میرے قتل ہونے کی دعا کر رہا تھا خدا نے اسی کو ہلاک کیا۔

روایت کی گئی ہے کہ مروان ابن حکم کے تیر سے طلحہ قتل ہوا کیونکہ وہ بصرہ کے لشکر میں تھا لیکن تیر دونوں طرف چلاتا اور کہتا جدھر کا بھی مارا جائے ہمارے فائدہ میں ہے کیونکہ مروان دونوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور برا جانتا تھا کیونکہ وہ ضعیف الایمان تھا۔

جنگ جمل و عائشہ

روایت ہے کہ روز جمل عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں اس کا نام عسکر تھا، اس دن اس سے بہت سے عجائبات دیکھے گئے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ جب اس کا ایک پیر کاٹ کر جدا کر دیا گیا تو دوسرے پیر پر برابر کھڑا رہا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے لوگوں سے کہا اس اونٹ کو ذبح کر دو کیونکہ یہ شیطان ہے۔ محمد ابن ابی بکر اور عمار یاسر نے اس کے اعضاء کو کاٹ ڈالا۔

روایت ہے کہ جنگ کے بعد جناب عمار نے عائشہ سے کہا راہ حق میں اپنے بیٹوں کی شمشیر زنی کو کیسا پایا؟ عائشہ نے کہا:

تمہارا یہ خیال اور تمہاری توجہ غلبہ و کامیابی پانے کے بعد ہوئی کہ اپنے خیال میں تم حق پر ہو؟

عمار نے کہا: میرا خیال اس سے بالاتر ہے، خدا کی قسم! اگر آپ غالب ہوتیں اور ہم یمن کے نخلستانوں تک پیچھے ہٹ جاتے پھر بھی اپنے علم و یقین پر باقی اور ثابت قدم رہتے اور ہر صورت میں معتقد ہیں کہ آپ کا سفر باطل پر ہے اور ہم حق پر ہیں۔

عائشہ نے کہا یہ صرف تمہارا ایک خیال ہے اور تم نے صرف علیؑ کی خوشنودی کیلئے اپنے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ روز جمل عائشہ لوگوں کو برانگیختہ کرنے اور فتنہ انگیزی کرنے میں لگی ہوئیں تھیں اور کجاوہ پر مسلسل تیروں کی بارش ہو رہی تھی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا:

میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ رسولؐ خدا کیطرف سے ان کی زوجیت کے رابطہ کو قطع کر کے اس کو طلاق دیدوں، اس وقت بلند آواز میں مجمع سے کہا جس نے بھی رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ:

اے علیؑ! میرے بعد میری ازواج کے امور تمہارے ہاتھوں میں ہیں وہ نزدیک آ کر گواہی دے۔

پس کچھ افراد نے اس روایت کے صحت کی گواہی دی جن میں دو شخص اصحاب بدر میں سے تھے جب عائشہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس طرح روئیں کہ دوسروں نے رونے کی آواز سنی۔

اس وقت امیر المومنین نے فرمایا میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ:

اے علی! خداوند عالم روز جمل پانچ ہزار ملائکہ سے تمہاری تائید و مدد کرے گا۔

روایت ہے کہ جنگ کے اختتام پر جب عائشہ نے مکہ جانے سے انکار کیا تو عبداللہ ابن عباس نے کہا آپ ان کو شہر بصرہ میں چھوڑ دیں ان کے جانے پر اصرار نہ کریں تو امیر المومنین نے فرمایا:

وہ فتنہ و فساد میں کوتاہی نہیں کریں گی، میرا مقصد ہے کہ ان کو اس گھر میں واپس کر دوں جس سے باہر نکلی ہیں۔

محمد ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عائشہ بصرہ سے واپس ہونے کے بعد مسلسل لوگوں کو فتنہ و فساد اور علی ابن ابیطالب کی دشمنی و مخالفت پر سختی سے اصرار کرتی ہیں، اسود بختری کے ذریعہ معاویہ و اہل شام کو خطوط لکھے اور ان کے خلاف انھیں دعوت دی۔

روایت ہے کہ عمرو عاص نے عائشہ سے کہا مجھے یہ پسند تھا کہ روز جمل آپ کو قتل کر دیا جاتا۔

عائشہ نے پوچھا کیوں؟ تیرا کوئی باپ نہ ہو۔ (یعنی تو حرام زادہ ہے)

عمرو عاص نے کہا کہ جب آپ اپنی آسانی موت سے نہ مرتیں اور درجہ شہادت پا کر شہید ہوتیں تو ہم اس حادثہ سے سوء استفادہ کرتے اور ہمیشہ اس کی خاطر علی ابن ابیطالب کی سرزنش کرتے اور ان پر لعن و طعن کرتے۔

ام سلمیٰ کی عائشہ سے ملاقات

(قیام عائشہ پر زوجہ رسولؐ ام سلمیٰ کا احتجاج)

عبدالرحمٰن ابن مسعود عبدی کہتا ہے کہ میں طلحہ وزبیر اور عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ مکہ میں تھا میں اور عبداللہ اس پر مامور ہوئے کہ عائشہ کو جا کر بتائیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں اور ہم امور امت محمدؐ کے بارے میں خوف زدہ ہیں، اگر عائشہ قیام اور خروج کریں تو امید ہے کہ خدائے تعالیٰ لوگوں کے منتشر امور کو اجتماع واتفاق میں تبدیل کر کے اختلاف مسلمین کو دفع کر دے گا۔ پس میں اور عبداللہ ابن زبیر عائشہ کے گھر گئے۔ عبداللہ ان کے محرم ہونے کے سبب ان کے مخصوص حجرہ میں داخل ہوئے اور میں باہر بیٹھ گیا۔

عبداللہ نے اپنے باپ زبیر اور طلحہ کا پیغام پہنچایا۔ عائشہ نے کہا نہ تو میں نکلنے پر مامور ہوں نہ قیام کرنے کی مکلف۔ اس شہر میں ازواج پیغمبرؐ میں سے ام سلمیٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہے تم ان سے بات کرو، اگر وہ موافق ہوں تو میرے لئے کوئی مانع نہیں ہے۔

عبداللہ واپس ہوا اور ان کی باتیں دونوں تک پہنچائی۔

طلحہ وزبیر نے کہا عائشہ سے جا کر کہو اگر آپ خود ام سلمیٰ سے اس موضوع پر گفتگو کریں تو بہتر اور موثر ہوگا۔ پس دونوں کے تقاضے سے عائشہ گھر سے باہر نکلیں اور ام سلمیٰ کے گھر پہنچیں۔

انھوں نے عائشہ کو دیکھ کر خوش آمدید کہا، خدا کی قسم تم کو مجھ سے کبھی بھی اتنی محبت والفت نہ تھی، یقیناً کوئی اچھا واقعہ پیش آیا ہے جس نے تمہیں میری زیارت ودیدار کیلئے آمادہ کیا ہے۔

عائشہ نے کہا ہاں: طلحہ وزبیر مدینہ سے آئے ہیں، بتا رہے ہیں کہ عثمان حالت مظلومیت میں قتل کئے گئے، عائشہ کی یہ بات سن کر ام سلمیٰ نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

اے عائشہ! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ کل تک تم عثمان کو کافر کہہ رہی تھی، اور آج اس کو امیر المومنین

اور مظلوم کہہ رہی ہو، تمہارا مقصد کیا ہے؟

عائشہ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ آپ بھی خروج کریں، شاید خدا ہمارے خروج سے امت محمدؐ کے امور کی اصلاح کرے۔ جناب ام سلمہ نے کہا اے عائشہ! تم چاہو تو خروج کرو، رسولؐ خدا سے جو کچھ میں نے سنا ہے تم نے بھی سنا ہے، اس خدا کی قسم جو تیری سچی اور جھوٹی باتوں سے آگاہ ہے، کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب رسولؐ خدا تمہارے حجرہ میں تھے اور میں نے اپنے حجرہ میں حریرہ پکایا تھا اسے لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا:

بہت دن نہیں گذریں گے کہ مقام حوأب پر عراق کے کتے میری بیویوں میں سے ایک پر بھونکیں گے، درانحالیکہ وہ ستمگاروں کے درمیان ہوگی۔

یہ سن کر میرے ہاتھ سے حریرہ کا برتن گر پڑا، رسولؐ خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے ام سلمٰی تم سے ایسا کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس بات کو کیسے برداشت کروں جبکہ احتمال ہے کہ یہ آپ نے میرے لئے فرمایا ہو۔

اے عائشہ! اس وقت تم ہنس رہی تھی تو رسولؐ نے تمہاری جانب رخ کر کے فرمایا:

اے عائشہ! تم کیوں ہنس رہی ہو، مجھے گمان ہے کہ وہ بیوی تم ہی ہو۔

پھر تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ جب ہم رسول کے ساتھ کہیں کوچ کر رہے تھے اور آنحضرتؐ میرے اور علیؑ ابن ابیطالب کے درمیان چلتے ہوئے محو گفتگو تھے اور تم اپنے اونٹ کو ہانک کر آنحضرتؐ اور علیؑ ابن ابیطالب کے حائل ہوگئی اس وقت رسول اکرمؐ نے اپنے تازیانہ کو بلند کر کے تمہارے اونٹ کی طرف مارتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ! تمہاری جانب سے اس علیؑ کیلئے سختی و پریشانی اور اس طرح کی حرکت صرف ایک ہی مرتبہ کی بات نہیں، جان لو کہ علیؑ کو کوئی دشمن نہیں رکھے گا مگر وہی کہ جو جھوٹا اور منافق ہوگا۔

خدا کی قسم! کیا تمھیں یاد ہے کہ جب رسولؐ خدا مرض الموت کی حالت میں بستر پر سو رہے تھے اور

تمہارے باپ عمر بن خطاب کے ساتھ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر وارد خانہ ہوئے اور علیؑ ابن ابیطالب حجرہ کے پیچھے رسولؐ خدا کے لباس میں پیوند لگانے اور جوتا سینے میں مشغول تھے، انھوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! آپ کی صحت کیسی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

ہر حال میں اس کا شکر ہے اور اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔

انھوں نے پوچھا کیا آپ کی موت یقینی ہے؟

آنحضرتؐ ہاں! انسان کیلئے موت کے علاوہ چارہ نہیں۔

پھر انھوں نے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے بعد کیلئے کسی کو خلیفہ معین کیا ہے؟

آنحضرتؐ! میرا خلیفہ کوئی نہیں ہے مگر وہ شخص جو کہ میرے جوتے میں پیوند لگا رہا ہے۔

پس دونوں حجرہ سے باہر نکلے دیکھا کہ علیؑ ابن ابیطالب حجرہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے رسول اکرمؐ کے جوتے سینے میں مصروف ہیں۔

اے عائشہ! تم خود ان قضیوں سے آگاہ اور اس کی شاہد ہو، رسول اکرمؐ کی ان باتوں کو سننے کے بعد کیا جائز ہے کہ علیؑ کے خلاف خروج کروں اور ان باتوں کو فراموش کر دوں۔

عائشہ جناب ام سلمیٰ کے گھر سے نکل کر اپنے گھر واپس ہوگئیں اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ تم اپنے باپ زبیر اور طلحہ کے جواب میں کہہ دو کہ ام سلمہ کی باتوں کو سن کر ہرگز اس شہر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

عبداللہ نے واپس آ کر عائشہ کے پیغام کو پہنچا دیا۔

راوی کہتا ہے کہ اسی دن نصف شب نہیں ہوئی تھی کہ میں نے عائشہ کے اونٹ کی آواز سنی اور وہ طلحہ و زبیر کے ساتھ بصرہ کیطرف چل پڑیں۔

ام سلمہ کا عائشہ سے احتجاج

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب عائشہ بصرہ کیلئے عازم سفر ہوئیں، دختر ابی امیہ امّ سلمہ عائشہ کے گھر وارد ہوئیں اور حمد پروردگار، رسول اکرمؐ پر درود کے بعد کہا:

اے عائشہ! تم امت اور رسولؐ خدا کے درمیان رابط ہو، تمہارے سر پر ان کا پردہ عفت پڑا ہوا ہے تم حرم وخاندان پیغمبرؐ کی ایک فرد ہو، قرآن نے تمہارے دامن کو جمع کر رکھا ہے، تمہیں اپنا دامن نہیں پھیلانا چاہیے، تمہیں اپنے بالوں اور گیسوؤں کو پراگندہ نہیں کرنا چاہیے، اپنی آواز اجنبی اور نامحرم مردوں کے درمیان بلند نہیں کرنا چاہیے، خبردار! خداوند متعال ہمارے اعمال وحرکات سے مطلع ہے۔ اگر چہ یہ عمل تمہارے نزدیک پسندیدہ ومصلحت آمیز ہیں، یقیناً پیغمبرؐ اسلام نے اس کے بارے میں تم کو وصیت کی تھی اور تم کو باہر نکلنے اور خروج کرنے سے منع کیا تھا۔

متوجہ رہو کہ دین کی بنیادوں کی کمزوری وکجی عورتوں کے خروج اور ان کی فعالیت سے ہرگز درست واستوار نہیں ہو سکتی، امور اجتماعی کی پراگندگی وانتشار کی اصلاح عورتوں کے مجاہدہ مقاتلہ سے ممکن نہیں، عورتوں کا حسن وجمال یہی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھیں، اپنے دامن کو برائیوں سے بچائیں اور ہمیشہ اپنے اطراف وجوانب سے ہوشیار رہیں۔

اے عائشہ: رسولؐ خدا کو کیا جواب دوگی اگر وسط راہ ان سے ملاقات ہو جائے؟ درانحالیکہ تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک منزل سے دوسری منزل کیجانب جا رہی ہو، وسیع بیابانوں اور اونچے پہاڑوں کو از روئے ہوی وہوس غیر خدا کیلئے طے کر رہی ہو۔

اے عائشہ! رسول خدا سے کیسے ملاقات کروگی، جب کہ تم نے ان کے عہد کو توڑ دیا ہے اور ان کی حرمت کے پردہ کو چاک کر دیا ہے؟ خدا کی قسم! اگر میں ایسے راستہ پر چلتی اور مجھے بہشت کیجانب بلایا جاتا

پھر بھی رسولؐ سے شرمندگی وخجالت کی خاطر میں ہرگز جنت میں داخل نہ ہوتی اور ان کی ہتک حرمت و رفع حجاب کے بعد ان سے ملاقات کیلئے حاضر نہ ہوتی۔

اے عائشہ بہترین عبادت تمہارے لئے وہ چیز ہے کہ افسوس تم جس سے کوتاہی کر رہی ہو، تمہارے لئے سب سے بہترین عمل یہ ہے جو خدا اور اس کے رسول کی جانب سے تمہارے لئے لازم قرار دیا گیا ہے تمہاری طرف سے دین اسلام کی بہترین خدمت وہ طریقہ ہے جس پر ابھی تک تم قائم رہی ہو مگر افسوس آج اسی کی مخالفت پر آمادہ ہو۔

خدا کی قسم: جو حدیث میں نے خود رسولؐ خدا سے سنی ہے اگر اس کو نقل کر دوں تو یقیناً چتکبرہ و تیز سانپ کیطرح تم مجھ کو ڈس لوگی۔ عائشہ نے ام سلمہ کے جواب میں کہا تعجب ہے کہ میں آپ کی باتوں کو غور سے سن رہی ہوں جبکہ میرا سفر ویسا نہیں جیسا آپ تصور کر رہی ہیں، مجھے ہرگز دھوکا نہیں ہوا ہے اور باطل راستہ پر ہرگز نہیں چلوں گی۔

کتنے اچھے موقعہ پر مجھے آگاہی ہوئی ہے کہ میں اس مناسب وقت پر اپنے وظیفہ کو انجام دوں اور ان دو گروہوں کے درمیان جدائی و فاصلہ ڈال دوں، جو ایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے ہیں، میں اس سفر کیلئے مجبور نہیں ہوں کہ اس کے ترک کر دینے میں میرے لئے کوئی خوف و ہراس ہو۔ لیکن اگر میں اس مقابلہ و مقاتلہ کو نہ روکوں تو ماجور و مثاب نہیں ہوں گی۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ: جنگ جمل کے بعد جب عائشہ اپنے عمل سے نادم و پشیمان ہوئیں تو ام سلمہ نے کہا اگر کوئی خطا و لغزش سے محفوظ رہ جائے تو یقیناً سب سے پہلے عائشہ کو اس کا بڑا حصہ ملتا کہ وہ زوجہ رسولؐ و آیات قرآن کی جاننے والی اور صاحب فضل و حکمت تھی لیکن کبھی انسان کی عقل پر ہوئی و ہوس غالب ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں جو متاخر ہوتا ہے وہ مقدم ہو جاتا ہے، خدا عائشہ کی خطاؤں و غلطیوں کو معاف کرے، اس نے میرے آرام و سکون کو خوف و وحشت میں تبدیل کر دیا ہے۔

عائشہ نے جب ان کی باتوں کو سنا تو کہا اے خواہر! آپ مجھ کو ملامت کر رہی ہیں۔

امّ سلمہ نے کہا: میں تمہارے بارے میں نہ تو بدگمان تھی اور نہ ہوں، لیکن جان لو کہ یہ ایسا فتنہ سامنے آیا ہے کہ آنکھیں تیرہ و تاریک ہو جائیں گی اور یہ اس وقت تک برطرف نہ ہوگا جب تک کہ دانا و نادان سب اس کو نہ سمجھ لیں۔

امیر المومنینؑ کا اہل بصرہ سے احتجاج

(مال غنیمت کی تقسیم کے وقت)

یحییٰ ابن عبداللہ ابن حسنؑ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل بصرہ (جنگ جمل) میں مغلوب ہوگئے اور امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ وارد بصرہ ہوئے، اسی دوران آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ آپ مجھے اہل جماعت، اہل افتراق، اہل بدعت، اہل سنت و اہل طریقت کے بارے میں بتایئے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: چونکہ تم نے سوال کیا ہے اس لئے جواب دینا لازم ہے۔

اہل سنت: وہ افراد ہیں جو رسولؐ خدا کی رفتار و گفتار اور کردار کی اتباع کرتے ہیں اور خدا کے اوامر و تکالیف کی اطاعت کرتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد کم ہے۔

اہل جماعت: وہ اشخاص ہیں جو میرے اصول و طریقہ کی پیروی کرتے ہیں اور راہ حق پر چل کر ایک دوسرے سے مربوط اور متصل ہوجاتے ہیں اگرچہ ان کا گروہ کم ہے۔

اہل افتراق: وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے پیروکاروں کے مخالف ہیں اور میرے خلاف حرکت کرتے ہیں۔

اہل بدعت: وہ گروہ ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے قول و فعل کے خلاف چلتے ہیں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اگرچہ یہ بہت زیادہ ہیں ان لوگوں میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں خدا ان کو بھی نیست و نابود کرکے ان کے فتنہ و فساد سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

اس وقت عمار یاسر نے کہا یا امیر المومنینؑ!

لوگ مال غنیمت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے خیال کر رہے ہیں کہ جنھوں نے ہم سے جنگ کیا

وہ خوداوران کے اموال واولاد ہمارا مال اور ہماری ملکیت ہیں اور ازلحاظ غنیمت ہم ان کو اپنی ملکیت میں لاکر ان میں تصرف کرسکتے ہیں۔اس وقت قبیلہ بکر ابن وائل کے ایک آدمی بنام عباد ابن قیس نے کہ جس کی زبان بڑی تیز وتند چلتی تھی کھڑے ہوکر کہا یا امیر المومنینؑ!

خدا کی قسم! غنیمت کی تقسیم میں آپ نے عدل وانصاف اور مساوات کی رعایت نہیں کی۔

امیر المومنینؑ: تجھ پروائے ہو کیوں؟

عباد ابن قیس: اس لئے کہ آپ نے صرف وہ کچھ تقسیم کیا جو لشکر گاہ میں تھا اوران کے اموال واولاد اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیا۔

امیر المومنینؑ: جس کا دل درد وغم اور زخم سے پر ہو وہ اپنے زخموں کا علاج روغن سے کرے۔

عباد: ہم غنیمت میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے بے معنی باتیں کرتے ہیں۔

امیر المومنینؑ! اگر تمہاری باتیں باطل اور خلاف حق ہوں تو خدا تجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ غلام ثقیف تجھے نہ پالے۔

عرض کیا گیا، غلام ثقیف کون ہے؟

فرمایا! جو خدا کی حرمت کا لحاظ نہیں رکھتا اور اس کی بے احترامی کرتا ہے، عرض کیا گیا یہ غلام خود اپنی موت سے مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ فرمایا: خدا ستمگروں کی پشت توڑنے والا ہے وہ اس کی کمر توڑے گا اور اس کی اگر موت اس گرمی وسوزش کے سبب ہوگی جو اس کے معدہ میں پیدا ہوگی، یہ مرض زیادہ کھانا کھانے اور زیادہ پائخانہ نکلنے کے سبب سے ہوگا۔

پھر فرمایا: اے برادر قبیلہ بکر! تم کمزور ارادہ کے آدمی ہو کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم بزرگوں کے جرائم کا مواخذہ چھوٹوں سے نہیں کرتے ہیں؟ کیا ان کے مرتد اور جدا ہونے سے پہلے یہ اموال ان کے نہیں تھے؟ کیا ان کی ازدواجی زندگی ازلحاظ قانون صحیح نہیں تھی؟ کیا قانون مقدس اسلام کے اعتبار سے ان کی اولاد

ان کے فرزند شمار نہیں ہوتے؟ کیا یہ بچے فطرت اسلام پر نہیں پیدا ہوئے ہیں؟

پھر کیسے ممکن ہے، جو اموال ان کے بچوں کے ہاتھ میں منتقل ہوئے ہیں ہم ان میں تصرف کریں اور ان سے چھین لیں، ہاں جو کچھ لشکر گاہ میں ہیں تم اس میں تصرف کر سکتے ہو لیکن جو کچھ احاطہ لشکر سے باہر ان کے گھروں میں۔ ہے وہ ان کے بیٹوں کو ملے گا جب تک کہ ان کے فرزندوں سے ارتداد یا خلاف شرع کوئی کام ظاہر نہ ہو جائے۔

نہ ہم ان بچوں کے امور میں مداخلت کریں گے اور نہ ہی دوسروں کی غلطیوں کا ان سے مواخذہ کریں گے، ہاں اگر ان سے کوئی تجاوز و خطا دیکھی گئی تو ضرور ان سے مواخذہ ہوگا۔

اے برادر قبیلہ بکر! میں نے حکم رسولؐ کے مطابق تمہارے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کے درمیان وہی کچھ تقسیم کیا تھا جو لشکر قریش کے احاطہ میں تھا اور لشکر کے باہر تمام اموال کو خود انھیں کیلئے چھوڑ دیا تھا، میں نے ذرہ برابر بھی رسولؐ اسلام کے اصول سے انحراف اور اختلاف نہیں کیا ہے۔

اے برادر! کیا تم جانتے ہو کہ کفار حربی سے جنگ میں شہر کے داخل کی چیزیں فاتح مسلمانوں کیلئے حلال ہیں لیکن اگر مخالفین کفار حربی نہ ہوں تو دائرہ کا لشکر گاہ سے باہر ان کے تمام اموال ان کے وارثین سے متعلق ہوں گے اور مسلمانوں کو ان اموال میں کوئی بھی حق نہ ہوگا۔

اس وقت کچھ دوسرے لوگ بھی زبان اعتراض چلا رہے تھے۔ امیر المومنینؑ نے خطاب کرتے ہوئے ان سے فرمایا: آہستہ بات کرو خاموش رہو، خدا تم لوگوں کو معاف کرے، اگر اس حکم میں شک رکھتے ہو اور میرے خلاف باتیں کرتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ جب تمہارا نظریہ صحیح ہے تو کیا افراد مخالفین میں زوجہ رسولؐ عائشہ نہیں تھیں تو کیا انھیں بھی دار الحرب کے اسیروں کیطرح گرفتار و اسیر کر کے اپنی کنیز بناؤ گے؟ اور وہ کس کے حصہ میں قرار پائیں گی؟

یہاں سب نے کہا ہم غلطی پر تھے اور حکم قضیہ سے ناواقف تھے، آپ کا فیصلہ درست ہے آپ داناتر

ہیں، ہم اپنی لغزش سے توبہ واستغفار کرتے ہیں، آپ ہمیشہ صلاح ودرستی پر تھے اور ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے۔

پھر عمار یاسر نے کھڑے ہوکر کہا: اے گروہ مردم!

خدا کی قسم! تم امیر المومنینؑ کی اطاعت وپیروی کروتو سر مو بھی صراط مستقیم، فیض رحمت اور طریقہ رسولؐ سے منحرف وگمراہ نہ ہوگے۔

حقیقت کچھ ایسی ہی ہے کیونکہ رسولؐ خدا نے علم منایا (لوگوں کی موت کا وقت) اور علم قضایا اور علم فصل الخطاب انھیں عطا کیا ہے جیسے کہ یہ سارے علوم جناب ہارون کو عطا کئے گئے تھے، اسی طرح رسولؐ خدا نے علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس خاتمیت کی فضیلت خدا نے صرف آنحضرت کو عطا کی ہے اس سبب سے رسولؐ خدا خود ان کی تعظیم کرتے اور ان کو دوسروں پر برتری دیتے، اس کے بعد امیر المومنینؑ نے فرمایا:

اے لوگو! خدا اپنی رحمت وبخشش تمہارے شامل حال قرار دے، تم اپنی ذمہ داریوں اور وظائف سے باخبر رہو پھر اسی کے مطابق چلتے رہو، تمہارے وظائف سے ایک وظیفہ یہ بھی ہے کہ عالم وخیر خواہ شخص کی باتوں کو سنو اور اس کے حکم واوامر کی اطاعت کرو، جاہل کا سوائے اطاعت وتسلیم کے کوئی وظیفہ نہیں ہے۔

جان لو! اگر تم میری صوابدید اور میرے نظریہ کی اطاعت کروتو اطمینان رکھو کہ میں تم کو راہ راست اور صراط مستقیم تک پہنچادوں گا اور تم کو زندگی کے تیرہ وتاریک مراحل سے نجات دلادوں گا، اگر چہ اس راہ میں مجھے سختیاں اور پریشانیاں ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

خیال رہے کہ یہ دنیاوی زندگی وقتی وچند روزہ ہے اور خوشی وحلاوت سے دور ہے، اس کی ظاہری لذتیں، پریشانیوں اور زحمتوں سے آلودہ ہیں، جن لوگوں نے اس کی زینتو وسجاوٹوں سے دھوکا کھایا وہ لوگ حقیقت سے محروم ہوگئے، ان کی ندامت وپشیمانی اس حال میں انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دے گی۔

جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو ان کے نبی کے منع کرنے کے سبب نہر سے پانی پینے کو روک دیا

گیا تھا لیکن انھوں نے حکم کی نافرمانی کی اور زبردستی اس نہر کا پانی پی لیا۔

اے لوگو! تم ان لوگوں میں ہو جاؤ جو اپنے پیغمبرؐ کے احکام و دستورات کی اطاعت کر کے احکام اور وظائف الٰہی سے سرپیچی و روگردانی نہیں کرتے۔

ہاں! عائشہ اس معاملہ میں غلط راستہ پر چلیں اور کمزور رائے اور اہانت آمیز زنانہ فکر کی پیروی کی لیکن تم لوگ اس کے بعد پہلے کیطرح ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کرو تمام امور کا حساب و کتاب خدا کے اختیار میں ہے، جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کا مزہ چکھائے۔

اہل اسلام سے قتال و جنگ پر امیر المومنینؑ کا احتجاج

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ روز جمل میں امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑا تھا، ایک شخص نے آپ سے آ کر کہا:

یا امیر المومنینؑ! یہ لوگ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے میں ہمارے شریک ہیں اور ہماری طرح نماز قائم کرتے ہیں، پس کس قاعدہ کے تحت ان سے جنگ کر کے ان کے خون بہائیں؟

امیر المومنینؑ: ہماری جنگ اس کلام کے سبب ہے جسے خدا نے قرآن میں نازل کیا ہے۔

اس مرد نے کہا اے امیر المومنینؑ! مجھے تمام کلمات کا علم نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے کہا! وہ (سورۂ بقرہ) میں ہے، اس مرد نے کہا (سورۂ بقرہ) کی ساری آیات یاد نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ آیت کی تعیین و تفسیر کر دیں؟

امیر المومنینؑ! خدا (سورۂ بقرہ آیت ۲۵۳) میں فرماتا ہے: ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض سے کلام کیا اور کچھ کو بلند مقام عطا کیا، عیسیٰ ابن مریم کو دلائل و معجزات دے کر انھیں روح القدس کے ذریعہ تقویت دی، اگر خدا ارادہ فرماتا تو ان پیغمبروں کی امتیں اور ان کے پیروکار ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرتے، لیکن خدا نے انھیں اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا۔

لوگوں نے معجزات کے مشاہدہ و اتمام حجت اور بیان حقیقت کے بعد مخالفت و جنگ کا راستہ اختیار کیا، پیروان انبیاء دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے ایمان لا کر حق و حقیقت کے راستہ پر استقامت کی اور دوسرے گروہ نے انبیاء کی باتوں اور رہنمائی سے انکار کیا اور اس کی مخالفت کی، ہاں اگر خدا چاہتا تو ان کے اختلاف ظاہر نہ ہوتے، اس حالت میں اسی کا حکم و ارادہ نافذ ہوتا اور لوگ اس کے مقابل قدرت کا اظہار نہ کر پاتے۔

پھر امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہوا ہے پیغمبر اسلام کے ماننے والے بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ اپنے ایمان واطاعت پر باقی رہ گیا اور وہ ہم لوگ ہیں دوسرے گروہ نے مخالفت وکفر والحاد کا اظہار کر کے راہ حق وحقیقت سے منحرف ہو گئے، وہی ہمارے مخالفین ودشمنوں کا گروہ ہے اس آدمی نے کہا! کعبہ کے ربّ کی قسم! یہ لوگ کافر ہو گئے ہیں، پھر اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

حسن بصری سے امیرالمومنینؑ کا احتجاج

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب جنگ ختم ہوگئی تو لوگوں نے اونٹوں کے پالان کا ایک منبر بنایا اور حضرت علیؑ اس پر گئے، بعد حمد وثناءِ پروردگار کے فرمایا:

اے اہل بصرہ! اے وہ لوگو! جو منحرف ہو گئے ہو، اے وہ مریضو! جس کا علاج نہیں. اے چوپایوں کے پیروکارو! اے عورت کے سپاہیو! اے وہ گروہ جو چوپایہ کی آواز پر جمع ہو گئے اور جب اسے نحر کر دیا گیا تو منتشر ہو گئے، تمہارے پینے کا پانی تلخ و ناگوار ہے، تمہارا قانون نفاق پر مبنی ہے اور تم اخلاق و عقل کے لحاظ سے کمزور و سست ہو۔

پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے، ہم ان کے ساتھ چل رہے تھے کہ درمیان میں حسن بصری سے ملاقات ہوئی جو مصروف وضو تھا۔

امیرالمومنینؑ: اے حسن بصری اپنے وضو میں غور کرو، اس کے شرائط کی رعایت کرو، اور اس کے ظاہری و باطنی آداب کو پورا کرو۔

حسن بصری: کل آپ ان لوگوں سے جنگ کر رہے تھے جو خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے تھے اور خاتم النبیین کی رسالت کے معتقد تھے، آداب و شرائط وضو کی رعایت کرتے تھے اور اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے۔

امیرالمومنینؑ: اگر یہی صورت حال تھی اور تم اس کے شاہد تھے تو تم نے ہمارے خلاف لوگوں کی طرفداری و نصرت کیوں نہیں کی؟

حسن بصری: خدا کی قسم آپ نے صحیح فرمایا اور میں آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں، جنگ سے پہلے دن میں گھر سے باہر آیا، غسل کیا اپنے جسم پر حنوط لگایا اور اسلحہ جنگ ساتھ لیا، معتقد تھا کہ ام المومنین عائشہ

کی ہمراہی نہ کرنا کفر کے برابر ہے، اس حالت میں بصرہ کے لشکر گاہ کیطرف چل پڑا، جب خریبہ کے نزدیک پہنچا تو میرے کان میں آواز آئی، اے حسن! واپس جاؤ قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں، میں با حال اضطراب ودوحشت اپنے گھر واپس ہوگیا۔

جب دوسرا دن ہوا اسی اعتقاد نے پھر مجھے اپنی جگہ سے حرکت دی اور جنگ وقتال کی نیت سے اپنے گھر سے باہر آیا اور شہادت کیلئے تیار ہو کر حنوط واسلحہ لگا کر چل دیا پھر خریبہ پہنچا، وہی آواز دوبارہ سنی، اپنے گھر واپس ہو جاؤ قاتل ومقتول دونوں دوزخی ہیں۔

امیر المومنینؑ: یہ کلام صحیح ہے لیکن جانتے ہو کہ وہ آواز کس کی تھی؟ وہ آواز تمہارے بھائی ابلیس کی تھی، اس کی بات بھی درست ہے۔ اہل بصرہ اور اصحاب عائشہ میں سے قاتل ومقتول جو بھی ہو دوزخ کی آگ ٹیں داخل ہوں گے۔

حسن بصری، اے امیر المومنینؑ: میں اس وقت سمجھا کہ یہ گروہ ہلاکت وگمراہی میں ہے۔

امیر المومنینؑ کا کلام حسن بصری کے بارے میں

ابو یحییٰ واسطی کہتے ہیں کہ جب امیر المومنینؑ شہر بصرہ کو فتح کر چکے تو دوسرے روز صبح کچھ لوگ آپ سے ملاقات کیلئے آئے، ان کے درمیان حسن بصری بھی تھا، جو سفید کاغذ لئے امیر المومنینؑ کے کلمات لکھ رہا تھا، امیر المومنینؑ نے بلند آواز سے کہا، کیا کر رہے ہو؟

حسن بصری نے کہا آپ کے آثار وکلمات لکھ رہا ہوں، تاکہ آپ کے بعد دوسروں سے بیان کروں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ ہر قوم وگروہ میں ایک سامری ہوتا ہے اور یہ شخص تم لوگوں کا سامری ہے۔ امت موسیٰ کا سامری لوگوں کی مصاحبت وہم نشینی وانس سے محروم ہو گیا تھا جو اس کے پاس پہنچتا اس سے کہتا میرے قریب نہ آؤ مجھے نہ چھوؤ، مصاحبت نہ کرو، یہ شخص بھی ہمیشہ یہی جملے اپنی زبان سے ادا کرے گا اور جو اس کے پاس جائیگا یہ کہے گا لاقتال، لاقتال جنگ نہیں چاہئے جنگ نہیں چاہئے۔

اپنے اصحاب سے امیر المومنینؑ کا احتجاج

روایت کی گئی ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے اہل شام سے جنگ کا عزم مصمم کرلیا تو خدا کی حمد وثنا اور رسولؐ پر درود وسلام کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

بندگان خدا! پروردگار عالم سے ڈرتے رہو، اس کے اوامر واحکام کی اطاعت کرو، اپنے پیشواؤں کی پیروی کرو، جان لو کہ نیک وبافہم لوگ اپنے عادل پیشوا کے ذریعہ نجات حاصل کر کے مقام خوش بختی وسعادت پر فائز ہوں گے اور جاہل وبدکردار قوم اپنے بداعمال پیشوا کے ساتھ قدم بقدم بدبختی وہلاکت سے نزدیکتر ہوگی۔

اے ملت مسلمان! متوجہ رہو کہ معاویہ ابن ابوسفیان اپنے تصرّف کی تمام چیزوں کا غاصب ہے اور مال وملک وغیرہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ سب میرا حق ہے، اس نے میری مخالفت کر کے میری بیعت شکنی کی ہے وہ دین خدا سے سرکشی کر کے راہ حق سے منحرف ورو گرداں ہوگیا ہے، اے گروہ اسلام! تمہیں امور گذشتہ کے بارے میں اطلاع ہے اور میری خلافت کے مقدمات سے بھی آگاہ ہو تم خود میری طرف آئے ہو اور تم نے بہت اصرار ورغبت سے اپنے امور میرے حوالہ کئے ہیں، تم بہت زیادہ تمایل اور تقاضہ کے نتیجہ میں مجھے اپنے گھر سے باہر لائے ہو، تاکہ میری بیعت کرو، تمہارے ہجوم کے باوجود میں نے تمہاری موافقت نہیں کی اور ادھر ادھر سے اپنے کو بچاتا رہا تاکہ تمہارا باطنی نظریہ اور اصلی مقصد معین کرسکوں۔

تم نے بار بار اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کی اور میں نے بھی تم سے مباحثہ کیا، تم ان اونٹوں کیطرح میرے اطراف جمع ہوئے جو پانی کی خاطر حوض پر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر تم نے با اصرار مجھ سے بیعت کا تقاضا کیا اور ایک دوسرے کو دھکے دیئے۔ تمہارے جم غفیر کے سبب مجھے خوف ہوا کہ کہیں فتنہ وفساد نہ برپا ہوجائے اور تمہارے درمیان جنگ وجدال اور خونریزی ہونے لگے۔

میں نے اس مجمع کے اژدحام میں خوب غور وفکر کر کے دیکھا کہ اگر تمہاری درخواست کو قبول نہ کروں تو تم کسی ایسے کو نہیں پا سکتے جو تمہارے اجتماعی امور میں خوب سمجھ کر علم وعدالت وحقیقت کے ساتھ حکومت کرے، میں نے اپنے سے کہا کہ اگر تمہاری حکومت وخلافت کو قبول کرلوں کہ اس صورت میں میری منزلت وفضیلت اور میرا حق ثابت ہوجائے تو یہ عمل اس سے بہتر ہے کہ دوسروں کی حکومت میں رہوں اور میرا حق ومقام پوشیدہ رہے، اس لحاظ سے میں اپنے ہاتھ کو بڑھا کر بیعت کیلئے تیار ہوگیا اے گروہ مہاجرین وانصار اور اصحاب رسولؐ اللہ! تم سب میری پیروی کرو کیا تم سب نے میری بیعت نہیں کی؟ کیا میں نے تم سب سے عہد وپیمان نہیں لیا کہ ہمیشہ میری حکومت میں ثابت قدم رہو اور میرے اوامر کی اطاعت کرو گے اور تم لوگ صفا وصمیم قلب کے ساتھ میرے دشمنوں اور دین اسلام سے خارج ہوجانے والوں اور قرآن کے خلاف عمل کرنے والوں سے میرے ہمراہ جنگ وجہاد کرو گے؟

جو عہد وپیمان میں نے لیا، کیا وہ خدا سے معاہدہ ومحکم ترین پیمان نہ تھا جو کہ بیشتر افراد اور اشخاص سے لیا جاتا ہے؟ کیا تم نے اس عہد وپیمان کو قبول نہیں کیا؟ کیا ان عہدوں میں خدا اور رسول کو گواہ نہیں بنایا تھا؟ کیا ان معاملات میں تم سے بعض کو بعض کا شاہد وگواہ نہیں قرار دیا؟ کیا میں نے ان تمام معاملات میں خدا و رسولؐ کی سنت کے مطابق عمل نہیں کیا؟

کسقدر جائے تعجب ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان خلافت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اس بارے میں مجھ سے اختلاف ونزاع کیا پھر میری امامت کا منکر ہوگیا۔ معاویہ خیال کرتا ہے کہ مقام خلافت کا وہ مجھ سے زیادہ اہل وسزاوار ہے، اس مقام پر اس نے خدا اور رسولؐ پر جرأت وجسارت کی ہے، اپنے دعویٰ پر چھوٹی سے چھوٹی بھی دلیل نہیں رکھتا اور اس خلافت میں اس کا معمولی سا بھی حق نہیں ہے۔ اگر مہاجرین و انصار اور مسلمانوں کے سرداروں سے بیعت ثابت ہوتی ہے تو مہاجرین وانصار میں سے کسی نے بھی اس کی بیعت نہیں کی ہے۔

اے مہاجرین وانصار! کیا تم نے میری اطاعت کرنے اور میرے حکم کے بجالانے کا عہد وپیمان نہیں

کیا؟ کیا تم نے اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے میری بیعت نہیں کی؟ کیا میں نے تم سے پیمان نہیں لیا تھا، کہ تم میری پیروی کرو گے؟

یاد رکھو! میری بیعت ابوبکر و عمر کی بیعت سے زیادہ محکم و مضبوط ہوئی ہے تم سب نے نہایت رغبت و خواہش اور مکمل اختیار و آزادی سے میری بیعت کی ہے۔ تم کیسے ان دونوں کی خلافت کے وفادار اور اس پر ثابت قدم رہے لیکن تم نے میری بیعت توڑ دی اور وفاداری، استقامت و پائداری نہیں دکھائی؟

کیا تمام مسلمانوں پر واجب نہیں ہے کہ انتہائی گرمجوشی اور خلوص سے میری مدد کریں اور میرے حکم کو مانیں؟

کیا میری اطاعت تمام حاضر و غائب مسلمانوں پر واجب نہیں ہے؟ پس کیوں معاویہ ابن ابی سفیان اور اس کے اصحاب نے میری مخالفت و دشمنی کر کے میری بیعت سے انکار کیا؟

کیا میں رسول خداؐ سے قرابت و سبقت ایمان اور ان کے داماد ہونے کے اعتبار سے گزشتہ لوگوں پر امتیاز و برتری نہیں رکھتا؟ کیا تم نے غدیر خم میں میری ولایت و خلافت اور محبت کے بارے میں رسولؐ کی باتوں کو غور سے نہیں سنا؟

اے مسلمانو! خدا سے ڈرو اور معاویہ سے جہاد کیلئے دوڑ پڑو، معاویہ اور اس کے ستمگار و منحرف مددگاروں سے جنگ کرو۔

اے ایمان والو! کلام خدا سے نصیحت حاصل کرو اور میری باتوں کو غور سے سن کر سمجھو، قرآن مجید کی نصیحتوں سے استفادہ کرو ﴿الم تر الی الملامن بنی اسرئیل من بعد موسیٰ...﴾

(سورۂ بقرہ، ۲۴۶)

ترجمہ: اے رسولؐ! کیا آپ نے جناب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کی حالت پر نظر نہیں کی جب انھوں نے اپنے نبی شمویل سے کہا کہ کسی کو ہمارے واسطہ بادشاہ مقرر کیجئے، تا کہ اللہ کی راہ میں ہم جہاد کریں، پیغمبرؑ نے فرمایا: کہا کہ ایسا نہ ہو کہ جب تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم نہ لڑو، وہ کہنے لگے کہ جب

ہم اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور بال بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں تو پھر ہمیں کون سا عذر باقی ہے کہ ہم راہ خدا میں جہاد نہ کریں، پھر جب ان پر جہاد واجب کیا گیا تو ان میں سے چند کے سوا سب نے لڑنے سے انکار کر دیا اور خدا ظالمین کو خوب پہچانتا ہے۔ ان کے نبی نے ان سے کہا بیشک خدا نے تمہاری درخواست کے مطابق طالوت کو تمہارا بادشاہ معین کیا ہے، تب کہنے لگے اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ حکومت کے اس سے زیادہ ہم حقدار ہیں، اسے تو مال کے اعتبار سے بھی فارغ البالی تک نصیب نہیں، نبی نے کہا خدا نے اسے تم سب پر فضیلت دی ہے اور مال میں نہ صحیح مگر علم و جسم کی وسعت تو خدا نے اسی کو عطا کیا ہے، خدا جسے چاہے اپنا ملک دے، خدا بڑی وسعت و رحمت والا اور واقف کار ہے۔

امیر المومنینؑ: اے گروہ مسلمان! اس آیۂ شریفہ سے تم کو نصیحت و عبرت لینا چاہئے، جان لو کہ خداوند عالم انبیاء کے بعد ان کے خاندان میں سے کسی کو مقام خلافت کیلئے منتخب کرتا ہے، خدا نے بنی اسرائیل کے درمیان جناب طالوت کو جسم ظاہری و علم و معرفت کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت دے کر ان کو دوسروں کا امام و پیشوا قرار دیا۔

اے گروہ اسلام! کیا ایسا ہے کہ خدا نے معاویہ کو مجھ سے افضل و برتر بنایا ہو؟ اور اسے جسم و روح اور قوت بدنی اور علم و دانش کے اعتبار سے مجھ پر فوقیت دی ہو؟ کیا ایسا ہے کہ خدا نے بنی امیہ کو بنی ہاشم پر فضیلت و برتری دی ہو؟

اے بندگان خدا!! پروردگار سے ڈرو اور راہ خدا میں جہاد اور مقاتلہ کرو، اس کے سخت عذاب اور غیظ و غضب سے دور رہو۔

خداوند عالم فرماتا ہے: کہ کچھ بنی اسرائیل نے حق کا انکار کیا اور کافر ہو گئے اور حضرت داود و حضرت عیسیٰ نے ان پر لعن و طعن کیا کیونکہ انھوں نے عصیان و گناہ کیا اور تجاوز و ستمگری کو اپنا پیشہ قرار دیا اور اعمال بد سے پرہیز نہیں کیا اور کتنی برائیوں کے مرتکب ہوئے۔

﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود و عیسیٰ ابن مریم ذلک بما

عصو و کانو یعتدون﴾(سورۂ مائدہ، آیت ۷۸)

ترجمہ: باایمان افراد وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے پھر ان کے دلوں میں کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوا، انھوں نے جان ومال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کیا اور وہی لوگ سچے ہیں۔

﴿انما المومنون الذین ء امنوا با لله ورسوله...﴾(سورۂ حجرات، آیت ۱۵)

اے صاحبان ایمان! کیا تم کو اس تجارت کی طرف ہدایت کروں جو تم کو سخت عذاب سے نجات دے؟ خدا اور رسولؐ پر ایمان لاؤ، اپنے جان ومال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرو، اگر تم کو توجہ ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا، تمہیں جنت اور پاک وپاکیزہ جگہ عنایت کریگا اور اپنی لذت بخش نعمتوں سے تمہیں سرفراز کرے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(سورۂ الصّف، آیت ۱۰)

پھر امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے بندگان خدا! پرہیزگار بنو اور اپنے پیشوا کے ساتھ جہاد کیطرف بڑھو، اگر اہل بدر کی تعداد کے برابر بھی اصحاب ومددگار ہوتے تو میں حکم دیتا اور وہ اطاعت وپیروی کرتے، اگر میں حرکت کرتا وہ میرے ہمراہ حرکت کرتے تو یقیناً تم سے بے نیاز ہو جاتا اور بہت جلد معاویہ سے جنگ وجہاد کیلئے نکل پڑتا، یہ جہاد فرض اور واجب ہے۔

کلام امیر المومنینؑ

(معاویہ سے جہاد کی سختی کے وقت اصحاب کی سرزنش)

اے لوگو! میں نے تم کو جہاد کی دعوت دی، تم نے حرکت نہیں کی تم سے بحث ومباحثہ کر کے اپنے نظریہ کو بیان کر دیا، تم سے کوئی جواب نہیں سنائی دیا، میں نے تمہاری اصلاح وکامیابی کا تذکرہ کیا اور لازم وضروری باتیں بتائیں پھر بھی تم نے باتوں پر کان نہیں دھرا، تم بظاہر حاضر وشاہد ہو لیکن جوش وخروش اور حرکت کے آثار دکھائی نہیں پڑتے، میری حکیمانہ گفتگو، قلبی اور خالص وعظ ونصیحت کے مقابل سوائے اعراض ونفرت کے تم سے کچھ دکھا، گویا تم سب گدھے ہو کہ شیر سے فرار کر رہے ہو۔

اے نادان لوگو! میں تم کو ظالموں سے جہاد کیلئے توجہ اور ترغیب دلا رہا ہوں اور ابھی میری گفتگو بھی ختم نہیں ہوئی کہ تم متفرق ہونے لگے، پھر تم اپنی نشست گاہوں کو واپس جا کر حلقہ باندھ کر بیٹھو گے اور اشعار پڑھنے، مثالیں دینے اور مختلف اخبار کے سننے میں مشغول ہو جاؤ گے، اس نشست کے خاتمہ اور متفرق ہونے کے بعد سوائے سوال وجواب اور ذکر اشعار کے کوئی تفکر ومباحثہ نہیں کرو گے۔

اے غافل لوگو! تم نے جہالت ولاابالی پن اور خاموشی وغفلت کو اپنا شعار بنالیا ہے اور اپنے کو ذکر وبحث، تفکر، وتذکر، تقویٰ وجہاد، دشمنان دین سے جنگ اور حق وحقیقت سے فارغ وجدا کرلیا ہے۔

بہت تعجب ہے کہ تمہارے مخالفین دشمن اپنے باطل اور اپنی خطا پر جمع پھر بھی ایک دوسرے کے ہمراہ ہیں اور نہایت اصرار واستقامت کے ساتھ اپنے تاریک وکج راستہ پر آگے بڑھ رہے ہیں لیکن افسوس کہ تم اپنے راہ مستقیم وجادۂ حق سے منحرف ہو رہے ہو، کیا یہ میرے لئے حیرت وتعجب کا مقام نہیں ہے؟

اے کوفہ کے لوگو! تم اس عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہو پھر ایک طرف اس کا بچہ ساقط ہو جائے دوسری طرف اس کا شوہر بھی فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نزدیکی وارث بھی نہ ہو اور اس کی زندگی کے خاتمہ پر دور

کے رشتہ دار اس کے وارث ہو جائیں۔

اس پروردگار کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا، جانداروں کو پیدا کیا، اس کے بعد تمہارے اوپر وہ شخص حاکم بن کر مسلط ہوگا جو ایک آنکھ کا نابینا اور ذلیل و پست ہوگا، وہ جہنم کا مظہر ہوگا، تم اس کے دور حکومت میں انتہائی پریشانی و مصیبت اور عذاب و سختی میں زندگی گزارو گے، اس کا قہر و غضب تم سب کو گھیر لے گا اور وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔

اس کے مرنے کے بعد دوسرا وہ شخص تم پر مسلط ہوگا جو ظالم و ستمگر، خونخوار اور مال جمع کرنے والا اور بخیل ہوگا، اس کے بعد بنی امیہ کے کچھ دوسرے افراد تم پر حکومت کریں گے جو ایک دوسرے کی نسبت لوگوں پر زیادہ مہربان اور ہمدرد نہ ہوں گے، بنی امیہ کے تمام حکمران سوائے ایک کے سب کے سب ظالم و ستمگر ہوں گے، ان کی حکومتیں خدا کیجانب سے ایک بلا و مصیبت ہے جو اس امت کے شامل حال ہوں گی۔

ہاں حکومت بنی امیہ ایک آسمانی بلا ہے کہ اس حکومت کے سبب تمہارے نیک و صالح لوگ قتل کیے جائیں گے اور ذلیل و پست افراد ان کی اطاعت و بندگی کی طوق اپنی گردن میں ڈال لیں گے، تمہارے اموال و ذخائر کو گھروں اور مزین و مخصوص حجروں سے باہر نکال لے جائیں گے۔

یہ وہ مصائب ہیں جو خدا نے تمہارے واسطہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ تم نے اپنی اصلاح میں کوتاہی کی ہے اور اپنے حقوق و امور کو ضائع و برباد کر دیا ہے اور احکام دین مقدس کے رائج کرنے میں سستی اور ڈھیل کر رہے ہو۔

اے کوفہ کے لوگو! میں نے آئندہ کے واقعات و حادثات سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے، شاید تم ہوش میں آ کر اپنی خرابکاری و لغزش و سستی کو چھوڑ دو اور دوسرے ہوش و عبرت کے کان رکھنے والوں کو پند و نصیحت کرو، صلاح و حقیقت اور غور و فکر کی دعوت دو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے کچھ میری طرف جھوٹ کی نسبت دے رہے ہیں جیسا کہ گروہ قریش نے رسول اکرمؐ کیطرف ایسی ہی نسبت دی تھی۔

تم پروائے ہو! میں خدا کیطرف جھوٹ کی نسبت دوں گا؟ جبکہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اس کی

توحید کا اقرار کر کے اس کی اطاعت و بندگی کی ہے۔ کیا میں رسولؐ خدا پر الزام لگاؤں گا؟ جبکہ سب سے پہلے میں نے ان کی دعوت رسالت کو قبول کر کے ان کی باتوں کی تصدیق کی ہے اور آخر وقت تک آنحضرتؐ پر ایمان اور ان کی ہمراہی و نصرت پر قائم رہا ہوں۔

حقیقت امر اس کے خلاف ہے کیونکہ اس بات سے جھوٹ اور فریب کی بو سونگھی جا سکتی ہے اور تم لوگ حیلہ و بہانہ کی احتیاج نہیں رکھتے۔

اس پروردگار کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور حیوانوں کو جان دیا، یقیناً تم آئندہ اور بہت جلد اپنی باتوں کا نتیجہ دیکھو گے، اس وقت اپنی جہالت کے برے انجام میں گرفتار ہو گے اور اپنی بیداری و توجہ و باخبری سے کچھ فائدہ نہ پاؤ گے۔

ناگواری و ناخوشی تمہارے لئے ہو! اے وہ لوگ جو کہ صورت کے لحاظ سے مرد اور سیرت کے اعتبار سے مردانگی کے صفات سے دور ہو، تم از جہت عقل اطفال اور باعتبار عقل و فکر پردہ نشین عورتوں کے مانند ہو، آگاہ ہو جاؤ تم بظاہر حاضر اور ناظر اور بباطن غائب و غافل ہو، اے وہ لوگ جو کہ ظاہراً برابر و متحد اور باطناً مختلف رائے و پراگندہ عقیدے رکھتے ہو، قسم بخدا! وہ شخص کامیاب و غالب نہیں ہو سکتا جو تمہیں اپنی یاری و امداد کیلئے بلائے، اس شخص کا دل آرام نہ پائے گا جو تمہاری راہ میں رنج و غم اور سختیوں کو برداشت کرے، اس شخص کی آنکھ روشن نہ ہو گی جو تم کو اپنے تحت رکھ کر اپنے سایہ میں سکونت و پناہ دے۔

تمہاری باتیں دعویٰ و گفتگو کی منزل میں سخت و محکم پتھروں کو نرم کر دیتی ہیں لیکن عمل کی منزل میں اتنے سست، لاپرواہ اور بہانہ باز ہو کہ تمہارے کمزور دشمن بھی تمہاری حرکات سے جرأت، قوت قلب اور شجاعت پیدا کر لیتے ہیں۔

تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے مکانات، شہر اور اپنی حکومت کو اپنے دشمن کے قبضہ اور غیروں کے تصرف میں دیدیا، اس کے بعد اب تم کس سرزمین کا دفاع کرو گے اور کس جگہ پر بخوشی و امن زندگی بسر کرو گے؟ اور کس امام و پیشوا کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ و مقابلہ کرو گے؟

خدا قسم! وہ شخص فریب خوردہ اور گرفتار مکر ہے جس نے تم سے دھوکا کھایا ہو اور تمہاری مثال ان ٹوٹے ہوئے بیکار تیروں کی طرح ہے جن کا اٹھانا زحمت کے علاوہ کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتا ہے۔

میں تم سے نصرت کی توقع اور امداد کا انتظار نہیں کرتا اور تمہاری باتوں کی بھی ہرگز تصدیق نہیں کروں گا خداوند عالم سے چاہتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور بجائے تمہارے بہتر لوگوں کو میرا رفیق و آشنا قرار دے اور تمہارے لئے بھی مجھ سے بدتر دوست اور حاکم کا انتخاب کرے۔

اے بے وفا لوگو! تمہارا پیشوا و حاکم احکام خدا کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کے دستور و فرمان کے خلاف عمل کرتے ہو، اہل شام کا حاکم خدا کے اوامر کی مخالفت و سرپیچی کرتا ہے اس حالت میں بھی وہ لوگ اس کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ معاویہ مجھ سے صرّافی کا معاملہ اس طریقہ سے کرے کہ بجائے درہم و دینار کے تم میں سے دس افراد کو لے لے اور اپنے اصحاب میں سے اس کے عوض ایک مجھے دیدے!!

بخدا قسم! اے کاش تم مجھے نہ پہچانتے اور میں بھی تمہیں نہ پہچانتا کیونکہ یہی تعارف ندامت و پشیمانی کا سبب بنا ہے تم لوگوں نے میرے سینہ کو غیظ و غضب سے بھر دیا ہے اور اس واقعہ نے مجھ سے مخالفت اور ترک ہمراہی کے سبب مجھے مختل و معطل کر دیا ہے۔

جسارت و بدگوئی نے تمہیں یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ قریش کے کچھ افراد میرے بارے میں کہتے ہیں کہ علیؑ ابن ابیطالب ایک شجاع و بہادر ہے لیکن فنون و علوم جنگ سے نا آشنا ہے۔ خدا انھیں خود جزا دے، کیا ان کے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ جیسا جنگوں اور لڑائیوں کا سابقہ و تجربہ رکھتا ہو؟

کیا تمہارے پاس ایسا کوئی شخص ہے جس نے میری طرح جنگوں کی سختیوں اور مصائب کو برداشت کیا ہو اور نہایت صبر و استقامت کے ساتھ آتش جنگ میں کھڑا رہا ہو؟

میں وہی شخص ہوں جس نے بیس سال کی عمر سے قبل میدان جنگ میں قدم رکھا ہے اور آج میرا سن ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔

آگاہ ہو، جاؤ خدا کی قسم! میں اسے پسند کرتا ہوں کہ خدا مجھے تمہارے درمیان سے اٹھا لے اور میری اس زندگی کا خاتمہ کر کے مجھے مقام رضوان (جنت) میں جگہ عطا کرے، میں تو ہر وقت اپنی موت کا منتظر ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ دن کیوں نہیں آتا جب اس امت کا شقی ترین شخص میری داڑھی کو میرے خون سے رنگین کر دے کیونکہ یہ وہ قرارداد ہے جس کا رسول خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے۔

آخر وہ ناامید و محروم ہوگا جو جھوٹ و افترا پردازی کرے اور کامیابی و نجات وہ پائے گا جو پرہیز گار بن کر نیکیوں کی تصدیق کرے۔

اے کوفہ کے لوگو! میں نے تم کو اس گروہ سے جنگ کیلئے شب و روز اور ظاہر و باطن میں بلایا اور تم سے بار بار کہا کہ اس گروہ سے جنگ میں پیش قدمی کرو کیونکہ ہر جمعیت نے اپنے گھروں کے اندر اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے جنگ کی ہے اور خواہ نخواہ ذلیل و خوار ہوئے ہیں، تم سب نے آسان سمجھ کر میری یاری و ہمکاری سے ہاتھ کھینچ لیا اور میری پیش نہاد کو گراں و سنگین شمار کیا اور اس امر کو اپنی نظر میں دشوار و سخت جان کر میری باتوں کو پس پشت ڈال دیا۔ یہاں تک کہ ہر طرف سے تمہارے اوپر یلغار و غارت ہوئی اور تمہارے درمیان برے و قبیح اعمال اور منکرات پھیل گئے اور تم ایسے ہی صبح و شام سخت تر مصائب و آلام میں گرفتار ہو گئے، جیسے کہ تمہارے پہلے لوگ اپنے پیشواؤں کے اوامر کی مخالفت سے ظالموں اور ستمگروں کی سختیوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہے، خدا نے ان کے بارے میں فرمایا وہ تمہارے بچوں کو قتل کرتے، تمہاری عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے اور تم اپنے پروردگار کیطرف سے سخت اور بڑی مصیبت میں مبتلا تھے۔

اے کوفہ کے لوگو: جان لو کہ اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا اور انسان کو خلق کیا یقیناً تم پر وہ نازل ہوا جس کا میں نے وعدہ کیا تھا، میں نے تم کو مسلسل قرآن مجید کے مواعظ کے ذریعہ پند و نصیحت کی لیکن قرآن کی باتوں کا تمہارے سخت دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا، میں نے اپنے تازیانہ سے تمہاری تادیب و تنبیہ کی پھر بھی معمولی سی استقامت و رعایت اور توجہ تم میں پیدا نہ ہوئی۔

ہاں تمہاری اصلاح سوائے شمشیر کے دوسری چیزوں سے نہیں ہو سکتی، میں تمہاری اصلاح حال سے

عاجز ہوں، مگر یہ کہ اپنے کو تمہارے خیر وصلاح کی خاطر قربان وفدا کردوں ،لیکن جان لو کہ خداوند عالم تمہارے اوپر ایک ایسے سخت و بدرفتار بادشاہ کو مسلط کرے گا جو نہ تو تمہارے فرزندوں پر رحم کرے گا اور نہ تو بزرگوں کا احترام کرے گا اور نہ ہی تمہارے علماء ودانشمندوں کی عزت باقی رکھے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے بیت المال کو عدل وانصاف سے تقسیم کریگا۔تم لوگوں پر ایسی حکومت مسلط وغالب ہوگی کہ جس سے تم پر زدو کوب اور لعن وطعن واقع ہوگی، وہ تم کو ذلیل وخوار کرے گی، تمہیں میدان جنگ کیطرف لے جائے گی، راہیں تم پر مسدود کرے گی، تمہیں خیریت ودیدار اور ملاقات سے محروم کردے گی ،تمہارے درمیان ایسا طبقاتی اختلاف ایجاد کردے گی کہ ضعیف وبے دست وپا لوگ قوی وتوانا اشخاص کے ظلم وستم کے نیچے نیست ونابود ہوجائیں گے۔

ہاں خدوند متعال ظالمین کو اپنی رحمت اور اپنے لطف سے دور اور محروم رکھے گا، خدا سے روگردانی کرنے والوں کیلئے بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ وہ توفیق وتوجہ اور عبادت کی بلندی پیدا کرلیں۔ آج تم خواب غفلت اور حیرانی وپریشانی میں ہو، میں اپنا وظیفہ سمجھتا ہوں کہ تمہاری غفلت اور تمہارے اشتباہ کو دور کروں اور تمہاری رہنمائی ونصیحت سے دریغ نہ کروں۔

اے کوفہ کے لوگو! میں تمہاری معاشرت ودوستی سے تین امور اور دوسری دو چیزوں میں مبتلا ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں۔تم کان رکھتے ہوئے بھی بہرہ ہو، تم آنکھ رکھتے ہوئے بھی نابینا ہو، زبان رکھتے ہوئے بھی گونگے ہو، تمہارے کان اور تمہاری آنکھ وزبان کا تمہاری زندگی میں کوئی فائدہ نہیں۔

وہ دو چیزیں یہ ہیں، تمہاری بھائی چارگی ودوستی وقت حاضر میں صدق وصفا اور حقیقت کی بنا پر نہیں ہے امتحان ومصیبت کے وقت تم پر اعتماد واطمینان نہیں کیا جاسکتا۔

پروردگارا! میرا ان لوگوں سے دل تنگ ہوگیا ہے اور یہ لوگ بھی مجھ سے بیزار ہوگئے ہیں، میں ان لوگوں سے تھک گیا اور یہ مجھ سے ملول ہوگئے ہیں۔

خداوندا! اس جمیعت کے امیر وحاکم کو ان سے راضی نہ رکھنا اور ان کو بھی ان کے امیر وحاکم سے خوش نہ

رکھنا، ان کے دلوں کو خطرات و دہشت سے پانی پانی کر دے، جس طرح نمک رطوبت سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔

اے لوگو! جان لو اگر ممکن ہوتا اور کر سکتا تو تم سے قطع تعلق کر لیتا، ہرگز تم سے بات نہ کرتا اور تم لوگوں کو کوئی بھی حکم نہ دیتا اور اسی پر عمل کرتا کیونکہ تمہاری ہدایت و نجات کیلئے جو کر سکتا تھا وہ میں نے کیا اور تمہاری ملامت و سختی میں بھی اصرار و مبالغہ کیا اور اب میں اپنی زندگی سے سیراب ہو چکا ہوں۔ کیونکہ اپنی نصیحتوں اور کوششوں کے نتیجہ میں سوائے مسخرہ پن کے تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تم راہ حق سے منحرف ہو کر باطل کیطرف مائل ہو، دین خدا ہرگز ہرگز ہوئی پرست اور اہل باطل سے قوت نہیں پا سکتا، میں اطمینان رکھتا ہوں کہ تمہاری طرف مجھے سوائے ضرر و نقصان کے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

میں تمہیں دشمنوں سے جہاد و مبارزہ کی دعوت دیتا رہا اور تم نے اپنے گھروں میں بیٹھ کر مجھ سے تاخیر کی درخواست کرتے رہے جیسے کہ قرضدار اپنے قرض کی اداءگی کے وقت آج کل کیا کرتا ہے۔

اگر گرمی کے موسم میں جہاد کیلئے بلاتا ہوں تو تم گرمی کی شدت کا بہانہ کرتے ہو، اگر سردی کے موسم میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو سردی کی سختی کا عذر کر کے پیچھے ہٹتے ہو لیکن یہ سب مکر و حیلہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ تم جنگ و جہاد سے بھاگ رہے ہو، حالانکہ موسم کی گرمی سے بچ رہے ہو جبکہ تلوار کی گرمی زیادہ ہو گی اور دشمنوں کے تیز و گرم حملوں کے مقابل تمہاری عاجزی و کمزوری بڑھ جائیگی۔

﴿انا للّٰہ و انّا الیہ راجعون﴾

اے اہل کوفہ! مجھ تک ایک وحشت ناک خبر پہنچی ہے کہ ابن غامد نے اپنے چار ہزار شامی لشکر کے ساتھ ہماری سرحد پار کر کے سرزمین انبار پر حملہ کر دیا ہے اور لوگوں کے اموال کو لوٹ لیا ہے، کچھ صالح و متدین افراد کو قتل کر دیا ہے، اہل انبار کے ساتھ اس نے ایسا سلوک کیا جیسا خرز اور روم کے لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں، گویا وہ مسلمان نہیں اور ان کا خون و مال حلال سمجھ لیا ہو۔

میرے عامل و گورنر کو بھی ابن غامد نے شہر انبار میں قتل کر دیا ہے اور اس شہر کو اپنے لوگوں کیلئے مباح

کردیا ہے، خداوند عالم ان مقتولین کو بہشت بریں میں جگہ دے۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ اہل شام نے ایک مسلمان عورت اور ایک کافر ذمی عورت کی عزت و حرمت پر بھی ظلم و تعدی کی ہے انھوں نے ان کی روسری، گوشوارہ، زیور و پازیب اور ان کے لباس، سر، کان او۔ ہاتھ و پیر کے تمام زیورات کو بھی چھین لیا، وہ مسلمان عورت ان کے ظلم کے مقابل سوائے آیت استرجاع و آرزوئے مرگ اور مسلمانوں سے طلب امداد کے کچھ نہیں کہتی تھی۔

افسوس! کوئی بھی اس کی فریاد کو نہ پہنچا اور کسی نے اس کی مدد بھی نہ کی۔

اگر کوئی اس حادثہ کے شدید افسوس اور انتہائی تاثیر میں مر بھی جائے تو میرے نزدیک لائق ملامت و مذمت نہیں ہے بلکہ نیکوکار و درست کار رہوگا، کتنا تعجب ہے کہ دوسرے اپنے باطل پر مجتمع و متفق ہیں اور تم حق پر ہوتے ہوئے بھی متفرق و منتشر ہو۔

تم لوگ خود اپنے دشمنوں کے تیر کا نشانہ بنتے ہو اور دشمنوں کیطرف تیر نہیں پھینکتے، تمہارے دشمن مسلسل جنگ و حملہ اور تجاوز کرر ہے ہیں لیکن تم خاموش و آرام سے بیٹھے ہو اور احکام خدا کی مخالفت و نافرنی نے بالکل ظاہری صورت اختیار کرلی ہے اور تم دیکھ رہے ہو، تمہارے ہاتھ خسارہ اور فقر و فاقہ میں دھنس جائیں،

اے وہ لوگو! جو ان اونٹوں کیطرح ہو جو بے مالک کے ہوں کہ ایک طرف جمع اور اکٹھا ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے پراگندہ و منتشر ہوتے ہیں۔

امیر المومنینؑ کا معاویہ سے احتجاج

(معاویہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے)

اما بعد! میں نے تمہارا خط پڑھا، تم نے لکھا ہے کہ خداوند متعال نے پیغمبر اکرمؐ کو تبلیغ دین کی خاطر لوگوں کے درمیان مبعوث کیا اور ان کے اصحاب و انصار کے ذریعہ آنحضرتؐ کی تائید فرمائی۔

تیری طرف سے تعجب انگیز اظہارات اور بیانات نے ہمارے دلوں کو حیرت و تعجب میں ڈال دیا ہے، جیسا کہ تو نے خدا کی ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہم کو دی ہیں اور تیری باتیں شہر ہجر (جہاں کھجوریں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں) لے جانے کے مانند ہیں یا اپنے استاد کو تیر اندازی سکھانے کے مثل ہے جو فن کا استاد اور ماہر ہو، ہم خاندان نبوت خدا کی اسی رحمت و نعمت اور لطف کا مرکز ہیں۔

تو نے لکھا کہ رسول اکرمؐ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل فلاں فلاں ہیں اس بارے میں بھی اگر تیری بات صحیح و درست ہو تو اس کا معمولی سا فائدہ اور اثر بھی تم تک نہیں پہنچے گا اور اس کا تم سے کوئی تعلق و رابطہ بھی نہیں ہے۔

اور ایسے ہی غلط و بطلان کی صورت میں تم کو فاضل و مفضول اور رئیس و مرؤس سے کیا کام، آزاد شدہ اور ان کے بیٹوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مہاجرین و انصار کے درمیان فرق کر کے ان کے درجات کو معین کریں یہ کام تیرے جیسے لوگوں سے بہت دور ہے، تیرا عمل اس تیر کے مانند ہے جو آواز کرتا ہو لیکن معین شدہ اور مطلوب تیر میں سے نہ ہو اور صدا کے لحاظ سے بھی مختلف ہو اور تم اس شخص کے مثل ہو جو دوسروں کے بارے میں حکم کرنا چاہتا ہو لیکن خود محکوم ہو۔

اے انسان کیا تو اپنے لنگ و کم و زیادہ پیروں کے ساتھ راستہ چلنا نہیں چاہتا؟ کیا تو اپنے ہاتھوں کی کمی و کوتاہی کو نہیں جانتا؟ کیا اپنے حقیقی مقام و مرتبہ پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا؟ تجھ سے کیا مطلب کہ مغلوب کون

ہے اور غالب وقاہر کون ہے؟ تو خود حیرت وضلالت میں مضطرب اور راہ حق وحقیقت سے منحرف ہے، میں اپنا تعارف اور اپنے فضائل سے باخبر کرانا نہیں چاہتا لیکن پروردگار کی نعمتوں کے شکر گزاری کے طور پر کہتا ہوں کہ کچھ مہاجرین راہ خدا میں شہید ہوئے ہاں ان میں سے ہر ایک کیلئے بہت اچھا اجر اور اچھی جزا ہے، یہاں تک کہ میرے چچا جناب حمزہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ان کو سید الشہداء کہا جاتا ہے، رسولؐ خدا نے ان پر ستر تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھی آنحضرتؐ کے مددگاروں میں سے کچھ کے ہاتھ دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے کاٹے گئے وہ سب فضل وثواب کے مالک ہیں لیکن جب میرے بھائی جعفر ابن ابیطالب کے ہاتھ کٹے تو ان کو جنت کا طیار اور ذوالجناحین کہا گیا، اگر کسی کا خود اپنی تعریف وتوصیف کرنا خدا کے نزدیک قبیح ومبغوض نہ ہوتا تو میں اپنے کچھ فضائل ومناقب بیان کرتا کہ مومنین ان حقائق ومعارف سے آگاہ ہو جاتے اور سننے والے استفادہ کرتے۔

تم اپنے پاس سے اس شخص کو دور کر دو جسے شکار کی لالچ اور مادی فائدہ نے راہ راست وحقیقت سے منحرف کر دیا ہے، متوجہ رہو کہ ہم نے تو بالکل سیدھے خدا کی تربیت وتوجہ کے تحت رشد وپرورش پائی ہے لیکن دوسرے تمام لوگوں کو ہم سے تربیت وپرورش ملتی ہے، لیکن تمہارے ساتھ ہماری ہمنشینی ومعاشرت اور لوگوں کے کفو کے طور پر تمہیں اپنی لڑکیوں کا دینا اور تمہاری لڑکیوں کا لینا ہماری اصل عزت وشرافت اور ذاتی منزلت ومقام کے لئے منافی نہیں ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ ہم تمہارے جیسے ہو جائیں جبکہ ہمارے خاندان کے ایک فرد پیغمبرؐ خدا ہیں اور ان کے مقابلہ میں تمہارے پاس ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہیں جو تکذیب رسالت کرتے اور آنحضرتؐ سے جنگ ودشمنی کرتے تھے۔

ہمارے پاس حضرت حمزہ ہیں جو اسد اللہ ہیں اور ان کے مقابل تمہارے پاس اسد الاحلاف (زمینداروں کا شیر) ہے، ہمارے خاندان میں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، ان کے مقابل تمہارے پاس دوزخ کے بچے ہیں، دنیا کی بہترین خاتون ہمارے درمیان ہیں اور اس کے مقابل تم میں حمالۃ

الحطب زوجہ ابولہب ام جمیل ہے۔

خاندان بنی امیہ کی پستیوں کے مقابل ہمارے خاندان کی بلندیاں اور خصوصیات وامتیازات بہت زیادہ ہیں ہماری فضیلت وبرتری کے اسباب ابتداء اسلام سے ہی معلوم وروشن ہیں اور ہماری خاندانی عظمت وشرافت اور امتیازات عہد جاہلیت میں بھی قابل انکار نہ تھے۔

کتاب خدا میں ہمارے جداگانہ مختلف صفات جمع ہیں، خدا فرماتا ہے کہ:

﴿اولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض کتاب اللہ﴾ صاحبان قرابت میں سے دوسروں کی نسبت کچھ اوّلیت اور قربت رکھتے ہیں کہ جو خدا نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے۔

پھر خدا فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ کے قریب ترین لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خود خدا مومنین کا ولی ہیں۔

پہلی آیت کے مطابق قرابت کے لحاظ سے ہم رسولؐ خدا کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں اور دوسری آیت کے لحاظ سے اطاعت وایمان کے اعتبار سے ہم سب پر اولیت رکھتے ہیں۔

تم تو معلوم ہو کہ سقیفہ کے دن مہاجرین کا تنہا استدلال واحتجاج انصار کے سامنے یہی رسول اکرمؐ کی قرابت تھی اور یہی وہ بات تھی کہ جس نے انصار کو خاموش اور لاجواب کر دیا۔

جب مہاجرین کا استدلال انتخاب خلیفہ کیلئے قرابت رسولؐ کے لحاظ سے صحیح ہے تو یہ ہمارے فائدہ میں ہے اور ہمارے حقوق کو ثابت اور زندہ کرنے والا ہے کیونکہ ہم رسول کریم کے قریب ترین لوگوں میں ہیں، اگر مہاجرین کا استدلال باطل وکمزور ہے تو حق انصار کو دیا جائے یا کم از کم اتنا ماننا چاہیئے کہ انصار کا دعویٰ اب بھی باقی ہے اور ان کا کافی وصافی جواب نہیں دیا گیا۔ تم نے لکھا کہ میں نے خلفاء ثلاثہ سے حسد کیا اور ان کے حق میں راہ بغض وعداوت اختیار کیا ہے، اگر تمہاری یہ بات حقیقت ہو تو میرا عمل تم سے مربوط نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تم پر کوئی ظلم وتجاوز نہیں ہوا ہے کہ مجھ سے بازخواست کرو اور میں تمہیں قانع کروں اور اپنے عمل کا عذر تمہارے سامنے پیش کروں۔

بقول شاعر (ترجمہ): یہ وہ نقص وعیب ہے جس کے نقصان وذلت سے تم دور ہو۔

تو نے لکھا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت کرنے کیلئے ایسے کھینچتے لے گئے، جیسے اونٹ کو قابو میں کرنے کیلئے ناک میں نکیل ڈالی جاتی ہے، اس طرح تو مجھے چھوٹا اور داغدار بنانا چاہتا ہے۔

درحقیقت تو میری مدح وثنا کر رہا ہے اور خود اپنی ذلت ورسوائی کا اقرار کرتا ہے، مرد مسلمان کیلئے مظلوم ہونا نقص وعیب نہیں ہے، جب تک کہ اس کے دین میں خلل وکمزوری اور اس کے یقین وایمان میں ضعف وشک پیدا نہ ہو، یہ جملہ میرے دعویٰ کیلئے ایک برہان وحجت ہے مگر ان اشخاص کیلئے جو صاحب عقل وفہم اور صاحبان انصاف ہوں، یہ چند جملے جو کہے گئے وہ ناچار ضرورت اور حادثات کے سبب ضروری ولازم تھے۔

تو نے لکھا ہے کہ میں نے عثمان پر ظلم وجفا کی، ہاں مجھے اس کا جواب دینا چاہئے کیونکہ عثمان ابن عفاؓن سے تیری رشتہ داری ہے اور اس بارے میں بات کرنے کا حق رکھتا ہے۔

لیکن تجھے سوچ سمجھ کر طے کرنا چاہئے کہ عثمان پر میں نے جفا کی یا تو نے؟ اس کی امداد ونصرت کی خاطر میں نے اقدام کیا اور اس نے خود مجھے بیٹھے رہنے، سکوت کرنے اور عدم مداخلت پر مجبور کیا اور اپنے رشتہ داروں خصوصاً تجھ سے نصرت ومدد طلب کی لیکن تم نے اس کے کہنے کے مطابق کاہلی، سستی اور تاخیر کی یہاں تک کہ وہ اپنے مقدر کے حوالہ ہوگیا اور جو ہونے والا تھا اس تک پہنچ گیا، ایسا نہیں ہے جیسا تم تصور کر رہے ہو۔

اس خدا کی قسم جو ان لوگوں کے حال سے آگاہ ہے جنھوں نے اپنے امور میں سستی کی اور اپنے اصحاب واطراف کو بھی خیر اور وظائف دینی کی انجام دہی سے روکے رکھا اور میدان جنگ میں بہت کم اترے۔

اس جہت سے میں عذر نہیں کرنا چاہتا کہ کچھ تازہ امور اور جدید اعمال کے بارے میں، میں نے عثمان بن عفاؓن سے عیب جوئی کی، اگر میرا گناہ یہی ہے کہ خیر وصلاح کو بیان کر دیا اور اسے نیکی وخوبی کیطرف

ارشاد و ہدایت کی، تو کوئی بات نہیں ہے، بہت سے ایسے افراد ہیں جو نصیحت و خیر خواہی پر اصرار کرتے ہیں اس کے نتیجہ میں سوائے تہمت و بد بنی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اصلاح امور کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں تھا اور خدا سے توفیق کا خواستگار تھا، مجھے صرف اسی پر توکل تھا، بس تو نے لکھا ہے کہ میرا چارہ اور میری مددگار صرف تلوار ہے، تیری اس بات سے سننے والے رونے کے بعد تیری حالت پر ہنسیں گے۔

تجھے عبدالمطلب کی اولاد کے بارے میں کہاں سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلہ سے ڈر گئے ہوں اور تلواروں سے مضطرب و پریشان ہوئے ہوں۔

شعر کا ترجمہ: ذرا ٹھہرو! تا کہ مرد شجاع بنام ,,حمل،، میدان جنگ میں آجائے۔

جسے تو نے بلایا ہے اور جس کے مقابل ہو، بہت جلد تمہارے ہاتھ آجائے اور

جسے دور شمار کرتے ہو وہ تم سے نزدیک ہو جائے گا۔

میں بہت جلد انصار و مہاجرین اور ان کے تابعین کا ایک لشکر اپنے ہمراہ لے کر تیری طرف آنے والا ہوں جو اتنا بڑا ہوگا کہ ان کے پیروں کی گرد و غبار بیابانوں کی فضا کو گھیرے گی، اس کثیر تعداد کو جان کی پرواہ نہیں ہوگی وہ صرف خداوند متعال کی ملاقات کی آرزو کے پورا ہونے کے منتظر ہیں اس جمیعت کے ہمراہ رہ طاقتور جوان ہوں گے جو جنگ بدر کے دلیروں اور بہادروں کی نسل سے ہیں اور ان شمشیروں اور نیزوں کے ساتھ جو ہاشمی جوانوں، بہادروں کے ہاتھوں میں ہوگی، تو ان تلواروں کی کارکردگی اور کاٹ سے باخبر ہے جو تمہارے بھائی، دادا، چچا، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں پر جنگ بدر میں چلی تھیں۔

﴿وماهي من الظالمين ببعيد﴾ یہ ظالمین سے دور نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ کا خط معاویہ کے نام

(معاویہ کا جواب اور بنی امیہ کی برائیاں)

اما بعد: ہم پہلے ایک دوسرے سے ارتباط اور الفت و محبت رکھتے تھے، پھر خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ دین مقدس اسلام کو ظاہر کیا، ہم اسلام و ایمان لا کر احکام و قوانین خدا پر عمل پیرا ہو گئے اور تم نے مخالفت، کفر و طغیان اختیار کیا بہت دنوں تک رسول اکرمؐ کی دشمنی و عداوت پر کمر بستہ رہے، اس طریقہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان اختلاف و تفرقہ پیدا ہو گیا۔

بیس سال کی مخالفت و عداوت کے بعد جب قوم کے سرداروں اور قریش کے بزرگوں نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ان کے حالات پر غالب و مسلط ہو گئے اور مملکت حجاز کے شہر مسلمین کے ہاتھوں فتح ہو گئے تو ہم نے بھی جبراً قہراً دین اسلام کو بظاہر قبول کر لیا، اس کے بعد بھی استقامت، درستی و صحت عمل تجھ سے دکھائی نہیں دی اور ہمیشہ فتنہ انگیزی و فساد اور نفاق پر باقی رہے۔

تمہارا کہنا ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا اور عائشہ کی زندگی برباد کی اور کوفہ و بصرہ کے درمیان ایک لشکر گاہ اہل بصرہ سے جنگ کیلئے ترتیب دی، یہ وہ موضوع ہے جس کا تم سے کوئی ربط نہیں اور اس کے بارے میں تم بحث و مباحثہ اور سوال و جواب میں وارد نہ ہو کیونکہ اس معاملہ میں تم نے ضرر و نقصان نہیں دیکھا ہے کہ حق سوال و اعتراض رکھو۔

تو نے لکھا ہے کہ کچھ انصار و مہاجرین کے ساتھ تم سے جنگ کروں گا، افسوس کہ تمہارے تمام اصحاب و اطراف طلقاء (جنھیں رسولؐ نے فتح مکہ کے موقع پر آزاد کیا تھا) اور ان افراد میں سے ہیں جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے جس دن تیرا بھائی گرفتار ہوا اس دن موضوع ہجرت ہمارے درمیان سے اٹھا لیا گیا، اگر بہت جلدی ہے تو تھوڑا صبر کر لو اور ہوشیار رہو جاؤ میں ایک لشکر انبوہ کے ساتھ تمہارے پاس آؤں تو بہت

مناسب اور اچھا ہے کیونکہ خدائے متعال میرے ذریعہ تجھ سے انتقام لے کر تیرے اعمال زشت کی سزا دے گا اور اگر تم اس طرف حرکت کرو تو ایسا ہوگا جیسا بنی اسد کے شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ: گرمی کی وہ تیز و تند ہوائیں آرہی ہیں جو صحرا، بیابانوں کے پتھروں سے ان کے چہروں پر ماریں گی اور صحرا کے نشیب و فراز میں سرگرداں و متحیر ہوں گے۔ میرے پاس وہ تلوار موجود ہے کہ میں نے جس کے مزے تیرے جدّ، چچا اور تیرے بھائی کو جنگ بدر میں چکھا چکا ہوں، خدا کی قسم! تیرا قلب محجوب اور تیری عقل ضعیف و ست ہے تیری حالت اس شخص کے کتنی موافق ہے جو سیڑھی سے اوپر چڑھا ہو اور اس بلندی نے اسے ایک خوف و خطرناک جگہ سے کودنے پر مجبور کر دیا ہو۔

تو اس چیز کی تلاش میں ہے جو تیری گمشدہ نہیں ہے اور تجھے ایسے امر بزرگ کا دعویٰ بھی نہیں کرنا چاہئے، تو نے دوسروں کے حق میں تجاوز کیا اور چرندوں کے چرانے میں مشغول ہے جو دوسروں کا ہے اور اس ناجائز عمل و فعل سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہو، تو نے ایک ایسے بلند مقام کو غصب کیا ہے جس کا تو کسی لحاظ سے بھی اہل نہیں اور تم اس مقام و منصب کی کسی طرح بھی لیاقت و صلاحیت نہیں رکھتے، تمہاری رفتار و گفتار میں کتنا فرق اور فاصلہ ہے، تیرے قبیح اعمال اور ناہنجار افعال تیرے دعویٰ سے معمولی سی بھی موافقت نہیں رکھتے، تیری حالت تیرے چچا اور ماموں کی حرکات و رفتار سے مشابہ ہے تجھے سوء اعمال اور شقاوت قلبی و سستی کے نتیجہ میں ملی ہے اور روز بروز ان کا انکار و کفر اور مخالفت رسولؐ اور ان کا بغض و انحراف بڑھتا ہی گیا۔

آخر کار بدترین وضع سے ایک معرکہ پیش آیا جس میں وہ سب اسلام کے زبردست پہلوانوں کی تیز تلواروں سے ہلاک ہو گئے، درعین حال وہ سب اپنی زندگی اور تیز سرگرمیوں میں نہ اپنے مقام محترم کا دفاع کر پائے اور نہ ہی حادثہ دنا ملائم سختی کو روک سکے۔

ہاں قاتلین عثمان کے تعاقب پر تمہارا اصرار! اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے بغض و طغیان و سرکشی کو چھوڑ دو اور دوسروں کی طرح مسلمانوں کے پیشوا کی بیعت کرو، پھر ان اشخاص کو معین کرو جو تمہارے دعویٰ

کے ملزم ہیں پھر میرے پاس ان لوگوں سے محاکمہ ومکالمہ کرو، ہاں میں تمہارے درمیان کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کروں گا، شام کی حکومت باقی رکھنے یا قاتلین عثمان کے حوالہ کرنے کی جو تم خواہش رکھتے ہو، یہ پیش نہادو گزارش ایک دھوکہ اوراس بچہ کو فریب دینے کیطرح ہے کہ اسے دودھ سے جدا کردیا گیا ہے اور پھر دودھ سے منصرف کرنا چاہتے ہیں تیری باتیں بالکل بچگانہ اور عامیانہ ہے اور ممکن نہیں ہے کہ میں ان سے دھوکا کھاجاؤں۔

امیر المومنینؑ کا دوسرا خط معاویہ ابن ابوسفیان کے نام

بہت تعجب ہے کہ تو ہویٰ وہوس کی پیروی میں کتنا مُصر ہے، عزت بنانے، بدعت ایجاد کرنے اور بے بنیاد امور میں پائندار واستقامت پذیر ہے اور مسلسل حیرت وضلالت کے مراحل میں حقایق کی بربادی وتباہی میں اور احکام واصول الٰہی کے ختم کرنے میں مشغول ہے۔

تو آسمانی ادیان کے اصول وحقایق کی بنیاد کو اپنی سست وناپاک انگلیوں کے ذریعہ صفحہ روزگار سے محو کرنا چاہتا ہے، جبکہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتا۔

عثمان وقاتلین عثمان کے بارے میں تیری تکراری باتیں! اس بارے میں سب جانتے ہیں کہ تو کسی کی یاری وطرفداری وہاں کرتا ہے جہاں تیرا فائدہ ہوتا ہے اور اس دن تو اسے تنہا چھوڑ دیتا ہے جس دن نصرت وہمراہی اس کیلئے مؤثر اور نفع بخش ہوتی ہے۔

معاویہ کا نوشتہ اور جواب امیر المومنینؑ

(بعض فضائل کیطرف اشارہ)

ابوعبیدہ روایت کرتے ہیں کہ معاویہ نے امیر المومنینؑ کے پاس خط لکھا، اس نے اس نامہ میں درج کیا تھا کہ میرے فضائل بہت ہیں میرا باپ دور جاہلیت میں بزرگ وسردار تھا اور ظہور اسلام کے بعد آج میں سلطنت وحکومت کا مالک ہوں میں رسولؐ خدا کا رشتہ دار اور مومنین کا ماموں ہوں (کیونکہ ام حبیبہ زوجۂ رسول اکرمؐ اس کی بہن ہیں) اور میں کاتبان وحی میں سے ہوں۔

امیر المومنینؑ نے اس خط کا جواب دیا! کیا ہندہ جگر خوار کا بیٹا فضیلت وشرف کے لحاظ سے مجھ پر فضیلت وبرتری لے جانا چاہتا ہے، اے میرے لال اس کو لکھو کہ پیغمبرؐ خدا از نظر روحانی میرے بھائی ہیں اور از نظر ظاہر میرے چچا کے بیٹے ہیں اور ہم ایک ہی شاخ سے نکلے ہوئے ہیں، حمزہ ابن عبد المطلب سید الشہداء میرے چچا ہیں۔

جعفر ابن ابو طالب جو ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے بھائی ہیں۔ دختر رسولؐ خدا فاطمہؑ میری زوجہ اور ہمراز ہیں، ہم دونوں اتنا قریب ہیں گویا کہ میرے جسم کا گوشت وخون ان کے گوشت وخون سے مخلوط ہے، سبطین رسول اکرمؐ جن کی ماں فاطمہ ہیں دونوں میرے فرزند ہیں، تم میں سے کون ہے جو میرے اتنے فضائل رکھتا ہے؟

میں تم سب پر اسلام اور ایمان میں سبقت رکھتے ہوئے رسولؐ خدا کا گرویدہ ہوا، درانحالیکہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا، میں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی جبکہ ابھی بچہ تھا، آنحضرتؐ کی رسالت کا اعتراف کیا جبکہ شکم مادر میں جنین تھا، میں وہ شخص ہوں کہ رسول اکرمؐ نے غدیر خم کے دن منصب ولایت کو میرے لئے ثابت ومعین کیا اور تمام مسلمانوں سے اس کے بارے میں عہد وپیمان لیا۔

وائے ہو وائے !! اس شخص پر جو خدائے متعال سے ملاقات کے وقت میرے حق کے ظالموں اور غاصبوں میں محسوب ہو، میں وہ شخص ہوں جس کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جنگ و صلح کے وقت میرے برجستہ کام فراموش نہیں ہوسکتے۔

معاویہ نے جب یہ خط پڑھا، تو کہا اسے پوشیدہ رکھو، خدا نہ کرے وہ اس کیطرف مائل ہو جائیں۔

قتل عمار ابن یاسر کے بارے میں

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب عمار یاسر جنگ صفین میں شہید ہوئے، تو کچھ اہل شام کے درمیان اضطراب وتزلزل پیدا ہوا، اور رسول اکرمؐ کے قول کو ایک دوسرے سے نقل کرنے لگے کہ عمار کو ایک باغی اور ظلم وستم کرنے والا گروہ شہید کرے گا۔

پس عمرو عاص نے معاویہ کو خبر دی کہ لوگ مضطرب ہو رہے ہیں، اور ان میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے! معاویہ نے پوچھا! کیوں؟

عمرو عاص! شہادت عمار کے سبب۔

معاویہ: ان کا قتل کیا خصوصیت رکھتا ہے؟ عمرو عاص:

رسولؐ خدا کے فرمان سے جو آنحضرتؐ نے قاتلین عمار کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی۔ معاویہ نے کہا تم اس حقیقی مطلب سے دور ہو، بغیر دلیل بات کرتے ہو، ہم قاتل عمار نہیں ہیں، قاتل عمار وہ شخص ہے جس نے ان کو ان کے گھر سے باہر نکال کر تلواروں اور نیزوں کے درمیان ڈال دیا۔ یہ گفتگو حضرت امیر المومنینؑ کے کانوں تک پہنچی، تو آپ نے فرمایا: اس صورت میں تو جناب حمزہؑ کا قاتل رسولؐ خدا کو کہنا چاہیے، کیونکہ جناب حمزہ آنحضرتؐ کے حکم سے میدان جنگ میں حاضر ہوئے تھے۔

عمرو عاص کے نام امیر المومنینؑ کا خط

تو نے اپنے دین کو اس شخص کی دنیا کے تابع قرار دیا ہے جس کی ضلالت وگمراہی روشن وواضح ہے جس کا حیا، شرم اور شرافت وبندگی کا پردہ پھٹا ہوا ہے، جس کی ہمنشینی ومجالست شریف ومحترم شخص کو داغ دار ومعیوب بنادیتی ہے، جس سے ملاقات وہمنشینی مرد عاقل کو بے وقوف وبے خبر بنادیتی ہے اور تو نے اسی کی پیروی کی ہے، تو اس کتے کی مانند ہے جس کی للچائی نگاہ ہمیشہ شیر کے پنگلوں اور اس کے باقی شدہ، جھوٹے لقموں کے انتظار میں لگی ہو، تو دسترخوان کی اضافی اشیاء اور اس کی بچی ہوئی لذتوں سے استفادہ کرنا چاہتا ہے۔

تو نے اپنی دنیا وآخرت کو باطل وبیکار کردیا ہے، اگر راہ حق پر قدم اٹھاتا اور حقیقت سے منحرف نہ ہوتا تو اپنے مطلب اور دلخواہ چیز تک پہنچ جاتا، جب بھی خدا نے مجھے تجھ پر اور ابوسفیان کے بیٹے پر مسلط کیا تو یقیناً تمہارے اعمال کی جزا وسزا دوں گا، اگر میرا ہاتھ تجھ تک نہ پہنچ سکا اور میری عمر نے کفایت نہ کی اور تم باقی بچ گئے تو یقین رکھو کہ تمہارے سامنے بہت سخت وشدید عذاب موجود ہے۔

عمر عاص کی بات پر امیر المومنینؑ کا جواب

بہت ہی تعجب کا مقام ہے کہ ابن نابغہ عمر وعاص نے شام والوں کے سامنے مجھے زیادہ مزاح وشوخی کرنے والا، زیادہ لہو ولعب کا ارتکاب والا اور عورتوں سے زیادہ مجالست واستمتاع کرنے والا بتایا ہے اور اس طرح مجھے کمزور کررہا ہے۔ابن نابغہ ان باتوں کے سبب حق وصداقت سے منحرف ہوکر کذب وافتراء اور باطل کیطرف مائل ہوگیا ہے جبکہ دروغ اور جھوٹ بدترین گفتگو ہے۔

لیکن ابن نابغہ جھوٹ بولنے میں شرم نہیں کرتا اور وعدہ خلافی وعہد شکنی سے ڈرتا نہیں ہے وقت سوال اصرار کرتے ہوئے زیادہ کی توقع رکھتا ہے اور موقع جواب اور دوسروں کے تقاضہ کو پورا کرنے میں بخل کرتا ہے، اپنے عہد وپیان میں خیانت کرتا ہے اور اپنے قول کا بھی احترام نہیں کرتا۔اگر میدان جنگ میں حاضر ہوتو جنگ شروع ہونے سے قبل حکم دیتا ہے اور امر ونہی کرتا ہے لیکن جب تلواروں کی بجلی چمکتی ہے اور جنگ مرحلہ عمل میں ہوتی ہے تو دشمن کے لشکر کی صفوں کے سامنے اس کا سب سے بڑا حیلہ وبہانہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی شرمگاہ کو ظاہر کرکے اپنی جان بچالیتا ہے۔

خدا کی قسم! موت کی یاد اور آخرت کے ذکر نے مجھے لہو ولعب اور بیہودہ کام کرنے سے روک رکھا ہے اور ابن نابغہ کو جہان آخرت سے غفلت وفراموشی نے صحیح بات اور عمدہ کردار سے محروم کردیا ہے۔

ابن نابغہ نے معاویہ کی بیعت نہیں کی مگر اس شرط پر کہ وہ اس کی بیعت کے عوض اسے ہدیہ دے اور اس کے دین چھوڑ دینے کے عوض اس کی دنیاوی خواہش وتقاضہ کو پورا کرے۔

محمد ابن ابوبکر کا خط معاویہ کے نام

(والی مصر ہونے کے وقت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد ابن ابوبکر کی طرف سے معاویہ کیطرف جو کہ راہ حق سے منحرف ہے اس شخص پر درود وسلام ہو جو احکام خدا پر عمل کرتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو دیندار وں اور خدا کے دوستوں کے زمرہ میں قرار دیئے گئے ہیں۔

اما بعد! خداوند عالم نے اپنی جلالت وسلطنت سے دنیا کی موجودات کو پیدا کیا، اس کا کوئی بھی عمل عبث اور لہو ولعب نہیں اور اسے کوئی ضرورت وکمزوری بھی عارض نہیں ہوئی تھی، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ بندوں کو خلق کرے اور پھر لوگ اس کی معرفت کے ساتھ اسی کی بندگی وعبادت کریں۔

چونکہ نبی آدم باطنی سعادت وشقاوت سے اور ہدایت وضلالت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں لہذا انھیں میں سے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو رسالت اور نزول وحی کیلئے منتخب کیا اور آنحضرتؐ کو مامور کیا کہ خدا کے بندوں کو موعظہ وحکمت کے راستہ سے خالق جہان کیطرف دعوت دے۔

سب سے پہلے جس نے رسول اکرمؐ کی دعوت ورسالت کو قبول کیا ان کے چچا کے بیٹے اور ان کے بھائی علی ابن ابیطالب تھے جنھوں نے ان کی باتوں کی تصدیق کی اور آنحضرتؐ کو اپنے تمام اعزاء واقرباء پر فضیلت دی، آنحضرتؐ کی سلامتی وخوشی کی خاطر ہمیشہ اپنی جان کو ہتھیلی پر لئے رہے اور آپ ہی کی خاطر دشمن کی جانب سے مشکلات وحادثات وغیرہ کا نہایت حوصلہ اور محبت کے ساتھ مقابلہ ودفاع کرتے رہے

۔

آج میں دیکھ رہا ہوں کہ تو علی ابن ابیطالبؑ پر برتری وافتخار حاصل کرنا چاہتا ہے، جبکہ تو ابوسفیان کا بیٹا ہے اور علی ابن ابیطالب وہ ہے جو تمام قسم کی نیکیوں اور اعمال خیر میں ایک پہچان اور تقدم رکھتے ہیں۔

تو لعین ابن لعین ہے، تو اور تیرے باپ نے بہت دنوں تک دین اسلام کی مخالفت وعداوت اور رسول اکرمؐ کی دشمنی میں معمولی سا پاس ولحاظ نہیں رکھا اور آنحضرتؐ کے نور کو خاموش کرنے کیلئے مال خرچ کئے، لوگوں میں تحریک پیدا کی اور طاقت وقدرت کو جمع کرنے میں کچھ دریغ نہیں کیا۔

تجھ پر وائے ہو! تو نے علی ابن ابیطالب سے کیسے روگردانی کی درانحالیکہ وہ وارث رسولؐ اور ان کے وصی وخلیفہ ہیں وہ پہلے شخص ہیں جس نے ان کی پیروی کی اور آخری فرد ہیں کہ سب سے آخر میں آنحضرتؐ سے جدا ہوئے ہیں۔ تو خود پیغمبرؐ کا دشمن اور دشمن پیغمبرؐ کا بیٹا ہے، اس نادرست وباطل راہ سے جو لذّت چاہتے ہو حاصل کرلو اور اپنی ضلالت وگمراہی میں عاص کے بیٹے سے اعانت ونصرت طلب کرلو بہت جلد تیری زندگی ختم اور تیرے حیلہ وبہانہ ختم ہو جائیں گے اور جان لوگے کہ عاقبت خیر اور نیک بختی کہاں پر تھی، اس پر درود ہو جو راہ ہدایت کا اتباع وپیروی کرلے۔

معاویہ کا جواب محمد ابن ابوبکر کے نام

یہ خط اس بیٹے محمد ابن ابی بکر کے نام جو اپنے باپ کی عیب جوئی کرتا ہے اس پر درود ہو جو پروردگار کا مطیع وفرمابردار ہے۔

امّا بعد! تمہارا خط مجھے ملا، تم نے خدا کی قدرت وحکومت کا ذکر کر کے اپنی طرف سے چند جملہ بیان کیے، اس کے بعد علی ابن ابیطالب کے فضائل اور ان کی اسلام میں سبقت، قرابتداری، فداکاری اور ان کی محنتوں وکوششوں کو لکھا ہے۔

میں پروردگار کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے تم کو ان فضائل سے محروم رکھا ہے، تم دوسروں کی فضیلت پر افتخار کر رہے ہو میں اور تیرے باپ ابوبکر حیات رسولؐ میں علیؑ ابن ابیطالب کی برتری، حق، سبقت واولویت سے باخبر تھے، جب رسول اکرمؐ نے وفات پائی، سب سے پہلے جس نے ان کی مخالفت کی تیرا باپ اور عمر بن خطاب تھے کہ انھوں نے باہم اتفاق کیا اور ان کے خلاف قیام کیا اور ان کو اپنی بیعت کیلئے مجبور کیا۔

علی ابن ابیطالبؑ نے بیعت سے انکار کیا، انھوں نے اس کیلئے بہت سی تدبیر کی، ان کی نسبت سوء قصد کیا اور ان کو اپنی بیعت کی خاطر زبردستی کی۔

پس علی ابن ابیطالب نے جبراً بیعت کی اور اپنا حق دونوں کے حوالہ کر دیا، انھوں نے علی کو اپنے کسی امور میں شریک نہیں کیا اور اپنے اسرار ورموز سے انھیں واقف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کی دنیاوی زندگی ختم ہوگئی اور دنیا سے چلے گئے پھر تیسرے نے بھی وہی روش اختیار کی اور اسی راستہ پر چل پڑا۔

اس موقعہ پر تم نے اور تمہارے دوستوں نے دشمنی کی، اس کے حرکات وعمل کی عیب جوئی کی اسے ہر طرف سے گھر لیا، مختلف وگنہگار افراد نے اس کی مقبوضہ اشیاء کی لالچ میں ہر طرف سے محاصرہ کر لیا آخر امر جو کرنا

چاہتے تھا وہ کیا اور اپنی آرزو کو پہنچے۔

پس اگر میرا عمل درست ہے تو میں نے تمہارے باپ کی پیروی کی ہے اور اگر ظلم و ناروا ہے تب بھی میں تابع ہوں، تیرا باپ پہلا شخص ہے جس نے یہ سنت و بدعت ایجاد کی اور یہ نادرست راہ دوسروں کیلئے کھول گیا، ہم اسی کا اتباع کرر ہے ہیں اگر تمہارے باپ نے یہ قدم نہ اٹھایا ہوتا تو ہم ہرگز علی ابن ابیطالبؑ کی مخالفت نہ کرتے اور ان کے حق کو ان کے حوالہ کردیتے، پس تم چاہو تو اپنے باپ کی عیب جوئی کرو یا خاموش و ساکت ہو جاؤ۔

امیر المومنینؑ کا خوارج سے احتجاج

خوارج نے پہلے امیر المومنینؑ کو جنگ صفین میں تحکیم پر مجبور کیا، پھر تحکیم کا انکار کر کے ان پر عیب و تہمت لگانا شروع کر دیا، اس وقت آپ نے ان کے اعتراض کی رد فرمائی اور ظاہر کیا کہ اس خطا و اشتباہ کی ابتدا تمہاری جانب سے تھی اور اس کی برگشت بھی تمہاری ہی طرف ہے، اس مطلب کو آپ نے برہان و دلیل سے ثابت و واضح کیا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نے خود ہم کو حکم قرار دینے سے منع فرمایا، پھر آپ ہی نے حکم کا انتخاب کیا، ہم کو نہیں معلوم کہ ان دونوں نظر میں سے کون درست اور کون باطل ہے۔

آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر (افسوس کے سبب) مارا اور فرمایا:

یہ باتیں خود میرے عمل کی جزا ہیں کہ میں نے ادامہ جنگ سے اپنے ہاتھ کو اٹھا لیا۔

خدا کی قسم! جب جنگ کے شعلہ بھڑک رہے تھے، اگر اسی وقت جنگ جاری رکھنے کیلئے زبردستی کرتا، دوسروں کی عقب نشینی اور کراہیت کو نہ سوچتا، تمہیں تمہارے ناپسند امر پر متنبہ کرتا، موافقین کی تشویق و ہدایت کرتا اور مخالفین کی تادیب و اصلاح کرتا تو یقیناً بہترین اور بہت اچھا نتیجہ حاصل ہوتا اور بہت ہی اہم وظیفہ انجام دیتا۔

لیکن کیا کرتا میرا کوئی مددگار نہ تھا اور قابل اعتماد و لائق اطمینان افراد کو اپنے اطراف نہیں پا رہا تھا مقام تعجب ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لوگوں سے اپنے درد کا علاج کروں درانحالیکہ ایسے یار و مددگار کا ہونا خود درد بے درمان ہے، میں اس واقعہ میں اس شخص کی مانند ہوں جو اپنے دھنسے ہوئے کانٹے کو ایک دوسرے زہر آلود تیز تر کانٹے سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔

پروردگارا! اس سخت وخطرناک درد کے علاج سے تمام اطباء بہت تھک چکے ہیں اور جو لوگ اس گہرے کنویں سے آب حیات نکالنا چاہتے ہیں وہ بہت ملول ورنجیدہ ہوگئے ہیں۔

امیر المومنینؑ کا خوارج سے مناظرہ

جب امیر المومنینؑ خوارج کے لشکر گاہ کے پاس آئے تو گفتگو کے بعد فرمایا:

کیا تم ہی لوگ نہ تھے کہ جب اصحاب معاویہ نے قرآن مجید کو بلند کیا جن کا مقصد سوائے حیلہ و بہانہ کے کچھ بھی نہیں تھا تو تم لوگوں نے کہا یہ لوگ ہمارے بھائی اور ہم مسلک ہیں، کتاب خدا کی پناہ میں ہیں، ہم سے امن و سلامتی کے خواہاں ہیں اور رفع اختلاف کیلئے حاضر ہیں، ہماری صلاح و درستگی اسی میں ہے کہ ان کی پیش نہاد کو قبول کرلیں اور تلوار کی تختی ان پر سے اٹھالیں۔ میں نے تم کو جواب دیا کہ یہ لوگ اس طریقہ سے صرف ایمان کا اظہار کررہے ہیں لیکن باطن میں ہماری دشمنی و عداوت کو محکم کر کے ہم کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ آج تم ان سے ہمدردی کررہے ہو لیکن آخر میں نادم و پشیمان ہوگے، تمہاری بھلائی و صلاح جنگ میں استقامت و پائداری ہے، تمہیں اپنے اپنے مقصد کے حصول میں متزلزل ہونا چاہئے، تم راہ خدا میں جہاد سے سستی و کمزوری کو راہ نہ دو، تم کو ہر آواز دینے والے کیطرف اعتناء نہیں کرنا چاہئے، ہوشیار ہو کہ اس قوم کے سردار خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں، تمہارا وظیفہ یہی ہے ان کی آواز پر کان نہ لگاؤ اور اس پیش نہاد سے بے پرواہ ہو کر اپنی پیشرفت اور اپنے آگے بڑھنے کو جاری رکھو، ہم ہمیشہ رسول اکرمؐ کے حضور مخالفین سے جنگ کرتے رہے اور موت باپ بیٹوں بھائیوں اور قرابتداروں کے درمیان جدائی کرتی رہی، سخت مصیبت و فشار آنحضرتؐ کے یار و اصحاب کو گھیرتی رہی لیکن وہ اپنی استقامت و ثابت قدمی کو بڑھاتے ہی رہے اور جتنی سختی و مصیبت ان پر زیادہ ہوتی جاتی ایمان و تسلیم کے آثار، نشانات ان کے چہروں پر زیادہ ہی روشن ہوتے جاتے اور لگے ہوئے زخموں پر ان کا صبر و تحمل بڑھتا جاتا۔

افسوس آج کچھ مسلمانوں کے انحراف و کجروی اور شبہہ و تاویلات کی پیروی نے ہمارے امور کو ان کے ساتھ جنگ کیطرف کھینچ لیا ہے اور اس اختلاف و فتنہ کو پیدا کردیا ہے۔

البتہ ظاہری تکالیف کے لحاظ سے ہمیں چاہئے کہ جب تک ممکن ہو اس انتشار و اختلاف کے رفع کرنے میں کوشاں رہیں جبکہ ایسے واقعات و حالات پیدا ہو جائیں، ہم نے اس (واقعہ حکم) سے یہ احتمال دیا اور خیال کیا کہ ہم ایسے لوگوں سے اتحاد و اتفاق اور دشمنی و خونریزی کے دور کرنے کا استفادہ کریں گے مگر ہم ناچار و مجبور ہوئے کہ اس حادثہ کا استقبال کریں اور کشادہ سینہ کے ساتھ اس کو قبول کریں۔

حکمین کے بارے میں کلام امیر المومنینؑ

ہم نے رفع اختلاف اور اختتام جنگ کے مسئلہ میں لوگوں کو حاکم نہیں بنایا بلکہ کتاب خدا کو اپنے لئے حاکم بنایا ہے چونکہ کتاب خدا اوراق کے درمیان پوشیدہ ہے اور نطق ظاہری وزبان گویا نہیں رکھتی ہم مجبور تھے کہ چند افراد کو اس کے بیان وترجمان کیلئے معین کریں تاکہ وہ احکام قرآن پیش کریں۔

جب ہمارے دشمنوں نے کتاب خدا سے توسل کیا اور ہمیں اس کی حکمیت کی دعوت دی تو اس کی قبولیت کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہ تھا، کیونکہ ہم ہمیشہ قرآن کے ساتھ ہیں اور ہمیں گوارہ نہیں کہ اس کے خلاف معمولی سی بھی حرکت سرزد ہو، ہمارا مقصد فقط احکام قرآن کی پیروی ہے لہذا اس بات کو ہم کیسے ردّ وترک کرسکتے تھے، اگرچہ انھوں نے دل کی گہرائیوں سے ایسی درخواست نہیں کی تھی۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کسی چیز کے بارے میں اختلاف پیدا ہوجائے تو اسے خدا اور رسول کیطرف پلٹاؤ اور اپنے اختلافی نظریات کو کنارے رکھ دو اور حکم وقانون خدا کی پیروی کرو جبکہ تم خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہو۔ خدا کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کتاب خدا سے مراجعہ کرو، رسولؐ خدا سے رجوع کا مقصد یہ ہے کہ رسول کی سنت اور ان کے جامع کلام کیطرف رجوع کیا جائے۔

اگر از لحاظ کتاب خدا، سنت رسولؐ فیصلہ دیا جائے تو ہم اہل بیت ہر لحاظ سے مقدم واولٰی ہوں گے۔

تمہارا یہ اعتراض کہ ہم نے تحکیم کیلئے مدت معین کردی ہے یہ تاخیر اس لئے ہے کہ جاہل افراد اس مدت کے درمیان تحقیق وچھان بین کرلیں اور دانا وروشن فکر اشخاص اپنے علم وارادہ اور موقف کو مضبوط کرلیں، شاید خدا اس صلح وپیمان کے وسیلہ اس امت کے معطل اور پریشان امور کی اصلاح کردے۔

ہاں! اظہار رائے کی تاخیر کے فائدہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نادان لوگوں کا تعصب، تندو لجاجت طویل مدت کے سبب کم ہوجائے، حق وباطل کے درمیان کچھ امتیاز ہوجائے اور راہ درست روشن ہوجائے۔

امیر المومنینؑ کا خوارج کے اعتراض پر جواب

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ نے عبداللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کیلئے بھیجا، عبداللہ ان کے لشکر کے قریب آئے اور وعظ و نصیحت کی، سب نے ان کی باتوں کو سنا۔

پھر خوارج نے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے رفیق علیؑ کے بارے میں اعتراض و اشکال ہے جو ان کے کفر و ہلاکت اور عذاب ہونے کا سبب ہے۔

(اول) انھوں نے صلح نامہ تحریر کرتے وقت اپنے نام سے (امیر المومنینؑ) محو کر دیا چونکہ ہم مومن ہیں اور انھوں نے لقب مذکور کو خود ختم کر دیا، تو وہ اب مومنین کے امیر نہیں رہے۔

(دوم) وہ خود اپنے حق پر ہونے میں مشکوک و متردد ہیں، اس صورت میں ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ان کے حق پر ہونے کی تردید کریں کیونکہ انھوں نے حکمین سے کہا کہ تم اس مدت میں خوب دقت و تحقیق کر لو اور دیکھ لو کہ مجھ میں اور معاویہ میں کون خلافت و ولایت کے لائق و سزاوار ہے اسے اس کیلئے معین و ثابت کر دو اور دوسرے کو اس منصب سے دور کر دو۔

(سوم) ہمارا تصور اور خیال تھا کہ وہ رائے و حکمیت میں سب پر مقدم ہیں انھوں نے خود اس مقام کیلئے دوسروں کا انتخاب کیا۔

(چہارم) انھوں نے دین خدا میں دوسرے کو حکم قرار دیا، جبکہ انھیں اس کا کوئی حق نہ تھا۔

(پنجم) انھوں نے جنگ جمل میں مخالفین کے اموال کو ہمارے لئے مباح کر دیا لیکن عورتوں اور بچوں کو اسیر کرنے کو منع کر دیا۔

(ششم) وہ وصی پیغمبرؐ تھے انھوں نے اسے خود ضائع و برباد کر دیا۔

عبداللہ ابن عباس نے امیر المومنینؑ کیطرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ آپ ان کی باتوں کو سن رہے ہیں،

آپ خود ہی ان کے جواب کیلئے بہتر ہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہاں، پھر ابن عباس سے کہا کہ ان سے پوچھو! کیا ان موارد میں حکم خدا اور رسولؐ سے راضی ہیں؟ خوارج نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا:

جس ترتیب سے انھوں نے اعتراض کیا ہے، اسی طرح جواب دے رہا ہوں۔

جس نے رسول اکرمؐ کا ابوسفیان و سہیل ابن عمر سے صلح نامہ لکھا میں ہی کاتب اور احکام و امان نامہ اور شرائط کا لکھنے والا تھا، میں نے ایسے لکھا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور ابوسفیان و سہیل نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا ہم رحمٰن ورحیم خدا کو نہیں مانتے اور تمہاری نبوت و رسالت کو بھی نہیں مانتے، ہاں ہم آپ کی عزت وحرمت کرتے ہوئے اس صلحنامہ میں آپ کا نام پہلے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں کرتے، اگرچہ ہماری عمر آپ سے زیادہ اور ایسے ہی ہمارے باپ کی عمر آپ کے باپ سے زیادہ ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بسمک اللھم اور بجائے محمد رسولؐ اللہ کے محمد ابن عبداللہ لکھو، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

تمہارے سامنے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا اور جبراً موافقت کروگے۔

میرا، اور معاویہ کا معاملہ ایسا ہی ہوا کیونکہ ہم نے صلحنامہ میں لکھا تھا کہ یہ عہد و پیمان امیر المومنینؑ کی اس صلح کا ہے جو معاویہ وعمر وعاص سے ہوئی ہے، انھوں نے اس جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اگر ہم آپ کے امیر المومنینؑ ہونے کے معتقد ہوتے تو آپ سے جنگ وجدال کیسے کرتے، ضروری ہے کہ کلمہ امیر المومنینؑ کی جگہ اپنا نام لکھئے۔

میں نے حکم دیدیا بجائے امیر المومنینؑ کے علی ابن ابیطالب لکھو جیسا کہ رسول اکرمؐ نے حکم دیا تھا کہ رسولؐ اللہ کاٹ دو۔ اب اگر تم نے میرے اس امر کو قبول نہیں کیا تو گویا تم نے حکم پیغمبرؐ کا انکار کیا اور ان کی باتوں کو بھی قبول نہیں کیا، خوارج نے کہا ہمارے پہلے اعتراض کا یہ جواب کافی ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: حکمین کے بارے میں میرے کہے ہوئے جملہ پر اعتراض کہ وہ تردید وشک پر دلالت کرتا ہے یہ جملہ شک وتردید پر دلالت نہیں کرتا یہ ایک انداز وتعبیر ہے جو کسی بات میں صرف انصاف کیلئے اختیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

﴿قل من یرزقکم من السمٰوات والارض قل اللّٰہ وانا اوایا کم لعلی ھدی اوفی ضلال مبین﴾ (سورۂ سبا، آیت ۲۴)

ترجمہ: ان سے کہو وہ کون ہے جو زمین وآسمان سے تمہیں رزق دیتا ہے (ان کی زبان) سے کہو خدا ہے، اس صورت میں ہم میں اور تم میں کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر ہے۔

یہ وہ آیت جسے حکم خدا سے رسولؐ خدا نے اپنے مخالفین کے سامنے پیش کی، ہاں آنحضرتؐ کی ہدایت اور مخالفین کی ضلالت وگمراہی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ خوارج نے اس اعتراض کو بھی واپس لے لیا،

امیر المومنینؑ نے فرمایا:

دوسرے کو حکم بنانے کے بارے میں تمہارا اعتراض درانحالیکہ میں خود حکم کیلئے دوسروں سے بہتر ہوں، اس میں بھی میں نے رسولؐ خدا کی پیروی کی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

﴿لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ﴾ تم کو رسولؐ کی اقتداء واتباع کرنا چاہئے کیا تمہیں یاد ہے کہ آنحضرتؐ نے جنگ بنی قریظہ میں سعد ابن معاذ کو حکم بنایا تھا اور طرفین نے ان کے فیصلہ ورائے پر اتفاق کیا جبکہ رسولؐ مورد حکمیت ورائے میں تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ خوارج نے کہا درست ہے، ہم اسے بھی قبول کرتے ہیں۔

امیر المومنینؑ: تمہارا یہ اعتراض کہ میں نے دین خدا میں دوسروں کو حاکم بنایا، سمجھ لو کہ میں نے لوگوں کو حاکم نہیں قرار دیا بلکہ کتاب خدا، وکلام الٰہی کو حاکم بنایا ہے۔

ان موارد میں لوگوں کی تعیین وتحکیم اس لئے ہے کہ حکم کے مورد ومصداق روشن ومعین ہو جائیں چنانچہ اسی نظریہ کے تحت خدا نے مُحرِم کے شکار کی صورت میں کفارہ کے مصداق کی تعیین میں اور جزا کے مورد میں

لوگوں کو حاکم معین کیا ہے۔

خدا کا ارشاد ہے کہ اے ایماندارو! حالت احرام میں کسی شکار کا قتل نہ کرو، اگر کسی نے جان بوجھ کر ایسا کام کیا تو ضروری ہے کہ اس کے مثل چوپایوں میں سے ذبح کرے۔

﴿یا یھا الذین ء امنوا لا تقتلوا الصید... ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۹۵)

مثل قربانی کی تعیین میں دو شخص عادل کو گواہ ہونا چاہئے یا بجائے قربانی کے مساکین کو کھانا کھلاؤ یا اسی کے برابر روزہ رکھو۔

جب پرندہ کے شکار پر خون بہا کیلئے دو مرد عادل کے حکم سے فیصلہ کرنا لازم ہے تو خون مسلمین کیلئے ایسی حکمیت کا ہونا اس سے زیادہ ضروری ہوگا۔

خوارج نے کہا یہ بھی تسلیم ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: جنگ جمل میں عورتوں اور بچوں کی اسیری و گرفتاری سے منع کرنے پر تمہارا اعتراض ہے، یہ اس لئے تھا کہ بصرہ کے لوگوں کے ساتھ نیکی کر کے ان پر احسان کروں جیسے کہ رسول خداؐ نے فتح مکہ کے وقت قریش کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، ہاں اہل بصرہ کے بزرگوں اور مردوں نے ہم پر کوئی ظلم و ستم نہیں کیا تھا، عورتوں اور بچوں کا کوئی گناہ نہیں تھا، ہمارے لئے یہ درست نہیں تھا کہ ستمگاروں کے جرم کا اس سے الگ ان سے مواخذہ کریں، اگر میں تمہیں ایسی اجازت دیدیتا تو تم میں سے کون زوجہ رسول اکرمؐ عائشہ کو اسیر کر سکتا تھا؟ خوارج نے کہا ہم اس اعتراض کو بھی چھوڑتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم نے کہا کہ آپ وصی پیغمبرؐ تھے اپنے منصب وصایت و خلافت کو ضائع کر دیا۔ جان لو کہ تمہیں لوگوں نے میری مخالفت کر کے دوسروں کو مجھ پر مقدم رکھا، تم ہی لوگ تھے روز اول جس چیز پر میرا حق تھا اس کو مجھ سے جدا کر دیا۔

ہاں انبیاء و مرسلین کا وظیفہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی دعوت دے کر اپنے دعویٰ کو ان کے سامنے پیش یا ظاہر کرے، پیغمبروں کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے، لیکن انبیاء کے اوصیاء اور جانشین کا وظیفہ ایسا نہیں ہے

اوصیاء کا تعارف انبیاء کراتے ہیں وہ اپنا تعارف کرانے اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے کے محتاج نہیں ہوتے انبیاء کی ذمہ داری ہے کہ اپنے خلفاء کا تعارف کرا کے، لوگوں کو ان کی طرف لائیں، لہذا جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے وہ خود بخود اوصیاء انبیاء کو پہچان لیں گے۔

نبیوں کے جانشین مثل کعبہ ہیں۔

خدا نے فرمایا: ﴿وللّٰہ علی النّاس حجّ البیت من استطاع الیہ سبیلا﴾ خدا نے قدرت واستطاعت رکھنے والوں پر فرض کیا ہے کہ خانہ کعبہ (مکہ) جا کر مناسک حج بجالائیں، اب اگر کوئی اعمال حج کیلئے وہاں نہ جائے تو بیت اللہ کی کوئی تقصیر و کمی نہیں ہے اور نہ تو کافر و مخالف شمار ہوگا بلکہ کافر و مقصر وہ شخص ہوگا جس نے زیارت کعبہ کو ترک کیا ہے، کیونکہ یہ عمل مسلمانوں کے معینہ وظائف و فرائض میں شمار ہوتا ہے، خانہ خدا کی بھی مومنین کو شناخت کرادی گئی ہے اور ان کے سامنے منصوب و مشخص کر دیا گیا ہے۔

میرا حال ایسا ہی ہے کیونکہ مجھے رسولؐ خدا نے غدیر خم کی کثیر جمیعت کے سامنے اور دوسرے مقام پر بھی خلافت ووصایت کیلئے منصوب و معین کیا اور یہ بھی فرمایا۔

,,انت منی بمنزلۃ الکعبہ تؤلیٰ ولاتاتی،،

تم میرے نزدیک کعبہ کی مانند ہو، سب کو تمہاری طرف آنا چاہئے اور کعبہ کسی کی طرف نہیں جاتا۔

خوارج نے کہا یہ دلیل بھی تام و مکمل ہے، ہم نے یقین کرلیا۔

اس وقت خوارج کے بہت سے افراد توبہ کر کے واپس ہوگئے۔ چار ہزار خوارج باقی بچے تھے، انھوں نے اپنے کمزور و فاسد نظریہ اور باطل مسلک کو نہیں چھوڑا، امیر المومنینؑ نے ان سے جنگ کی اور انھیں قتل کیا۔

امیر المومنینؑ کا احتجاج

آپ نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے کیوں جنگ کی، خلفاء ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کے مقابل کیوں خاموش رہے؟

روایت ہے کہ جب امیر المومنینؑ جنگ نہروان سے واپس ہوئے اور ایک جگہ بیٹھے ہوئے گذشتہ واقعات وحادثات کا ذکر ہو رہا تھا، ایک شخص نے آپ سے کہا کہ آپ نے ابوبکر، عمر وعثمان سے کیوں جنگ نہیں کی اور طلحہ وزبیر معاویہ اور خوارج سے کیوں لڑے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا! میں زندگی کے اوّل روز سے مسلسل مظلوم رہا اور اپنے حقوق پر دوسروں کے تجاوز وظلم کو دیکھتا رہا۔

اشعث ابن قیس نے کھڑے ہو کر کہا! یا امیر المومنینؑ آپ نے اپنی تلوار سے اپنے حقوق کا مطالبہ اور اپنا دفاع کیوں نہیں کیا؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے اشعث جو بات تم نے پوچھی ہے اس کا جواب غور سے سن کر حقیقت کلام اور میری دلیل کو سمجھو۔

انبیاء گذشتہ میں سے چھ انبیاء کی میں نے اتباع وپیروی کی ہے۔

(اول) حضرت نوحؑ ہیں کہ جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

ان سے قبل قوم نوحؑ نے بھی ہمارے بندہ کی تکذیب کی اور اس کے بارے میں کہا کہ وہ مجنون ہو گیا ہے اور اس نے ان کے کثیر وشدید آزار سے خوف زدہ ہو کر کہا۔ (سورہ قمر، آیت ۱۰)

پروردگارا! میں مغلوب ہو گیا، میری مدد فرما، حضرت نوحؑ نے یہ بات خوف کے سبب کہی تھی، منزل دعوت ورسالت میں ان کیلئے یہ خوف تنہا عذر بن گیا، ہاں اوصیاء، انبیاء کیلئے یہ عذر اس سے زیادہ قابل توجہ

ہوگا، اگر کوئی کہے کہ انھیں اپنی قوم کا خوف نہیں تھا تو گویا اس نے کلام خدا کا انکار کیا اور وہ کافر ہو گیا۔

(دوم) حضرت لوطؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہوا:

قوم لوطؑ نے کہا کہ آپ خود جانتے ہیں کہ تمہاری لڑکیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں، حضرت لوطؑ نے ان کے دباؤ و بے حیائی کے سبب رو کر فرمایا:

اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ کی قدرت و طاقت ہوتی یا مضبوط پناہ گاہ ہوتی تو تمہارے شر سے محفوظ ہو جاتا۔ (سورۂ ہود، آیت ۸۰)

اگر کوئی کلام خدا کے مقابل حضرت لوطؑ کے ان کی قوم سے خوف و اضطراب کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اوصیاء انبیاء اس میں زیادہ معذور ہیں۔

(سوم) حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

ابراہیمؑ نے اپنے باپ (چچا) کی سختیوں و تکلیفوں کے مقابل کہا! اے بابا میرا اسلام لیجئے، اپنے خدا سے آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا، میرا خدا مہربان ہے، آپ کی طعن و تشنیع کے سبب آپ لوگوں سے اور آپ کے خود ساختہ خداؤں سے دور ہو کر صرف خدائے مہربان کی پرستش کروں گا امید ہے کہ وہ میری بندگی و عبادت کو قبول کرے گا۔

(سورۂ مریم، آیت ۴۸) پس ان کی دعوت ترک کر دینا خوف کے سبب تھی، ہاں وقت خوف وصی پیغمبرؐ کا عذر زیادہ سننے کے لائق ہے، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے صریحاً خلاف کر کے کافر ہو جائے گا۔

(چہارم) حضرت موسیٰؑ کے بارے میں خدا کا فرمان ہے:

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے جواب میں کہا میں تمہاری سختیوں اور جابرانہ حکومت سے خوف زدہ ہو کر تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا، میرے خدا نے مجھے علم و معرفت عطا فرما کر انبیاء و مرسلین میں قرار دیا ہے۔ (سورۂ شعراء، آیت ۲۱)

اگر کوئی خوف نبی موسیٰ کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے خلاف ہو کر کافر ہو گیا ہے اور اگر ان کو خائف مان کر
ان کی کنارہ گیری کو عذر درست سمجھتا ہے تو اوصیاء انبیاء اس بات میں زیادہ معذور ہیں۔

(پنجم) حضرت ہارونؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تو جناب ہارونؑ نے جناب
موسیٰ کے جواب میں کہا:

اے میرے بھائی آپ کی قوم نے مجھے ضعیف و عاجز کر دیا اور نزدیک تھا مجھے قتل کر دیتی۔ درست
نہیں کہ ان کے عوض مجھے میری مذمت و شماتت کیجئے اور مجھے ظالمین کے زمرہ میں شمار کیجئے۔

حضرت ہارونؑ نے گوسالہ پرستی کے مقابل میں اپنا عذر و خوف بیان کیا اور اوصیاء تو اس لحاظ سے زیادہ
معذور ہیں، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو مخالف قول خدا کے نتیجہ میں کافر ہو جائے۔

(ششم) رسول اکرمؐ نے از روئے احتیاط اور قریش کے خوف سے مجھے اپنی جگہ سلایا اور خود مکہ سے
چلے گئے اور غار میں چھپ گئے، کیا رسول خداؐ اپنے دشمنوں سے خائف تھے کہ غار میں پنہان ہو گئے؟ یا ان
یہ عمل عبث و بیکار اور ایک لہو و لعب تھا؟

جب آنحضرتؐ اپنے دشمنوں سے خوف زدہ تھے تو ان کا وصی کیونکر خوف زدہ نہ ہوگا؟

ل وقت سب نے کھڑے ہو کر کہا! ہم سمجھ گئے کہ آپ کی بات صحیح اور فعل و عمل حق ہے، ہم جاہل و
ا، ہم سمجھ گئے کہ اپنے حق کا دعویٰ نہ کرنے اور سکوت و تسلیم ہو جانے میں آپ معذور ہیں۔

اگر کوئی خوف نبی موسیٰ کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے خلاف ہو کر کافر ہو گیا ہے اور اگر ان کو خائف مان کر ان کی کنارہ گیری کو عذر درست سمجھتا ہے تو اوصیاء انبیاء اس بات میں زیادہ معذور ہیں۔

(پنجم) حضرت ہارونؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تو جناب ہارونؑ نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا:

اے میرے بھائی آپ کی قوم نے مجھے ضعیف و عاجز کر دیا اور نزدیک تھا مجھے قتل کر دیتی۔ درست نہیں کہ ان کے عوض مجھے میری مذمت و شماتت کیجئے اور مجھے ظالمین کے زمرہ میں شمار کیجئے۔

حضرت ہارونؑ نے گوسالہ پرستی کے مقابل میں اپنا عذر و خوف بیان کیا اور اوصیاء تو اس لحاظ سے زیادہ معذور ہیں، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو مخالف قول خدا کے نتیجہ میں کافر ہو جائے۔

(ششم) رسول اکرمؐ نے از روئے احتیاط اور قریش کے خوف سے مجھے اپنی جگہ سلایا اور خود مکہ سے چلے گئے اور غار میں چھپ گئے، کیا رسولؐ خدا اپنے دشمنوں سے خائف تھے کہ غار میں پنہاں ہو گئے؟ یا ان کا یہ عمل عبث و بیکار اور ایک لہو و لعب تھا؟

جب آنحضرتؐ اپنے دشمنوں سے خوف زدہ تھے تو ان کا وصی کیونکر خوف زدہ نہ ہو گا؟

اس وقت سب نے کھڑے ہو کر کہا! ہم سمجھ گئے کہ آپ کی بات صحیح اور فعل و عمل حق ہے، ہم جاہل و گنہگار ہیں، ہم سمجھ گئے کہ اپنے حق کا دعویٰ نہ کرنے اور سکوت و تسلیم ہو جانے میں آپ معذور ہیں۔

اشعث کی بات اور جواب امیر المومنینؑ

اسحاق ابن موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد بزرگوار سے، انھوں نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے کوفہ میں خطبہ کے اختتام پر فرمایا: کہ آگاہ ہو جاؤ، میں لوگوں پر خود ان سے زیادہ حق اولیت رکھتا ہوں، جس دن سے رسول اکرمؐ نے وفات پائی ہے، میں ہمیشہ مظلوم رہا ہوں۔

اشعث ابن قیس نے کھڑے ہو کر کہا، یا امیر المومنینؑ! آپ عراق میں جس روز سے داخل ہوئے کیا آپ نے کوئی خطبہ نہیں پڑھا، کہ آج آپ نے آخر خطبہ میں یہ جملہ بیان کیا؟

اس صورت میں کس طرح سے ابو بکر، و عمر خلافت کے مالک ہو گئے اور اپنی ذوالفقار سے اپنے غصب شدہ حقوق اور ان کی طرف سے اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم وستم کا دفاع کیوں نہیں کیا؟

امیر المومنینؑ! اے شرابخور کے بیٹے! جب بات کہی ہے تو اس کا جواب سن۔

خدا کی قسم! مجھے اپنا حق لینے میں خوف اور موت نے نہیں روکا ہے، ہاں جو چیز مجھے اپنا حق لینے میں مانع ہوئی وہ رسولؐ خدا سے کیا ہوا عہد و پیمان تھا۔ کیونکہ مجھے آنحضرتؐ نے خبر دی تھی کہ میری امت تم پر جفا کرے گی اور تمہارے بارے میں مجھ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دیں گے، تم میرے لئے مثل ہارونؑ ہو، میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس وقت میرا وظیفہ اور ذمہ داری کیا ہوگی؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر یار و مددگار پانا تو ان سے جنگ کر کے اپنا حق لے لینا، اگر اعوان وانصار نہ ہوں تو ہاتھ کو ہاتھ پر رکھ کر بیٹھ جانا اور اپنے خون کی حفاظت کرنا یہاں تک کہ حالت مظلومیت میں مجھ سے ملحق ہو جانا۔

جب رسول خداؐ نے رحلت فرمائی، میں ان کے جنازہ مقدسہ کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں مشغول ہوا، اور ان کے تمام امور سے فراغت کے بعد قسم کھائی کہ نماز کے علاوہ کسی مقصد کیلئے بھی گھر سے باہر نہیں

جاؤں گا یہاں تک کہ قرآن مجید کو جمع کرلوں اور میں نے اپنے ارادہ ونیت پر عمل بھی کیا۔

اس کے بعد بنت رسولؐ اور ان کے دونوں فرزندوں کو ساتھ لیا اور اہل بدر اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کے گھر گیا، انھیں اپنے حق کے غصب ہونے کو یاد دلا کر ان میں سے ایک ایک کو اپنی مدد کیلئے بلایا لیکن ان میں سے سوائے چار اشخاص سلمان، عمار، مقداد، وابوذر، کے کسی نے بھی میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور کسی نے بھی یاری وامداد نہ کی۔

میرے اعزاء واقرباء میں سے جو میرے ہمراہ وہمراز تھے وہ رحلت کر چکے تھے، صرف دو شخص عقیل وعباس میرے گھر والوں میں دکھائی دے رہے تھے، ان سے کچھ کام بننے والا نہ تھا۔

اشعث نے کہا! اے امیرالمومنینؑ! عثمان نے بھی جب اپنے اطراف اعوان وانصار کو نہیں پایا تو اپنے ہاتھوں کو روک کر سوت قبول کرلیا۔

امیرالمومنینؑ! اے شرابخوار کے بیٹے جو تو نے قیاس کیا ہے ایسا نہیں ہے چونکہ عثمان دوسرے کی جگہ بیٹھ کر اور دوسرے کے لباس کو پہن کر حق کی طرفداری کر رہے تھے، اس لئے حق نے انھیں زمین پر گرا کر مغلوب ومقہور کردیا۔

خدا کی قسم! جس دن لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی، اگر چالیس افراد میرے ہمراہ ومددگار ہوتے تو یقیناً مبارزہ ومقابلہ کیلئے کھڑا ہوجاتا اور راہ خدا میں جہاد کرتا یہاں تک کہ حقیقت کے مقابل میرا عذر روشن ہو جاتا۔

اے لوگو! اشعث ابن قیس مجھ پر نکتہ چینی اور اعتراض کر رہا ہے، درانحالیکہ وہ حقیقت کے مقابل اور خدا کے نزدیک مکھی کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا اور دین خدا میں اس کی کوئی منزلت اور اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔

(ترجمہ: خطبہ شقشقیہ)

آگاہ ہوجاؤ کہ خدا کی قسم فلاں شخص (ابن ابی قحافہ) نے قمیص خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا ہے

حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکی کے لئے میری حیثیت مرکزی میخ جیسی ہے، علم کا سیلاب میری ذات سے جاری ہے اور میری بلندی فکر تک کوئی طائر فکر پرواز نہیں کر سکتا ہے، پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کر دوں یا اسی بھیانک اندھیرے پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہو جائے اور بچہ بوڑھا ہو جائے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے لہذا میں نے صبر کر لیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج وغم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں کے حوالے کر دیا۔ بقول اعشیٰ:

کہاں وہ میرا دن جو اونٹوں پر گذرتا تھا، کہاں یہ دن کہ میں حیان کے جوار میں ہوں۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استعفیٰ دے رہا تھا اور اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے لئے طے کر گیا۔

بیشک دونوں نے مل کر شدت سے اس کے تھنوں کو دوہا ہے اور اب ایک ایسی سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کے زخم کاری ہیں اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے۔ لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات۔

اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ مہار کھینچ لے تو ناک زخمی ہو جائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے۔ تو خدا کی قسم لوگ ایک کجروی سرکش، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاں تک کہ وہ بھی اپنے راستہ چلا گیا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں ایک مجھے بھی شمار کر گیا جب کہ میرا اس شوریٰ سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے دن کون سا عیب وریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے انھیں کی فضا میں پرواز کی اور یہ نزدیک فضائیں اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا اور

اونچے اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک شخص اپنے کینہ کی بنا پر مجھ سے منحرف ہوگیا اور دوسرا دامادی کی طرف جھک گیا، کچھ اور بھی نا قابل ذکر اسباب واشخاص تھے جس کے نتیجہ میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اہل خاندان بھی کھڑے ہوگئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کررہے تھے جس طرح اونٹ فصل بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کردیا اور شکم پری نے منہ کے بل گرادیا۔

اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کردیا وہ یہ تھی کہ لوگ بجو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہوگئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسنؑ وحسینؑ کچل گئے اور میری ردا کنارے کی پھٹ گئے یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ذمہ داری سنبھالی اور اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور دوسرا دین سے خارج ہوگیا اور تیسرے نے فسق اختیار کرلیا جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشاد الٰہی سنا ہی نہیں ہے:

کہ دار آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں عاقبت صرف اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں لیکن دنیا ان کی نگاہوں میں غالب آچکی ہے اور اس کی چمک دمک نے انھیں لبھالیا۔

آگاہ ہوجاؤ! وہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو انھیں کی گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اول ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ایک عراقی باشندہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپ کو ایک خط دیا جس کے بارے میں خیال ہے کہ اس میں کچھ فوری جواب طلب مسائل تھے۔ چنانچہ آپ نے اس خط کو پڑھنا

شروع کر دیا اور جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے عرض کی کہ حضور بیان جاری رہے؟

فرمایا: افسوس ابن عباس یہ تو ایک شقشقہ تھا جو ابھر کر دب گیا۔

(شقشقہ اونٹ کے منہ میں وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو غصہ اور ہیجان کے وقت باہر نکل آتا ہے)

ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس امر پر ہوا کہ امیر المومنینؑ اپنی بات پوری نہ فرما سکے اور آپ کا کلام ناتمام رہ گیا۔

امیر المومنینؑ کے ساتھ رسول اکرمؐ کی گفتگو

ام سلمہ زوجہ رسول اکرمؐ فرماتی ہیں: پیغمبر اسلامؐ کی ہم نو بیویاں تھیں، ایک ایک دن ایک ایک کی نوبت ہوتی، جس دن میری باری تھی میں نے حجرہ کے دروازہ پر آ کر عرض کیا، کیا مجھے دخول کی اجازت ہے؟ رسولؐ نے فرمایا نہیں۔

میں اس بات سے شرمندہ اور اندوہناک ہوگئی اور ڈری کہ آنحضرتؐ نے مجھے چھوڑ دیا ہے، یا میرے بارے میں آسمان سے کچھ نازل ہوا ہے، تھوڑا صبر کرنے کے بعد دوبارہ دخول کی اجازت طلب کی؟ پھر اجازت نہیں ملی، اس دفعہ پہلے سے زیادہ ملول و غمگین ہوئی، چونکہ بے چین ہوگئی، لہذا تھوڑی دیر بعد پھر اجازت مانگی، فرمایا:

اے ام سلمہ! داخل ہو جاؤ، پھر میں حجرہ میں داخل ہوئی۔ علی ابن ابیطالب کو آنحضرتؐ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ کہہ رہے تھے یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ قربان ہوں! جب ایسا ہو تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور میرا وظیفہ کیا ہوگا؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: تم کو صبر کرنے کا حکم ہے۔

پھر علیؑ نے اپنے سوال کی تکرار کی، پھر رسولؐ نے انھیں ایسے ہی صبر و تحمل کا حکم دیا۔

ایسے ہی جب چوتھی مرتبہ تکرار کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

اس صورت میں اپنی تلوار نیام سے نکال کر کاندھے پر رکھ لینا اور صراط مستقیم پر مخالفین سے جنگ کرنا، یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو درانحالیکہ تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہوں۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ام سلمہ تم کس چیز سے پریشان و ملول ہو؟

میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے دخول کی اجازت نہیں دی۔

فرمایا: یہ خیر کا تذکرہ تھا جب تم نے داخل ہونے کی اجازت چاہی اس وقت جبرئیل مجھے آئندہ

واقعات کی خبر دے رہے تھے اور میرے پاس حکم لائے تھے کہ علیؑ کو ان واقعات سے آگاہ کردوں اور انھیں وصیت کروں۔

اے ام سلمہ! سنو اور گواہ رہو کہ علیؑ ابن ابیطالب دنیا و آخرت میں میرے وزیر ہیں اور میرے بعد میرے وعدہ کو پورا کریں گے، قیامت کے دن حوض کوثر سے دشمنوں کو دور کریں گے، گواہ رہو کہ علیؑ سید المسلمین، امام المتقین، امیرالمومنین اور قاتل ناکثین، وقاسطین، ومارقین ہیں؟

میں نے عرض کیا ناکثین، قاسطین، ومارقین کون ہیں؟

فرمایا: ناکثین وہ لوگ ہیں جو مدنیہ میں علیؑ کی بیعت کریں گے اور بصرہ میں بیعت توڑ کر اس سے جنگ کریں گے،

قاسطین: معاویہ اور اہل شام میں سے اس کے یار و مددگار ہیں جو علیؑ پر ظلم کریں گے۔

مارقین: وہ ہیں جو راہ حقیقت سے نکل کر نہروان میں علیؑ کے خلاف اجتماع اور جنگ کریں گے۔

امیر المومنینؑ سے رسول اکرمؐ کی وصیت

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ نے جنگ جمل کے بعد کسی ایک خطبہ میں رسول خداؐ کا یہ قول نقل کیا۔

اے علیؑ! تم میرے بعد دنیا میں رہو گے میری امت کیطرف سے مصیبت میں گرفتار ہو گے اور روز قیامت خدا کے سامنے اپنے دشمنوں اور مخالفین سے محاکمہ کرو گے پس مخالفین سے محاکمہ کے دن کی خاطر اپنا جواب وحجت؛ وردلیل تیار کرلو۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان، میں کس لئے اور کس چیز سے آزمایا جاؤں گا، جو فتنہ میری مصیبت کا سبب بنے گا وہ کیا ہے اور کس عنوان وموضوع پر میں مقاتلہ کروں گا؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم میرے بعد بیعت توڑنے والے (ناکثین) اور ظالمین (قاسطین) اور راہ مستقیم سے خارج ہوجانے والے (مارقین) سے جنگ وجہاد کرو گے، آنحضرتؐ نے ایک ایک کا تعارف کرایا۔

تم میرے بعد قرآن مجید کی اور میری سنت کی مخالفت کرنے والوں اور دین خدا میں اپنی ناقص رائے ونظریہ پر عمل کرنے والوں سے قتال اور جہاد کرو گے جبکہ دین خدا میں کسی کی کوئی رائے اور کسی کا کوئی نظریہ نہیں ہے کسی فرد کے نظریہ ورائے کے مطابق احکام الٰہی کی تفسیر وتوضیح نہیں ہو سکتی بلکہ دین خدا، پروردگار کے اوامر ونواہی اور اس کے فرمودات کو کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس راستہ کی ہدایت کیجئے جس سے روز قیامت مخالفین سے محاکمہ کرکے کامیاب؛ کامران رہوں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: ہاں! میرے بعد جب لوگ تمہاری مخالفت کریں تو تم اصول پر ثابت قدم رہنا، جب تم دیکھو کہ انھوں نے راہ ہدایت وحقیقت کو اپنے میلان وخواہشات سے بدل دیا ہے کتاب خدا

اور کلمات الٰہی کو اپنی فکر ونظر کیطرف موڑ رہے ہیں تو تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور اپنی فکر ونظر کو قرآن مجید کے تابع رکھنا کیونکہ انھوں نے دنیاوی زندگی پر تکیہ کیا ہوگا اور متشابہ امور کو لے کر ان کی تائید اور اثبات کیلئے آیات قرآن سے تمسک کرتے ہوں گے۔

جب تم دیکھو کہ لوگوں نے کلمات خدا کو ان کی اپنی جگہ سے منحرف وجدا کر دیا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہیں، خود خواہ اور پریشان حال، متجاوز ومنحرف جھوٹے ہوئی پرست ومفسد افراد وہ اشخاص اپنے کام میں لگ کر حکومت وریاست کو گھیر لیا ہے، تو تم راہ تقوی کو نہ چھوڑنا اور حسن عاقبت کو اپنی نگاہ میں رکھنا (فان العاقبة للمتقين) بہترین انجام متقین کیلئے ہے۔

امیر المومنینؑ کے جہاد کی خصوصیات کے بیان میں

ابن عباس کہتے ہیں ﴿ یایها النبی جاهد الکفار والمنافقین... ﴾

(سورہ توبہ، آیت ۷۳/۷۴)

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہے جو بد ترین ٹھکانہ ہے۔

منافقین اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے ایسا نہیں کہا حالانکہ انھوں نے کلمہ کفر کہا اور وہ لوگ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اسلام نے فرمایا:

یقیناً میں کفر و منافقین سے جہاد کروں گا، پس جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا:

یا علی ابن ابیطالب جنگ و جہاد آپ بھی کریں گے۔

جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے: حجۃ الوداع کے وقت میں میدان منیٰ میں سب سے زیادہ رسول اکرمؐ سے نزدیک تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے بعد دین سے منحرف ہو کر اپنے ہاتھ اور اپنی شمشیر سے ایک دوسرے کی گردن مارو گے، خدا کی قسم اگر ایسا ہوا تو مجھے دیکھو گے کہ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم سے جنگ کر رہا ہوں گا پھر اپنے پیچھے کیطرف رخ کر کے فرمایا: یا میرے بجائے علیؑ ابن ابیطالب کو دیکھو گے، اس جملہ کی تین بار تکرار کی، اس کلام کے بعد آنحضرتؐ کی حالت متغیر ہوئی اور جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

جب ہم آپ کو دنیا سے بلا لیں گے تو ہم (علیؑ ابن طالب کے ذریعہ آپ کے مخالفین سے) انتقام لیں گے یا جو ہم نے وعدہ کیا ہے وہ آپ کو دکھائیں گے ہم جو چاہتے ہیں اس پر قدرت و اختیار بھی رکھتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حیات رسول اکرمؐ میں امیر المومنینؑ فرماتے تھے کہ خدا فرماتا ہے:

کہ "محمد" خدا کے رسولؐ ہیں جیسے ان سے قبل بھی دوسرے رسولؑ تھے اگر ان کی وفات ہو جائے یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ پیچھے پیر پلٹ جاؤ گے میں (علیؑ) کہتا ہوں خدا کی قسم! ہم حق کی جانب ہدایت پانے کے بعد ہرگز پیچھے نہیں لوٹیں گے، خدا کی قسم جب پیغمبرؐ دنیا سے رحلت فرما جائیں یا قتل ہو جائیں تو جیسے انھوں نے جہاد کیا اور جس راہ میں انھوں نے مقاتلہ و مبارزہ کیا میں بھی مخالفین سے جنگ و جہاد کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے کیونکہ میں ان کا بھائی ہوں اور ان کے چچا کا بیٹا اور ان کا وارث ہوں اور کون ہے جو مجھ سے زیادہ آنحضرتؐ کے نزدیک اولیٰ وافضل ہو۔

افضلیت امیر المومنینؑ

احمد ابن ہمام کہتے ہیں کہ ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں عبادہ ابن صامت سے میں نے جا کر کہا کیا لوگ ابو بکر کو ان کی خلافت سے پہلے دوسروں پر مقدم اور ترجیح دیتے تھے؟

عبادہ نے کہا اے ابو ثعلبہ جیسے سب خاموش بیٹھے ہیں اور بات نہیں کرتے تم بھی کوئی بات نہ کرو، خدا کی قسم! علیؑ ابن ابیطالب خلافت کیلئے ابو بکر سے زیادہ سزوار ہیں جیسے کہ رسول خداؐ نبوت و رسالت میں ابو جہل سے زیادہ سزاوار تھے۔

پھر کہا میں تم کو اس سے زیادہ بتاتا ہوں کہ ہم ایک دن رسول خداؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، علیؑ ابن ابیطالب اور عمر و ابو بکر دروازۂ رسولؐ پر آئے، سب سے پہلے ابو بکر داخل خانہ ہوئے پھر عمر اس کے بعد علیؑ وارد ہوئے۔ رسول خدا اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوئے گویا آپ کے سر پر گرد و خاک پڑی ہو۔

پھر فرمایا: علیؑ! کیا یہ دونوں تم پر سبقت کر رہے ہیں درانحالیکہ خدا نے تم کو انکا امیر و مولیٰ قرار دیا ہے، ابو بکر نے کہا یا رسولؐ اللہ میں بھول گیا تھا اور عمر نے بھی اپنے سہو، اشتباہ کی عذر خواہی کی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم لوگوں نے غلطی اور اشتباہ نہیں کی ہے بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ان کے حق کو غصب کر کے ان سے جنگ و جدال کر رہے ہو اور جو دشمن و مخالفین رسول خداؐ ہیں وہ اس عمل میں تمہاری مدد کر رہے ہیں، گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا، انھوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا اور دنیاوی فائدہ کی خاطر باہم نزاع و جدال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے گویا میں اپنے اہل بیت کو دیکھ رہا ہوں وہ تمہارے درمیان مغلوب و مقہور ہو کر زمین پر بکھر گئے ہیں البتہ خدا کی جانب سے ایسی پیشین گوئی اور ایسا مقدر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد رسولؐ نے اس طرح گریہ کیا کہ اشک چہرہ مبارک پر جاری ہو گئے، پھر فرمایا:

اے علیؑ ان تمام امور وحوادث میں تمہیں صبر وتحمل کرنا چاہئے، یہاں تک کہ خدا فرج وگشائش عنایت کرے، ہاں قدرت وتوانائی توفیق خدا سے ہے اور اس لحاظ سے تمہارا اجر ثواب بہت ہے۔

جب خدا تم کو قدرت وتسلط دے تو اپنی تلوار اٹھالو اور اسے لے کر آگے بڑھو، مخالفین کی سرکوبی کرو، منحرفین ومنافقین کو قتل کرو جب تک کہ حقیقت کی جانب واپس نہ ہو جائیں اور سب کے سب تیرے امر وحکم تسلیم نہ کرلیں اور حق کے فرمان کے مطیع وفرمانبردار نہ بن جائیں، جان لو کہ تم ہمیشہ حق وحقیقت کے ہمراہ ہو اور تمہاری پاک ذریت بھی ایسی ہے، اور تمہارے مخالف اور دشمن باطل وگمراہ ہیں۔

رسول خداؐ اور مرغ بریان

روایت کی گئی ہے کہ امام صادقؑ سے انھوں نے اپنے آباواجداد سے کہ امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ بعداز نماز صبح ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد رسول خداؐ اٹھ کر چل دیئے، آپ کے ساتھ میں چلا، معمولاً جہاں رسول خداؐ تشریف فرما ہوتے مجھے ضرور خبر دیتے، جب بھی کہیں معمول سے زیادہ بیٹھے میں وہاں جاکر ان سے ملاقات کرتا کیوں کہ مقدار معین سے زیادہ حضرتؐ کا فراق برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

رسولؐ اکرم عائشہ کے گھر کی جانب تشریف لے گئے اور ارادہ سے مجھے باخبر کیا۔

میں اپنے گھر زہراؑ، وحسنینؑ کے پاس واپس ہوگیا، تھوڑی دیر گھر میں مسرور وخوش بیٹھے رہے۔

پھر میں اٹھ کر عائشہ کے حجرہ کی سمت آیا اور دق الباب کیا، عائشہ نے دروازہ کے پیچھے سے پوچھا کون؟ میں نے کہا میں علیؑ ابن ابیطالب ہوں۔ جواب دیا کہ رسول خداؐ سو رہے ہیں۔

میں واپس ہوگیا لیکن راستہ میں اپنے سے کہا کیسے ہوسکتا ہے کہ عائشہ گھر میں حاضر و بیدار ہوں اور وہ سوئیں۔ پھر واپس آکر دروازہ کھٹکھٹایا، عائشہ نے پوچھا کون؟ میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ اس نے کہا رسولؐ خدا مصروف کار ہیں، میں واپس ہوگیا اور دق الباب سے کچھ شرمندہ بھی ہوا لیکن درعین حال میرا دل پریشان و بے قرار اور بے صبر ہوگیا کہ اب جدائی کی طاقت نہیں رہ گئی، اس بار بے اختیار واپس ہوا اور دروازہ زور سے کھٹکھٹایا، عائشہ نے پوچھا کون؟ میں علیؑ ہوں۔

اس وقت میں نے رسولؐ کی آواز سنی کہ عائشہ سے کہا، اے عائشہ دروازہ کھول دو، اس نے دروازہ کھولا اور میں وارد ہوا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا اے ابوالحسن بیٹھو، میں تمہیں اپنے سامنے کی چیز کی خبر دوں، یا تم اپنے دیر کرنے کا سبب بیان کروگے؟

میں نے کہا یارسول اللہ! آپ کی زبان وگفتگو زیادہ سزاوار ہے۔آپ نے فرمایا:
جب میں تم سے جدا ہوا بہت بھوکا تھا، عائشہ کے پاس بھی کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، میں نے ہاتھوں کو دعا کیلئے بلند کیا اور خدا سے طعام کی درخواست کی، جبرئیل نازل ہوئے اور یہ مرغ بریان میرے سامنے رکھا (آپ نے اپنے سامنے رکھے ہوئے مرغ پر اپنی انگلی رکھی) اور فرمایا: خدا نے مجھے وحی کی ہے کہ یہ مرغ جنت کے بہترین ولذیذ کھانوں میں سے ہے، اسے میں آپ کے پاس لاؤں، میں نے حمد وشکر کیا اور جبرئیل واپس چلے گئے، میں نے ہاتھ بلند کر کے عرض کیا خداوندا! جو بندہ تجھے سب سے زیادہ دوست ہے اور میرا بھی سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے اس دسترخوان پر حاضر کر دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ غذا کھائے، اس دعا کے بعد تھوڑی دیر میں نے صبر کیا لیکن کچھ اثر نہیں دکھائی پڑا، دوبارہ دعا کی پروردگارا! جو تجھے اور مجھے دوست رکھتا ہے اور تو بھی اور میں بھی اسے محبوب رکھتے ہیں اس دسترخوان پر بھیج دے، تاکہ ہم باہم یہ غذا تناول کریں، اس وقت تمہارے دق الباب کی آواز میں نے سنی تو عائشہ سے کہا دروازہ کھول دو، تاکہ علی گھر میں آجائیں اور میں نے خدا کی حمد وثنا کی، میں خوش ہوا کہ تم خدا اور رسولؐ کے محبّ ہو اور ان کے محبوب ہو۔اے علیؑ لو کھاؤ!

جب ہم دونوں نے طعام تناول کر لیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! اب تم اپنے امور کی خبر دو؟
میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! جب میں آپ کے پاس سے گھر گیا، فاطمہؑ وحسنینؑ کے ساتھ خوش وخرم رہا پھر کچھ دیر بعد آپ کے دیدار وملاقات کیلئے وہاں سے نکل پڑا۔
امیرالمومنینؑ نے اس کے بعد سے دروازہ تک کہ بات نقل کی۔
رسول خداؐ نے فرمایا:
اے عائشہ! خدا نے ایسا ہی مقدر کیا ہے، بتاؤ تم نے کس وجہ سے دروازہ نہیں کھولا؟
عائشہ نے کہا یارسولؐ اللہ! میں چاہتی تھی کہ میرے باپ آجائیں اور اس کھانے کو کھائیں۔
رسولؐ خدا نے فرمایا: علیؑ سے تمہاری عداوت ودشمنی کا اظہار پہلی مرتبہ نہیں ہے، تمہارے دل کی نسبت

جو کچھ ہے میں جانتا ہوں، خدا کی قسم!! تم ان سے مقاتلہ و مقابلہ کرو گی۔

عائشہ نے کہا یا رسولؐ اللہ! کیا ممکن ہے کہ عورتیں مردوں سے جنگ کریں؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: اے عائشہ! تم علیؑ ابن ابیطالب سے جنگ کرو گی، میرے کچھ اصحاب تیرے اس عمل میں شریک ہو کر تمہیں تشویق و تحریک کریں گے، تیری جنگ کا واقعہ تاریخ کے صفحات پر ضبط ہو گا اور امت کے اولین و آخرین افراد اس کے بارے میں مذاکرہ و مناظرہ کریں گے، اس عمل کی علامت یہ ہے کہ تم ایسے اونٹ پر سوار ہو گی جو شیطان کی طرح ہو گا، منزل کے پہنچنے سے پہلے مقام حوأب کے کتوں کی آواز اور ان کے حملوں کا سامنا کرو گی، وہاں سے مراجعت پر اصرار کرو گی تو کچھ لوگ جھوٹی گواہی دیں گے کہ یہ مقام حوأب نہیں ہے پھر اس شہر کیطرف جاؤ گی جس کے رہنے والے تمہارے اصحاب ہوں گے، وہ شہر بصرہ، آسمان سے دور ترین شہر ہے اور آب دریا سے نزدیک ترین، تو وہاں سے مغلوب و ذلیل حالت میں واپس ہو گی، علیؑ ابن ابیطالب تمہاری اس مصیبت کے دن اپنے کچھ معتمد اصحاب کو تمہارے ہمراہ کر کے تم کو تمہارے وطن واپس کریں گے، وہ تمہارا خیر خواہ ہے، اس اختلاف اور جنگ میں بھی وہ تم کو قیامت کے دن کی میری اور تمہاری جدائی سے ڈرائیں گے، کیونکہ میری رحلت کے بعد علیؑ نے میری ازواج میں سے جس کو طلاق دیدیا وہ مطلقہ ہو جائے گی۔

عائشہ نے کہا یا رسولؐ اللہ! کاش اس دن سے پہلے ہی میں مر جاتی۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا! افسوس! افسوس، اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں مری جان ہے، جو میں نے کہا وہ ہونے والا ہے، گویا اس حادثہ کو میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد علی ابن ابیطالب نے فرمایا: نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے اور بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا، پھر مسجد میں جا کر نماز میں مشغول و مصروف ہو گئے۔

توحید کے بارے میں امیر المومنینؑ کی گفتگو

توحید کے بارے میں آنحضرتؐ کا خطبہ اور پروردگار کی ان صفات کے بارے میں جو مخلوق سے مخصوص ہے اور الوہیت کے سزاوار نہیں ہے۔ مثلاً مجبور ہونا، شبیہ ہونا، دکھائی دینا، حرکت کرنا، متغیر ہونا، زائل ہونا، ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا وغیرہ انھیں آپ نے اپنے کلمات ومحاورات میں بیان فرمایا ہے۔

تمام حمد وستائش اس اللہ کیلئے ہے جس کی حمد وتعریف کرنے والے اور وصف کرنے والے نہ بیان کر سکتے ہیں اور نہ ان تک پہنچ سکتے ہیں۔ جس کی نعمتوں کو شمار کرنے والے شمار نہیں کر سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں، نہ عقل وفہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں، اس پروردگار کی کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کیلئے توصیفی الفاظ ہیں، نہ اس کی ابتداء کیلئے کوئی وقت ہے جسے شمار کیا جا سکے۔

ان تمام مخلوقات کو اپنی قدرت وتوانائی سے خلق کیا، اپنی رحمت ولطف سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔

آغاز دین جو اس کی معرفت ہے، کمال معرفت ونہایت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق توحید ہے، کمال توحید تنزیہ واخلاص ہے، کمال اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

جب کوئی کسی چیز کی توصف کرتا ہے تو درحقیقت اس ذات موصوف کے ساتھ ایک وصف وصفت مانتا ہے، پس خدا کی توصیف بھی ایسی ہوگی، کیونکہ جس نے اس کی ذات کی توصیف ایک الگ صفت سے کی تو گویا اس خدا کو دو چیز (صفت وموصوف) سے مرکب کر دیا اور اس کیلئے دو عنوان طے کر دیا۔ جس نے

اسے مرکب مانا اور دوئی پیدا کی، اس نے اس کے لئے جزء و تقسیم بنا ڈالی، خدائے بے نیاز وقدیم وازلی وواجب کیلئے جزء و تقسیم محال ہے، جس نے خدا کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھا اور اس کیلئے اجزاء کا تصور کیا وہ خدائے واحد کے مرحلہ معرفت میں پہلے ہی سے دور ہو گیا، شخص جاہل ونادان ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ دوسری موجودات کی طرح قابل اشارہ ہے اور اس کی جانب حسی یا عقلی اشارہ کیا جا سکتا ہے لیکن وہ توجہ نہیں رکھتا کہ اشارہ کرنا مستلزم محدودیت ہے، جب تک کوئی چیز معین ومحدود نہ ہو اس کیطرف اشارہ نہیں کیا جا سکتا اور جو شیء محدود ہو جائے اور حدود واطراف کے سبب معین ہو جائے وہ قابل تجزیہ و تقسیم ہو گی۔

پس اگر خدا مورد، موقع اور اشارہ میں آ جائے تو وہ مرکب ومحدود صاحب جسم اور ممکن ہو جائے گا۔

اس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کسی معین محیط یا محدود محل ومقام میں ہے یا کسی معلوم معین سطح و جگہ پر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ کسی ایک معیّن محیط وحدود میں ہے اور دوسرے مقامات یا موارد پروردگار سے خالی ہیں۔

ذات خدا حادث نہیں ہے اس کے وجود پاک پر عدم ونیستی نہیں پائی جاتی ہے، وہ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن جسمانی اتصال کیطرح نہیں، وہ تمام اشیاء سے جدا وعلاحدہ ہے لیکن جسمانی دوری کی مانند نہیں، وہ صانع وفاعل ہے، لیکن لوگوں کے مثل حرکات وآلات وفعالیت کا محتاج نہیں وہ دیکھنے والا ہے لیکن مبصرات ومحسوسات کی احتیاج نہیں رکھتا کیوں کہ وہ زمانہ پر محیط ہے اور اس کے احاطہ علم وبینائی کے لحاظ سے گذشتہ وآئندہ میں تفاوت وفرق نہیں ہے، وہ تنہا ویگانہ ہے کیونکہ اس کا کوئی ساتھی وشریک نہیں، کہ جس سے وہ مانوس ہو پھر اس کے نہ ہونے سے پریشان ہو جائے۔

اسی خدا نے پہلے مخلوقات کو پیدا کیا اور اس خلقت میں لوگوں کی کیطرح فکر ونقشہ اور تجربہ، زحمت وکوشش کا معمولی سا بھی محتاج نہیں تھا۔

خدا نے دنیا اور اہل دنیا کی خلقت کے بعد اس کے نظم وضبط کو مرتب کیا اور ہر امور حادثہ وہر موضوع کیلئے وقت معیّن مقرر کیا، مختلف اشیاء ومتفاوت موضوعات کے درمیان ربط پیدا کیا اور اپنی تمام موجودات

ومخلوقات کو ایک دوسرے سے مرتبط کیا موجودات میں سے ہر ایک کی خاطر ایک مخصوص طبیعت وفطرت اور ایک معیّن خاصیت اور ایک معلوم اثر کا انتظام کیا اور ان خواص و آثار وطبائع کو ان اشیاء کا ایسا سلسلہ تلازم رکھا کہ ہرگز ایک دوسرے سے جدائی نہیں پیدا کر سکتے، پروردگار عالم ان تمام حوادث اور امور کا ان کے حدوث وقوع اور وجود کے پہلے ہی سے آگاہ تھا اور امور کے تمام حدود واطراف اور آغاز وانجام سے مطلع تھا اور ان کے تمام قرائن، خصوصیت اور اثرات کو جانتا تھا۔

امیر المومنینؑ کی ایک راہب سے ملاقات

روایت کی گئی ہے کہ اہل روم کا ایک گروہ شہر مدینہ میں وارد ہوا، ان کے درمیان نصاریٰ کے راہبوں میں سے ایک راہب دانشمند بھی تھا، اس وقت امور مسلمین کی حکومت ابوبکر ابن ابوقحافہ کے ہاتھوں میں تھی راہب سونے چاندی سے لدے ہوئے اپنے اونٹ کے ساتھ مسجد نبوی کے پاس آیا، ابوبکر کچھ مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں موجود تھے۔

راہب مسجد نبوی میں داخل ہوا، اوران کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر سلام واحترام کے بعد کہا:

تم میں سے اپنے پیغمبرؐ کا خلیفہ اوراپنے دین کا امین کون ہے؟

حاضرین نے ابوبکر کی جانب اشارہ کیا، راہب نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا:

اے شیخ: تمہارا کیا نام ہے؟

ابوبکر: میرا نام عتیق ہے، راہب دوسرا کوئی نام؟

ابوبکر: صدیق ہے، راہب! اور کوئی نام ہے؟

ابوبکر: میں اس کے علاوہ اپنا کوئی اور نام نہیں جانتا۔

راہب: میرا مطلوب ومقصود کوئی دوسرا ہے، تم نہیں۔

ابوبکر: تمہاری حاجت اور تمہارا مقصد کیا ہے؟

راہب: میں، ملک روم سے آیا ہوں اور اونٹ سونا و چاندی سے لدا ہوا ہے اتنی لمبی مسافت طے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے خلیفہ سے چند مسائل دریافت کروں، اگر وہ میرے سوالات کا صحیح اور وافی جواب دے تو میں دین اسلام کو قبول کر کے اس کے احکام و دستوارت کی اطاعت کروں، ضمنی طور پر اپنے ان اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دوں اور اگر صحیح و کافی جواب نہ دے سکے تو جہاں سے آیا ہوں

دہاں واپس چلا جاؤں اور اسلام کو قبول نہ کروں۔

ابوبکر: اپنے سوالات بیان کرو؟

راہب: کوئی حرج نہیں ہے لیکن تم مجھ کو اپنی اور اپنے دوستوں کی اذیت وغصہ سے امان و آزادی دو۔

ابوبکر: تم امان میں ہو، جو کہنا چاہتے ہو کہو!

راہب: مجھے بتاؤ کہ وہ کیا ہے، جو خدا کیلئے نہیں ہے؟

وہ کیا نہیں رکھتا؟ خدا سے کیا نہیں ہے؟ اور خدا کیا نہیں جانتا؟

ابوبکر حیران رہ گئے اور جواب سے عاجز رہے، تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھنے کے بعد حکم دیا کہ عمر بن خطاب کو بلاؤ۔ وہ آکر ان کے بازو میں بیٹھ گئے، ابوبکر نے راہب سے کہا اپنے سوالات ان سے پوچھو۔

راہب نے عمر کیطرف رخ کرتے ہوئے اپنی بات کی تکرار کی۔ عمر بن خطاب نے بھی ابوبکر کی مانند سر جھکا لیا اور جواب سے عاجز رہے، اسی وقت عثمان بن عفان وارد مسجد ہوئے اور ان دونوں کے بازو میں بیٹھ گئے، راہب نے اپنی بات کو پیش کیا، راہب نے اپنے سے کہا یہ سب پیر و بزرگ لوگ ہیں لیکن افسوس کہ انھیں اپنے اوپر غرور وتکبر ہے پھر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ اس موقعہ پر جناب سلمان حاضر تھے، جلدی سے حضرت علیؑ کے پاس آئے اور مسجد کے واقعہ کو بیان کیا۔

امیر المومنینؑ اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے گھر کے صحن میں موجود تھے، آپ کا گھر مسجد کے بازو میں تھا اور سلمان کے تقاضہ کے سبب مسجد میں آئے جیسے ہی جمعیت نے آپ کو دیکھا خوشحال و مسرور ہوئے، سب نے تکبیر بلند کی اور حمد وشکر کیا اور ان کو عزت واحترام سے ایک جگہ بٹھایا۔

ابوبکر نے راہب سے کہا کہ تم جس کو چاہتے تھے وہ حاضر ہیں جو پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو؟

راہب نے آپ کی سمت متوجہ ہو کر کہا:

اے جوان! تمہارا نام کیا ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: مجھے یہودی الیا اور عیسائی ایلیا اور قرآن میں علیؑ اور میری ماں حیدر کہتی ہیں۔

راہب: پیغمبر اسلام سے تمہارا تعلق ورشتہ کیا ہے؟

امیر المومنینؑ: میں ان کے چچا کا بیٹا، ان کا داماد اور بھائی ہوں۔

راہب: عیسیٰ کی قسم! آپ ہی میرا مقصود ہیں، آپ مجھے بتایئے کہ وہ کیا ہے، جو خدا کے نہیں ہے اور خدا سے نہیں ہے، اور خدا اسے نہیں جانتا؟

امیر المومنینؑ: جو خدا کیلئے نہیں ہے، وہ بیوی اور فرزند ہے، کیونکہ خدا اہل وعیال نہیں رکھتا (کچھ عیسائی گمراہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں) جو خدا سے نہیں ہے وہ ظلم ہے، وہ عادل ہے اس سے کبھی ظلم ستم نہیں ہوگا۔ جو خدا نہیں جانتا وہ اس کا شریک ہے کہ خدا کسی کو اپنا شریک نہیں جانتا۔

راہب نے کھڑے ہو کر اپنی کمر کے پٹہ کو کھولا اور امیر المومنینؑ کی پیشانی کا بوسہ دیکر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا، ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، میں گواہی دیتا ہوں محمدؐ خدا کی طرف سے رسالت ونبوت پر مبعوث ہوئے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ووصی پیغمبرؐ اور امت اسلامی کے امین، دین کا معدن، علم وحکمت اور برہان کا سرچشمہ ہیں۔

میں نے آپ کا نام توریت میں الیا، انجیل میں ایلیا، قرآن میں علیؑ اور گذشتہ کتابوں میں حیدر پڑھا ہے۔ میں اپنی معلومات واطاعت کے سبب معتقد ہوں کہ آپ ہی رحلت پیغمبرؐ کے بعد خلافت اور ان کی امت کی پیشوائی نیز امارت کیلئے دوسروں سے زیادہ لائق وسزاوار ہیں۔

پس آپ کے امور اس امت کے ساتھ کیسے ہیں؟

امیر المومنینؑ نے راہب کی بات کا مختصر ومجمل جواب دیا۔

راہب اٹھا اور اپنے اموال امیر المومنینؑ کے حوالہ کیے، آپ نے وہ تمام مال، سونا وچاندی مدینہ کے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم فرمائے اور مسجد سے باہر چلے گئے۔

ظلم وجور کے بارے میں امیر المومنینؑ کا کلام

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ کے سامنے تذکرہ ہوا کہ آپ کے اصحاب خدا کے عدل وظلم کے بارے میں بحث ومباحثہ کرر ہے ہیں، یہ سن کر امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد میں آ کر منبر پر تشریف لے گئے۔ پروردگار کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جان لو کہ جب خدا نے انسان کو خلق کیا تو اس نے چاہا کہ تمام انسان آداب پسندیدہ کے مطابق عمل کریں اور صفات حمیدہ واخلاق شریفہ سے متصف ہوں۔ ہاں یہ باتیں خود بخود متحقق وعملی نہیں ہوسکتیں، بلکہ ان مطلوبہ وغیر مطلوبہ، صفات حمیدہ وناپسندیدہ آداب واعمال کی وضاحت ہونا چاہے، کیونکہ یہ امر خیر وصلاح کی طرف دعوت اور شر وفساد کی ممانعت پر موقوف تھا، امر ونہی اور دعوت اس صورت میں اثر بخش اور نتیجہ خیز ہوتی کہ اس کے بعد مفید وعدوں اور سخت خوف وتحذیر کا بیان ہوتا، جو ترغیب وتشویق، خواہشات نفسانی ولذائذ جسمانی کے وسیلہ سے ہونا چاہئے جیسے ماڈی ومحسوس مصیبتوں اور عذابوں کے ذریعہ ڈرانا، اس لحاظ سے جب انسان پیدا ہوا اور اس جہان میں زندگی بسر کرنے لگا تو بہشت کی نعمت ولذت اور خوشی وآرام کے بہت سے نمونہ اس دنیا میں دکھائے گئے تا کہ ان مختصر نمونوں سے حقیقی خوشیوں تک پہنچ سکے، اسی طرح دوزخ کی سختیوں، شکنجوں اور عذابوں کے نمونہ بھی ظاہر ونمایاں ہوئے تا کہ ان جزئیات اور علامتوں سے وہاں کی بڑی بڑی مصیبتوں کی خصوصیات سمجھی جاسکے۔ یہ وہی ہے جو تم ملاحظہ کرر ہے ہو کہ دنیا کی تمام نعمت وخوشی وآرام، غم وغصہ اور مختلف رنج وغم سے ملی ہوئی ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ کلام جاحظ کے سامنے پڑھا گیا، اس نے کہا کہ یہ کلام جامعترین وبہترین کلام ہے جسے مؤلفین نے اپنی تالیف میں جمع کیا ہے اور محدثین نے بھی بیان کیا ہے، ابو علی جبائی نے جاحظ کی بات سنی تو کہا جاحظ نے درست کہا، اس میں کسی طرح کی کمی وزیادتی کا احتمال نہیں ہے۔

جبر وتفویض کے بارے میں امیر المومنینؑ کا کلام

امام علی نقیؑ سے روایت کی گئی ہے: کہ آپ نے مسئلہ نفی جبر وتفویض میں اہل اہواز کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

امیر المومنینؑ سے جنگ صفین کی مراجعت کے بعد ایک شخص نے پوچھا:

اے امیر المومنینؑ! مجھے اہل شام سے جنگ ومقابلہ کے بارے میں بتایئے کہ یہ واقعہ پروردگار کی قضا وقدر کے اعتبار سے تھا یا نہیں؟

امیر المومنینؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے مرد بزرگوار! ہاں، تم لوگوں نے پہاڑ درہ وصحرا میں کوئی قدم نہیں رکھا مگر یہ کہ وہ خدا کی قضا وقدر کے مطابق تھا۔

اس مرد نے کہا! اس صورت میں اس سفر کی برداشت کی ہوئی تمام تکالیف وشدائد خدا کے حساب میں ہے اور ہمیں اس کا کوئی اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ہم کو اجر وثواب کیوں نہیں ملے گا، جبکہ خداوند متعال نے تمہارے دشمن کیطرف جانے کیلئے اور جنگ سے مراجعت کیلئے اجر جزیل اور ثواب کثیر معین کیا ہے اور تم ان حالات وواقعات میں مجبور ومضطر نہیں تھے (بلکہ اپنے اختیار سے گئے اور واپس ہوئے)

اس شخص نے کہا: یا امیر المومنینؑ! کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس سفر کے رفت وآمد میں مختار وآزاد ہوں جبکہ قضا وقدر الٰہی ہمیں اس واقعہ کی جانب کھینچ رہی ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: شاید تو حتمی ویقینی قدر وقضا سمجھ رہا ہے اور اسی کو مراد لے رہا ہے۔ اگر ایسا ہو تو یقیناً امر ونہی، ثواب وعقاب اور جنت، دوزخ عبث وباطل ہو جائیں، مطیع وفرمانبردار ونیکوکار اشخاص اور عاصی وبدکار افراد مساوی ہو جائیں بدکردار اشرار کی ملامت ومذمت اور نیکوکار وخوش رفتار لوگوں کی مدح و

ثنااور تشویق نہیں کی جاسکتی، نیکوکار کو جزائے خیر میں کوئی اولویت نہ ہوتی اور بدکردار کیلئے اعمال بد کی سزا و عقاب میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

یہ بات بت پرستوں کے کلام کیطرح ہے اور شیطان کے پیروکاروں اور رحمٰن کے مخالفوں، دروغ و بہتان کی تصدیق کرنے والوں اور گمراہوں کی باتیں ہیں۔

ایسا اعتقاد رکھنے والے اس امت کے مجوسی اور قدری شمار ہوں گے۔

وہ لوگ نہیں جانتے کہ پروردگار نے حکم دیا ہے درانحالیکہ لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے اس کے امر و حکم کی اطاعت کریں۔ اس نے نہی کی ہے درانحالیکہ اس کی روک تھام ڈرانے ودھمکانے کی خاطر ہے اس کی تکالیف سہل و آسان اور بندوں کے حدود قدرت میں ہے، لوگوں کی مخالفت ونافرمانی نہ تو خدا کے ضعیف و کمزور اور مغلوب ہونے کے سبب ہے اور نہ تو لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری اس کے زور وزبردستی کی وجہ سے ہے۔ انبیاء ورسولوں کی بعثت کار بیہودہ و عبث نہیں، آسمانی کتابوں کا نزول لغو و مہمل نہیں ہے، زمین و آسمان اور دوسری مخلوقات کی خلقت باطل و بے فائدہ نہیں، رہ گیا منکرین خدا غلط فکر اور عناد کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں اور کافروں کیلئے جہنم اور اس کا عذاب سخت ہے۔

پھر امیر المومنینؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿و قضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ..﴾

تمہارے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ اس کی بندگی کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

(سورۂ اسراء، آیت ۲۳)

وہ شخص نہایت خوش و مسرور ہوکر امیر المومنینؑ کے پاس سے اٹھ کر یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا۔

(ترجمہ) آپ وہ امام و پیشوا ہیں کہ جن کی ذات سے ہم امیدوار ہیں کہ آپ کی اطاعت و پیروی کے ذریعہ روز قیامت پروردگار ہماری مغفرت کرے گا، حقائق دین میں سے جو میرے لئے مشتبہ تھا وہ آپ نے روشن کردیا، خدا آپ کو جزائے خیر عنایت کرے، عمل قبیح کرنے والے شخص کو کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے اور اس کے فسق و معصیت کو غیر کیطرف نسبت نہیں دی جاسکتی، ہرگز یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ جس نے

فحشاء ومنکرات سے منع کیا ہے وہی اس کے عمل کا سبب ہے یا جو پروردگار خیر وصلاح اور عدالت کا خواہاں ہے اور خود قادر و بے نیاز و مہربان ہے وہی اولیاء سے عداوت اور ان پر ظلم وستم اور قتل کا حامی بھی ہوتا ہے، یقیناً ایسا عقیدہ عداوت وغضب الٰہی کا موجب ہے اور شیطانی وسوسہ شمار ہوتا ہے۔

قضا وقدر کیا ہے؟

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص امیر المومنینؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کیا جس قضا وقدر کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: قضا وقدر یعنی پروردگار کا اپنی اطاعت کا حکم دینا اور اپنی مخالفت ونافرمانی سے روکنا، اعمال خیر و پسندیدہ کے انجام دینے اور برے افعال کے ترک کرنے کیلئے بندوں کو طاقت دینا، اپنی خوشنودی اور اپنے تقرب کی توفیق دینا اور مدد کرنا، راہ معصیت پر چلنے والے اشخاص کی مدد نہ کرنا، اچھی جزا کے وعدے کرنا اور برے اعمال کے برے انجام کا یاد دلانا، رغبت وشوق دلانا، ڈرانا وخوف دلانا۔

یہ سب خدا کی قضاء وقدر کے معانی ہیں۔ ہمارے اعمال کے بارے میں اس کے علاوہ جو مفہوم بیان کیا جائے، وہ قابل تصدیق اور لائق اعتماد نہیں ہے بلکہ عمل کے باطل ہونے اور حسنات کے محو ہو جانے کا سبب ہوگا، تم کو ان کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس مرد نے کہا:

یا امیر المومنینؑ! آپ نے مجھے سکون واطمینان بخش دیا اور دل کے اضطراب سے نجات دیدی۔

قضاوقدر کے بارے میں

روایت کی گئی ہے کہ امیرالمومنینؑ سے قضاء قدر کے معنی پوچھے گئے؟

آپ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ خدا نے لوگوں کو خود انھیں پر چھوڑ دیا ہے اور ان کے امور خود انھیں کے ذمہ کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں تم نے اللہ تعالیٰ کے مقدس مقام کی توہین و تحقیر کی ہوگی۔

یہ بھی نہ کہو کہ خداوند عالم نے لوگوں کو ان کے گناہ و معصیت کی نسبت مجبور و عاجز بنایا ہے کیونکہ اس صورت میں تم نے قادر مطلق و مہربان خدا کو ظالم و ستمگر سمجھ لیا ہے۔

بلکہ ایسا کہنا چاہیے کہ اطاعت اور اعمال صالح خدا کی توفیق و عنایات سے انجام پاتا ہے اور افعال بد اس کے لطف و کرم اور توفیق کے سلب ہو جانے کے نتیجہ میں انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔

متوجہ رہنا چاہیے کہ یہ تمام امور اور اس کے تمام مراتب علم خدا میں ثبت وضبط کئے ہوئے ہیں۔

کیا خدا دیکھا جا سکتا ہے؟

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے آ کر امیر المومنینؑ سے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! مجھے پروردگار عالم کے بارے میں بتایئے کیا آپ وقت عبادت اس کا مشاہدہ کرتے ہیں؟

فرمایا: ہاں میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ بغیر دیکھے ہوئے خدا کی عبادت کروں۔

عرض کیا یا امیر المومنینؑ! آپ خدا کو کیسے دیکھتے ہیں؟

فرمایا: تم پر افسوس! تمہارے خیال میں خدائے جہان کو اس آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے، خدا ظاہری چشم اور مادی دید کے ذریعہ نہیں دیکھا جا سکتا، بلکہ اسے چشم قلب، باطنی بصیرت اور نور عقل سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور نور معرفت وایمان کے وسیلہ سے درک کیا جا سکتا ہے۔

خداوند متعال اپنی آیات وعلامات کی دلالت سے پہچانا گیا ہے اور خود اس کے واضح وروشن آثار وعلائم سے اس کی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے۔

پروردگار! لوگوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ظاہری حواس وقوتوں سے اس کا ادراک ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص امیر المومنینؑ کے پاس سے یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا کہ:

خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت وخلافت کو کس محل ومقام پر رکھے۔

خداوند متعال کہاں ہے؟

روایت ہے کہ علماء یہود سے ایک نے ابوبکر سے آ کر پوچھا کیا تم جانشین پیغمبرؐ ہو؟

ابوبکر نے کہا! ہاں، عالم یہودی! ہم توریت میں پڑھتے ہیں کہ انبیاء کے جانشین کو امت سے اعلم وافضل ہونا چاہئے، آپ مجھے بتائیے کہ پروردگار عالم کہاں ہے؟

آیا وہ آسمان میں ہے یا زمین میں ہے؟

ابوبکر! خدا آسمان میں عرش کے اوپر ہے۔

عالم یہودی! ایسی صورت میں لازم آتا ہے کہ زمین خداوند عالم کے وجود سے خالی ہو، وہ ایک معیّن جگہ پر قرار پائے اور دوسرے مقامات سے وہ دور ہو۔

ابوبکر! یہ زندیقوں اور بے دینوں کی باتیں ہیں، میرے پاس سے اٹھ کر دور ہو جاؤ، ورنہ حکم دوں گا کہ تمہیں قتل کر دیں۔

وہ شخص نہایت حیرت وتعجب کے ساتھ اٹھ کر چل دیا اور واپس جاتے ہوئے دین اسلام کا مذاق کر رہا تھا، وسط راہ میں امیر المومنینؑ نے اس سے ملاقات کر کے فرمایا:

تمہارے سوال اور ابوبکر کے جواب کی مجھے اطلاع ہے، اس کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ خدا نے مکان ومقام کو پیدا کیا ہے، اس کیلئے کوئی مکان نہیں ہے۔ وہ اس سے برتر اور بالاتر ہے کہ اس کو کوئی محل اپنے احاطہ میں لے، وہ تمام مکان پر محیط ہے اور تمام محل ومقام اس کی ذات اقدس کی نسبت مساوی وبرابر ہیں۔

تمہاری آسمانی کتابوں میں سے ایک میں جو بات وارد ہوئی ہے میں تمہیں بتاتا ہوں، تم میری تصدیق کرو گے، کیا ایسی صورت میں میری بات قبول کر کے اس پر اعتقاد اور ایمان لاؤ گے؟

عالم یہودی! ہاں؛

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تمہاری آسمانی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز جناب موسیٰؑ بیٹھے تھے، ان کے پاس ایک فرشتہ مشرق سے آیا، نبیؑ نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟

اس فرشتہ نے جواب دیا، پروردگار کی جانب سے آیا ہوں، دوسرا فرشتہ مغرب کی جانب سے آیا، جب نبیؑ نے اس کی جگہ پوچھی اس نے جواب دیا، پروردگار کی سمت سے آ رہا ہوں، اسی وقت ایک دوسرا آسمان سے آیا اس نے بھی نبیؑ کے جواب میں کہا خدا کیطرف سے آ رہا ہوں، پھر ایک دوسرا فرشتہ زمین کے نیچے سے آیا، نبیؑ نے اس سے وہی سوال کیا، اس نے کہا زمین ہفتم اور جانب پروردگار سے آ رہا ہوں۔

اس سے حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا منزہ و برتر ہے وہ خدا جو کسی مکان میں نہیں ہے اور کوئی محل اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا اور خدا کسی مکان معین میں دوسرے مکان سے نزدیک تر نہیں ہے۔

عالم یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حق و حقیقت کا مطلب وہی ہے جو آپ نے فرمایا، آپ مقام خلافت اور وصایت کیلئے اولویت رکھتے ہیں۔

خدا مکان محدود نہیں رکھتا

شعبی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اس خدا کی قسم جو سات پردوں کے ذریعہ پوشیدہ ہے۔

امیر المومنینؑ نے اس کی جانب تازیانہ بلند کرتے ہوئے فرمایا:

تجھ پر افسوس! خداوند متعال اس سے برتر و بالاتر ہے کہ کسی چیز کے ذریعہ پنہاں اور پوشیدہ ہو یا اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی ہو، پاک ہے وہ پروردگار جسے مکان گھیر نہیں سکتا اور دنیا کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی، وہ تمام آسمانوں، زمینوں اور دنیا والوں سے باخبر و آگاہ ہے۔

اس شخص نے کہا کیا اپنی قسم کا کفارہ دینا لازم ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تو نے خدا کی قسم کھائی ہی نہیں کہ اس کا کفارہ دینا ضروری ہے کیونکہ جو سات طبقہ کے ساتھ پوشیدہ ہو وہ خدا ہی نہیں ہے اور تیری قسم اس خدا سے تھی جو ایسا نہیں ہے۔

امام صادقؑ سے منقول ہے: کہ علماء یہود میں سے ایک نے امیر المومنینؑ سے آکر عرض کیا:

اے علیؑ! آپ کا خدا کہاں ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! کس نقطہ اور کس مکان کو فرض کیا جائے کہ پروردگار وہاں نہیں ہے، لہٰذا تم کیسے س کے محل و مقام کا استفسار و سوال کرر ہے ہو؟

خداوند عالم ہر جگہ ہے، وہ ہر موجود سے قبل ہے، تصور نہیں ہو سکتا، کہ اس سے پہلے کوئی چیز وجود رکھتی ہو، اس کے بعد کسی موجود کا ہونا باطل اور غلط ہے، اس کیلئے کوئی انتہا نہیں ہے، تمام انتہا اس کے ابدی وجود کے مقابل ختم ہو جاتے ہیں، وہ تمام انتہا و موجودات کا منتہی اور مرجع ہے۔ عالم یہودی نے کہا:

یا امیر المومنینؑ! کیا آپ پیغمبرؐ ہیں؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

تجھ پر افسوس ہے، میں پیغمبر اسلامؐ خاتم النبیین کے غلاموں اور دوستوں میں سے ایک ادنا غلام ہوں۔

اشفاق حسین

محرم الحرام ۱۴۲۷ھ / مطابق، فروری ۲۰۰۶ھ

حصہ اول

۱ کچھ کتاب کے بارے میں ۶

۲ مقدمہ ۱۲

۳ تألیف کتاب کا سبب ۱۳

۴ احتجاج سے متعلق آیات ۱۴

۵ اہل علم و دانش کے فضائل ۱۵

۶ احتجاج رسول اکرمؐ ۲۳

۷ کیا رسول خدا نے احتجاج و مناظرہ کیا ہے؟ ۲۵

۸ مخالفین، رسول اکرم کی خدمت میں ۲۶

۹ رسول اکرم کا یہودیوں سے احتجاج ۲۸

۱۰ نصاریٰ سے پیغمبر اسلام کا احتجاج ۳۰

۱۱ دہریوں سے رسول اکرم کا احتجاج ۳۳

۱۲ مانویوں سے رسول اکرم کا مناظرہ و احتجاج ۳۵

۱۳ بت پرستوں سے رسول اکرم کا مباحثہ و احتجاج ۳۷

۱۴ خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا ۳۸

۱۵ غیر خدا کا سجدہ ۳۹

۱۶ خانہ کعبہ کے مقابل عبادت کا مقصد ۴۰

۱۷ مشرکین سے رسول اکرم کا احتجاج ۴۳

۱۸	مقام نبوت اور جاہ وثروت	۴۷
۱۹	ابوجہل کی گفتگو	۵۸
۲۰	رسول اکرم کا مشرکین سے احتجاج	۶۰
۲۱	رسول اکرم کے نام ابوجہل کا خط	۶۲
۲۲	یہودیوں سے رسول اکرم کا احتجاج	۶۴
۲۳	قبلہ کے بارے میں یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج	۶۶
۲۴	یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج	۶۹
۲۵	یہودو نواصب سے رسولؐ اکرم کا احتجاج	۷۱
۲۶	رسول اکرم کا یہودیوں سے احتجاج	۷۵
۲۷	کیا رسول اسلام افضل انبیاء ہیں؟	۷۸
۲۸	یہودیوں سے رسول خدا کا احتجاج	۷۹
۲۹	رسول اکرم سے یہودی کا دوسوال	۸۴
۳۰	غزوہ تبوک میں منافقین سے رسول اکرم کا احتجاج	۸۵
۳۱	رسول اکرم اور کوہ تبوک کی گھاٹی	۸۹
۳۲	روز غدیر رسولؐ اکرم کا احتجاج	۹۱
۳۳	روز غدیر خطبہ رسول اکرمؐ	۹۴
۳۴	رسول اکرم کے جانشینوں کا تعین	۱۰۶
۳۵	رسول اکرم کے بعد بارہ خلیفہ	۱۱۰
۳۶	اوصیاء رسول اکرمؐ	۱۱۲
۳۷	خلافت کے بارے میں احتجاج	۱۱۴

۳۸	لشکر اسامہ اور وفات پیغمبر	۱۱۵
۳۹	تشکیل سقیفہ و انتخاب	۱۱۷
۴۰	احتجاج حضرت علیؑ	۱۲۱
۴۱	علی بن ابی طالب کی خلافت کا واقعہ	۱۲۵
۴۲	خالد ابن سعید کا بیان احتجاج	۱۲۸
۴۳	سلمان فارسی کا احتجاج	۱۳۰
۴۴	احتجاج حضرت ابوذر غفاری	۱۳۲
۴۵	احتجاج مقداد ابن اسود	۱۳۳
۴۶	احتجاج بریدہ اسلمی	۱۳۴
۴۷	احتجاج جناب عمار یاسر	۱۳۵
۴۸	احتجاج ابی ابن کعب	۱۳۷
۴۹	احتجاج خزیمہ ابن ثابت	۱۳۸
۵۰	احتجاج ابوالہشیم تیہان	۱۳۹
۵۱	احتجاج سہیل ابن حنیف	۱۴۰
۵۲	احتجاج عثمان ابن حنیف	۱۴۱
۵۳	احتجاج حضرت ابوایوب انصاری	۱۴۲
۵۴	ابوبکرؓ کا تأثر اور ان کی تغییر حالت	۱۴۳
۵۵	عمر کا ابوبکر کی بیعت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنا اور خانہ فاطمہؑ کا جلانا	۱۴۵
۵۶	بعد وفات رسول اکرم	۱۴۷
۵۷	امیر المومنین علیؑ کی خلافت کا واقعہ	۱۵۰

۵۸	تأثرات حضرت زہراؑ	۱۵۷
۵۹	اسامہ کی بیعت کا واقعہ	۱۵۸
۶۰	ابوبکر کا خط اپنے باپ کے نام	۱۶۰
۶۱	امیر المومنین علیؑ کے بارے میں ابوبکر کا کلام	۱۶۲
۶۲	امیر المومنین و عباس ابن عبد المطلب	۱۶۳
۶۳	امارت و ولایت کے موضوع پر ابوبکر کی گفتگو	۱۶۵
۶۴	فدک کے بارے میں علی کا ابوبکر سے احتجاج	۱۶۶
۶۵	علی ابن ابی طالب و خالد ابن ولید	۱۶۹
۶۶	غصب فدک کے بعد ابوبکر کے نام علی کا خط	۱۷۱
۶۷	علی ابن ابیطالب کا خط	۱۷۳
۶۸	حضرت زہرا کا فدک کے بارے میں خطبہ اور احتجاج	۱۷۵
۶۹	خطبہ میں احکام الٰہی کا فلسفہ	۱۷۷
۷۰	فاطمہ زہرا اپنا تعارف کراتی ہیں	۱۷۹
۷۱	مطالبہ فدک اور احتجاج	۱۸۳
۷۲	انصار کی سرزنش اور ان سے طلب امداد	۱۸۵
۷۳	ابوبکر کا جواب	۱۸۸
۷۴	بنت رسول کا جواب	۱۹۰
۷۵	بنت رسول کے پاس خواتین مدینہ	۱۹۲

حصہ دوم

۷۶ خلافت علی بن ابیطالب کے بارے میں سلمان فارسی کا احتجاج.............. ۱۹۶
۷۷ احتجاج ابی ابن کعب دربارۂ خلافت علی.............. ۱۹۸
۷۸ بیعت کے بعد، ابوبکر کا اظہار مسرت اور حضرت علی کا احتجاج.............. ۲۰۱
۷۹ اہل شوریٰ کے سامنے اپنی اولویت کیلئے حضرت علی کا احتجاج.............. ۲۰۹
۸۰ حضرت علی کا انصار و مہاجرین سے اپنی فضیلت کے بارے میں احتجاج.............. ۲۱۴
۸۱ طلحہ ابن عبیداللہ کا اعتراض.............. ۲۱۸
۸۲ حضرت علی کا اپنا تعارف.............. ۲۲۲
۸۳ مسجد الحرام میں جناب ابوذر کا رسول خدا کی دو حدیث بیان کرنا.............. ۲۲۴
۸۴ علی ابن ابیطالب کا عثمان سے احتجاج.............. ۲۲۵
۸۵ ایک شخص کا حضرت علی کے مقابلہ میں فخر و مباہات.............. ۲۲۶
۸۶ امیرالمومنین صدیق و فاروق ہیں.............. ۲۲۷
۸۷ فضائل امام علی کے اثبات کا احتجاج.............. ۲۲۸
۸۸ امیرالمومنین کا ناکثین کے ساتھ احتجاج.............. ۲۳۰
۸۹ طلحہ و زبیر سے امیرالمومنین کا احتجاج.............. ۲۳۳
۹۰ حضرت علی ابن ابیطالب کا خطبہ.............. ۲۳۴
۹۱ طلحہ و زبیر سے امیرالمومنین کا گفتگو.............. ۲۳۶
۹۲ زبیر ابن عوام سے امیرالمومنین کی گفتگو.............. ۲۳۸
۹۳ جنگ جمل و عائشہ.............. ۲۴۲
۹۴ ام سلمیٰ کی عائشہ سے ملاقات.............. ۲۴۴

۹۵	ام سلمہ کا عائشہ سے احتجاج	۲۴۷
۹۶	امیر المومنین کا اہل بصرہ سے احتجاج	۲۵۰
۹۷	اہل اسلام سے قتل و جنگ سے امیر امومنین کا احتجاج	۲۵۵
۹۸	حسن بصری سے امیر المومنین کا احتجاج	۲۵۷
۹۹	امیر المومنین کا کلام حسن بصری کے بارے میں	۲۵۹
۱۰۰	اپنے صحاب سے امیر المومنین کا احتجاج	۲۶۰
۱۰۱	کلام میر المومنین	۲۶۵
۱۰۲	امیر المومنین کا معاویہ کے ساتھ احتجاج	۲۷۳
۱۰۳	امیر المومنین کا خط معاویہ کے نام	۲۷۸
۱۰۴	امیر المومنین کا دوسرا خط معاویہ ابن ابوسفیان کے نام	۲۸۱
۱۰۵	معاویہ کا نوشتہ اور جواب امیر المومنین	۲۸۲
۱۰۶	قتل عمار ابن یاسر کے بارے میں	۲۸۴
۱۰۷	عمرو عاص کے نام امیر المومنین کا خط	۲۸۵
۱۰۸	عمرو عاص کی بات کا امیر المومنین کا جواب	۲۸۶
۱۰۹	محمد ابن ابوبکر کا خط معاویہ کے نام	۲۸۷
۱۱۰	معاویہ کا جواب محمد ابن ابوبکر کے نام	۲۸۸
۱۱۱	امیر المومنین کا خوارج سے احتجاج	۲۹۱
۱۱۲	امیر المومنین کا خواج سے مناظرہ	۲۹۳
۱۱۳	حکمین کے بارے میں کلام امیر المومنین	۲۹۵
۱۱۴	امیر المومنین کا خوارج کے اعتراض پر جواب	۲۹۶

۱۱۵ امیر المومنین کا احتجاج ۳۰۱
۱۱۶ اشعث کی بات اور جواب امیر المومنین ۳۰۴
۱۱۷ امیر المومنین کے ساتھ رسول اکرم کی گفتگو ۳۰۹
۱۱۸ امیر المومنین سے رسول اکرم کی وصیت ۳۱۱
۱۱۹ امیر المومنین کے جہاد کی خصوصیات کے بیان میں ۳۱۳
۱۲۰ افضلیت امیر المومنین ۳۱۵
۱۲۱ رسول خدا اور مرغ بریان ۳۱۷
۱۲۲ توحید کے بارے میں امیر المومنین کی گفتگو ۳۲۰
۱۲۳ امیر المومنین کی ایک راہب سے ملاقات ۳۲۳
۱۲۴ ظلم وجور کے بارے میں امیر المومنین کا کلام ۳۲۶
۱۲۵ جبر وتفویض کے بارے میں امیر المومنین کا کلام ۳۲۷
۱۲۶ قضا وقدر کیا ہے؟ ۳۳۰
۱۲۷ قضا وقدر کے بارے میں ۳۳۱
۱۲۸ کیا خدا دیکھا جا سکتا ہے؟ ۳۳۲
۱۲۹ خداوند متعال کہاں ہے؟ ۳۳۳
۱۳۰ خدا مکان محدود نہیں رکھتا ۳۳۵
۱۳۱ فہرست ۳۳۷

حاشیہ

حاشیہ ص ۸۵:

نبیؐ کا یہ فرمان حدیث منزلت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اسی مفہوم کے ساتھ صحیح بخاری کتاب المناقب' کتاب المغازی۔ مسلم کتاب فضائل صحابہ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہے۔ منقول از مناقب علیؑ و حسنینؑ وامہما فاطمہ الزہراؑ مصنف محمد فواد عبد الباقی۔

حاشیہ ص ۹۳

آیت بلّغ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ ہے اور یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے اس آیت کے ذریعے نبیؐ کو حکم دیا کہ آپؐ مولا علیؑ کی ولایت کا اظہار سب لوگوں کے سامنے فرمائیں اور اگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا تو آپؐ نے رسالت کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔ تفسیر درمنثور میں بھی اس آیت کا علیؑ کی شان میں نازل ہونا لکھا ہوا ہے۔

اور جب نبیؐ پاک نے مولا علیؑ کی ولایت اور ان کے مولا ہونے کا خطبہ ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ''جس کا میں مولا ہوں تو علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔'' (مسند احمد) سیوطی کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ منقول از مناقب علی و حسنین وامہما فاطمہ الزہراؑ مصنف محمد فواد عبد الباقی)

تو اللہ نے اس کا ذکر ان الفاظ مین فرمایا ''میں نے تمہارے دین کو کامل کر

دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا۔ سورۃ المائدہ ۳ یہ آیت بھی مولاؑ علی کی شان میں نازل ہوئی ملاحظہ کریں۔ تفسیر درمنثور، ارجح المطالب، غدیر خم کے واقعے کی مزید تفصیل کیلئے کتاب ''خلاصہ الغدیر'' مصنف علی اصغر خراسانی کی طرف رجوع کریں۔

حاشیہ ص ۱۰۴

حدیث ثقلین لاتعداد لوگوں نے روایت کی ہے اور لاتعداد علماء نے اسے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کچھ کے نام یہ ہیں:

مسلم، ترمذی، طبقات ابن سعد، مسند احمد بن حنبل، خصائص نسائی وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے یہ تفصیل رئیس المناظرین حضرت علامہ میر حامد حسین ہندیؒ کی لاجواب کتاب عبقات الانوار کی جلد حدیث ثقلین سے لی ہے۔

حاشیہ ص ۱۰۹

واضح رہے کہ آئمہ اثنا عشرؑ کے اسماء نبیؐ نے پہلے ہی بتا دیئے تھے۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک روایت ینابیع المودۃ میں بھی موجود ہے جس میں نبیؐ نے بارہ آئمہ کے نام لیئے ہیں۔

حاشیہ ص ۱۱۳

نبیؐ نے فرمایا ''اے مسلمانوں کے گروہ! جو ان اہل خیمہ سے صلح رکھے گا میری اس سے صلح ہے اور جس کی ان سے لڑائی ہے میری اس سے لڑائی ہے ان کا دوست میرا دوست ہے۔ ان سے وہی محبت کرے گا جو انتہائی سعادت مند اور

اچھی ولادت والا ہے اور ان سے وہی دشمنی اور بغض رکھے گا جو انتہائی بد بخت اور گھٹیا ولادت والا ہے۔'' اہل خیمہ سے مراد علیؑ' سیدہ فاطمہؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ جلد ۳

حاشیہ ص ۱۱۹

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے بھاگ جایا کرتے تھے چنانچہ ان کا اپنا اقرار جرم ہے کہ'' حضرت عمر نے یوم جمعہ کو خطبہ دیا اور آل عمران کی تلاوت کی۔ خطبہ کے وقت اس سورت کی تلاوت آپ کو اچھی لگتی تھی۔ جب آپ ان الذین تو لوا منکم یوم التقی الجمعن'' (آل عمران ۱۵۵) تک پہنچے تو فرمایا جب غزوہ احد ہوا تو ہم بھاگ گئے۔ میں بھی بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں اپنے آپ کو یوں چھلانگیں مارتا ہوا دیکھتا گویا میں پہاڑی بکرا ہوں'' تفسیر درمنثور جلد ۲ اردو

حاشیہ ص ۱۲۰

سقیفہ میں سعد بن عبادہ کا مخالفت کرنا تاریخ طبری جلد ۲ اردو میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ'' چند روز ان سے تعارض نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ان سے کہلا کر بھیجا گیا کہ چونکہ تمام لوگوں نے اور خود تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے تم بھی آ کر بیعت کرو۔ سعد نے کہا یہ نہیں ہوسکتا تا وقتیکہ میں تمہارے مقابلے میں اپنا ترکش خالی نہ کر دوں۔ اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگین نہ کر لوں۔ سعد نہ ابوبکر کی امامت میں نماز پڑھتے تھے اور نہ جماعت

میں شریک ہوتے۔ حج میں بھی مناسک کو ان کے ساتھ ادا نہ کرتے۔ ابوبکر کے انتقال تک ان کی یہی روش رہی۔"

سعد اور حضرت عمر کی لڑائی ان الفاظ میں لکھی ہوئی ہے "عمر نے اسے اٹھا لیا اور پھر سعد پر جھپٹے اور لوگ بھی سعد پر جھپٹے۔" اس وقت عہد جاہلیت کا سا منظر پیش آیا اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ ابوبکر اس سے دور رہے۔ جس وقت سعد پر لوگ چڑھ گئے کسی نے کہا کہ تم لوگوں نے سعد کو مار ڈالا۔ عمر نے کہا اللہ اسے ہلاک کر دے وہ منافق ہے عمر کی تلوار کے سامنے ایک پتھر آ گیا اور ان کی ضرب سے وہ قطع ہو گیا۔ ناظرین اس مار دھاڑ اور طاقت کے بل بوتے پر یہ خلافت پروان چڑھی۔

حاشیہ ص ۱۲۴

آل محمدؐ نبیؐ کا کفن دفن کا نظام کر رہے تھے اور یہ خلافت کے پجاری سقیفہ میں خلافت کا انتظام کر رہے تھے چنانچہ مصر کے ایک مشہور عالم دین رشید رضا اپنی کتاب "امامت عظمیٰ" میں لکھتے ہیں "صحابہ نے نصب خلیفہ کو نبی کریمؐ کی تجہیز و تکفین پر بھی مقدم کیا اور یہی معتمد علیہ ہے۔"

زید ابن ارقم کا حدیث غدیر کی تصدیق نہ کرنا اور مولا علیؑ کی بددعا سے اس کا بینائی سے محروم ہونا انسان العیون جلد ۶ اردو میں بھی موجود ہے۔

حاشیہ ص ۱۲۶

"مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے

تخلف کیا اور حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے۔ ان میں عباس، فضل بن عباس، زبیر بن العوام، خالد بن سعید، مقداد بن عمرو، سلمان فارسیؓ ابوذر غفاریؓ عمار بن یاسر، البراء بن عازب اور ابی بن کعب شامل تھے۔ یہ الفاظ عالم اسلام کے ایک مشہور مورخ جن کے بارے میں شبلی نعمانی کہتے ہیں۔ احمد بن ابی یعقوب کاتب عباسی یہ تیسری صدی کا مورخ ہے۔ مجھ کو اس کے حالات رجال کی کتابوں میں نہیں ملے۔ لیکن اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ چونکہ اس کا دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا۔ اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا۔ اس کی کتاب جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے یورپ میں بمقام لیڈن ۱۸۸۳ عیسوی میں چھاپی گئی ہے۔'' (الفاروق)

مولا علیؑ کا یہ فرمان کہ میں اس وقت دوش پر عبا نہ ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید، جمع و مرتب نہ کرلوں۔ الاتقان فی علوم قرآن میں بھی موجود ہیں واضع رہے کہ الاتقان کے مطابق مولا علیؑ کے مصحف میں سورۃ اقراء اول سورت تھی۔ پھر المدثر۔ المزمل، تبت اور تکویر تھیں۔

حاشیہ ص ۱۲۹

خالد ابن سعید اور اس کے بھائیوں نے ابوبکر کی بیعت کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا۔ خالد نے بنی ہاشم سے کہا آپ خاندان بنی ہاشم قد آور درخت کی مانند ہیں اور ہم بھی آپ کے تابعدار ہیں استعیاب، اصابہ منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء جلد ا

حاشیہ ص ۱۳۱

سلمانؓ نے کہا: ایک معمر انسان کو منتخب کر کے اپنے پیغمبرؐ کے خاندان کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر خلافت کو پیغمبرؐ کے خاندان میں رہنے دیتے تو دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہیں کرتے اور لوگ اس درخت کے میووں سے بیشتر مستفید ہوتے۔ ابو بکر جوہری سقیفہ بروایت ابن ابی الحدید۔ منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء

حاشیہ ص ۱۳۲

ابوذرؓ نے فرمایا تم لوگوں نے تھوڑی سی چیز کو حاصل کر کے اسی پر اکتفا کیا اور پیغمبرؐ کے خاندان کو کھو دیا۔ اگر اس کام کو اہلبیتؑ رسولؐ کے سپرد کرتے تو دو آدمی بھی آپ کے نقصان میں آپ سے مخالفت نہ کرتے۔ جوہری کتاب سقیفہ۔ منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء

حاشیہ ص ۱۴۶

حضرت عمر کا سیدہ فاطمہؑ کے گھر آگ سے حملہ کرنا ان کتابوں میں مذکور ہے۔ الفاروق، تاریخ یعقوبی، الامامت والسیاست وغیرہ وغیرہ۔

حاشیہ ص ۱۵۴

خلفاء نے سیدہؑ کے گھر پر حملہ کیا اور پھر سیدہؑ کے شکم اور پہلو پر ایسی ضرب لگائی کہ محسنؑ ساقط ہو گئے۔ شہرستانی الملل والنحل منقول از قصہ عبداللہ ابن سباء

حاشیہ ص ۱۵۹

اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ مولا علیؑ نے ابو بکر کی بیعت کر لی تھی اس کا

مطلب مصالحت کیونکہ پچھلی روایات بھی یہی بتا رہی ہیں کہ مولا علیؑ نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ زبردستی ان کے ہاتھ کو کھینچ کر بیعت کروائی گئی اور آپؑ نے اپنے ہاتھ کو کھینچا یعنی آپؑ نے بیعت نہیں فرمائی بلکہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ علیؑ نے بیعت کر لی ہے۔ اور پھر اتنی جلدی بیعت کرنا تو مکتب خلفاء کی مستند کتاب بخاری کی اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ ''حضرت فاطمہؑ کو حضرت ابوبکر پر غصہ آیا انہوں نے ان کی ملاقات ترک کر دی اور مرنے تک ان سے بات نہ کی۔ وہ آنحضرتؐ کے بعد صرف چھ مہینے تو زندہ رہیں جب ان کی وفات ہوئی ان کے خاوند حضرت علیؑ نے رات ہی کو ان کو دفن کر دیا اور ابوبکر کو ان کی وفات کی خبر نہ دی اور حضرت علیؑ نے ان پر نماز پڑھی اور جب تک حضرت فاطمہؑ زندہ تھیں تو لوگ علیؑ پر بہت توجہ رکھتے تھے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؑ نے دیکھا لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے معلوم ہوتے ہیں اس وقت انہوں نے ابوبکر سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ بخاری کتاب المغازی۔ اس روایت سے بھی اتنی جلد بیعت کرنا ثابت نہیں ہے۔ شیعہ محققین کے نزدیک مولا علیؑ نے خلفاء کی آخری وقت تک بیعت نہیں کی۔ اس سلسلہ میں مزید تحقیق کیلئے کتاب اثبات امامت کی طرف رجوع کیا جائے۔

حاشیہ ص ۱۶۶

حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں نبیؐ کا یہ فرمان انسان العیون میں بھی موجود ہے۔

نبیؐ پاک نے فدک سیدہؑ کو اپنی حیات میں عطا فرما دیا تھا۔ ملاحظہ کریں معارج النبوۃ[1]، ینابیع المودۃ[2]، تفسیر در منثور[3]، تفسیر مظہری[7]۔

انسان العیون جلد ۶ ص ۵۳۳ اردو دار الاشاعت میں لکھا ہے۔

''علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابوبکر نے فدک کی جائیداد کے متعلق حضرت فاطمہؑ کے لیئے تحریر لکھ دی تھی۔ اسی وقت حضرت عمر تشریف لائے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ ابوبکر نے کہا: میں نے فاطمہؑ کے لیئے ان کے والد مکرمؐ کی میراث کے سلسلے میں تحریر لکھ دی ہے۔ عمر نے کہا کہ پھر آپ مسلمانوں کی ضروریات پر کہاں سے خرچ کریں گے جبکہ آپ کو معلوم ہے عرب آپ کے ساتھ برسر جنگ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے وہ تحریر لے کر پھاڑ دی۔''

سیدہؑ نے فدک کا مطالبہ کیا ملاحظہ کریں بخاری[2]، مسلم[5]، تاریخ یعقوبی[2]، وفاء الوفاء[3] ان کتب میں مطالبہ فدک اور ابوبکر سے وفات تک سیدہؑ کی ناراضگی لکھی ہوئی ہے۔ اور صواعق المحرقہ وغیرہ میں طلبی گواہ اور سیدہؑ کا علیؑ، ام ایمن اور حسنؑ و حسینؑ کو پیش فرمانا اور خلفاء کا ان بزرگوں کی گواہیوں کو رد کرنا لکھا ہوا ہے۔

حاشیہ ص ۱۷۳

یہ بات کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے ایک عجیب سی رام کہانی ہے جس کی نسبت رسول اللہؐ کی طرف معاذ اللہ دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث نہ تو نبیؐ کی اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہؑ نے سنی۔ نہ مولا علیؑ نے سنی نہ حسنینؑ نے سنی، نہ ام ایمنؓ نے

سنی نہ کسی ام المومنین بشمول حضرت عائشہ نے سنی۔ کیونکہ ان سب نے میراث کا مطالبہ کیا ہے۔ ملاحظہ کریں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، صواعق المحرقہ، ازالۃ الخفاء، مدارج النبوت وغیرہ۔

حاشیہ ص ۱۷۴

نبیؐ پاک نے مولا علیؑ کو بتادیا تھا کہ یہ امت تمہارے ساتھ دھوکا کرے گی اس لیئے آپؑ نے منافقین سے جنگ نہیں کی اور تلوار نہیں اٹھائی۔ نبی نے فرمایا کہ "علیؑ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ نے مجھ سے جو عہد لیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بعد امت میرے ساتھ بے وفائی کرے گی۔" خصائص کبریٰ جلد ۲۔ پھر فرمایا۔ "اے علیؑ! میری امت میرے بعد تمہیں بے یارومددگار چھوڑ دے گی۔" کنز العمال منقول از اثبات امامت۔ پھر کہا "میں نے کہا میں انہیں اور جسے وہ اختیار کرینگے ترک کردوں گا۔ خدا اور رسولؐ اور دار آخرت کو اختیار کروں گا۔ اور راہ خدا میں جس قدر مجھ پر مصائب وشدائد ڈھائے جائیں گے ان پر صبر کروں گا یہاں تک کہ آپؐ کے ساتھ ملحق ہو جاؤں۔ فرمایا سچ کہتے ہو۔ واقعاً تم ایسا ہی کرو گے۔ بار الہا علیؑ کو اس کی توفیق عطا فرما۔" کنز العمال منقول از اثبات امامت

حاشیہ ص ۱۹۱

یہ روایت کہ انبیاءؑ میراث نہیں چھوڑتے قرآن کے بھی خلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ "میری بیوی بھی بانجھ ہے بس تو مجھے اپنے

پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنا لے۔" مریم ۶،۵ (زکریاؑ کی دعا)

"اور داؤدؑ کے وارث سلیمانؑ ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ میں سے دیئے گئے ہیں۔ بیشک یہ کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔" نمل ۱۶

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ کہتے ہیں کہ سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کی نبوت، آپؑ کے ملک اور آپؑ کے علم کے وارث بنے۔ تفسیر در منثور۔ سورۃ مریم کی آیت کی تفسیر میں در منثور میں یہ لکھا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ زکریاؑ کی اولاد نہ تھی تو آپ نے اللہ کی بارگاہ میں میں التجا کی رب ھب لی من لدنک...... الآیۃ، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مال کا وارث بنے اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث بنے۔ "ان کے نبیؑ نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمی ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے......" بقرہ ۲۴۸

تفسیر خازن میں ہے کہ اس تابوت میں انبیاءؑ کی تصویریں تھیں اور یہ تابوت نسل در نسل آگے جاتا رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ تک پہنچا۔

لڑکیوں کو حصے دینے کیلئے اللہ کا فرمان سورہ نساء ۱۱۔۷ تک میں بڑھ لیا جائے اور انہیں آیات کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ اہل جاہلیت تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتیں تھیں تو اللہ نے ان کا

تاریخ یعقوبی اور انسان العیون۔ حضرت عائشہ کے دل میں علیؑ سے بغض بھی تھا۔
حضرت علی طہ حسین مصری وطبقات ابن سعد

حاشیہ ص ۲۴۹

حضرت ام سلمہؓ مولا علیؑ کی طرف تھیں اور آپؓ نے اپنا بیٹا بھی مولا علیؑ کے ساتھ بھیجا تھا۔

حاشیہ ص ۲۸۲

معاویہ نے وحی کی کتابت نہیں کی۔ کچھ خطوط وغیرہ کی کتابت کی ہوگی لیکن وحی کی کتابت نہیں کی۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہوا ہے کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے وحی کی کتابت بالکل نہیں کی۔ مدارج النبوت میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ ایک مشہور عالم دین ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی اپنی کتاب خانوادہ نبوی وعہد بنی امیہ میں لکھتے ہیں۔ "حافظ ابن حجر نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی مشہور و مستند کتاب "الاصابہ" میں معاویہ کے سوانح حیات میں لکھا ہے۔ "زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور معاویہ حضورؐ اور عربوں کے مابین امور کی کتابت کرتے تھے۔ یعنی آنحضورؐ کے خطوط اور معاہدات لکھتے تھے۔ اور یہی بات ان سے قبل امام ذہبی نے معاویہ کے کافی طویل سوانحی خاکے میں لکھی ہے اور اس "کتابت" کی بھی حقیقت انہوں نے اس طرح بیان کی ہے:

وکتب صراتٍ یسیرۃ (چند دفعہ ہی حضورؐ کیلئے انہوں نے کتابت کی)"

خانوادہ نبوی وعہد بنی امیہ ص ۵۵

معاویہ اوراس کا باپ فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئے" یہ خوداور ان کے والد فتح مکہ کے موقع پر مسلمن ہونے والوں میں سے ہیں اور مؤلفہ القلوب میں داخل تھے" مشکوۃ' مدارج النبوت' منہاج السنۃ' المعارف ابن قتیبہ۔ منقول از استخلاف یزید۔

حاشیہ ص ۲۸۴

یہ حدیث بخاری میں بھی موجود ہے۔

حاشیہ ص ۲۸۶

واقعہ یہ ہے کہ جب مولا علیؑ نے جنگ صفین میں عمرو بن العاص پر حملہ کیا تو اس نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے اپنی شرمگاہ کو کھول دیا۔ مروج الذہب ۳

حاشیہ ص ۳۰۱

ناکثین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ میں بیعت کی اور بصرہ میں جا کر توڑ دی۔ قاسطین سے مراد معاویہ اوران کے ساتھی ہیں اور مارقین سے مراد اصحاب نہروان ہیں۔ ان کے بارے میں نبیؐ نے پہلے اطلاع دے دی تھی۔ دیلمی' تاریخ ابن عساکر' اسد الغابہ ۱۵ منقول از ارجح المطالب

حاشیہ ص ۳۱۲

نبیؐ نے فرمادیا تھا کہ علیؑ قرآن کے مفہوم اور مطلب پر لڑائی کریں گے۔

مسند احمد۔ اسی مفہوم کی حدیث ترمذی میں بھی موجود ہے۔ منقول از مناقب علی وحسنین وامہما فاطمہ الزہرا خصائص کبریٰ میں بھی یہ حدیث حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے موجود ہے۔

حاشیہ ص ۳۱۸

حدیث طیر ترمذی، مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ منقول از مناقب علی وحسنین وامہما فاطمہ والزہرا و ینابیع المودۃ۔ ینابیع المودۃ میں لکھا ہواہ ے کہ "حدیث طیر کو ۲۴ آدمیوں نے انس سے روایت کیا ہے ان میں سعید بن مسیّب، سدی اور اسماعیل ہیں۔ ابن مغازی نے حدیث طیر کو ۲۰ طریقوں سے بیان کیا ہے۔"

حاشیہ ص ۳۱۹

خصائص کبری میں احمد، ابویعلی، بزاز، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کے حوالے سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تھا "تم میں کوئی زوجہ اس وقت کیا کرے گی جب حواب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔"

چنانچہ جب حضرت عائشہ اس مقام پر پہنچیں تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا مقام حواب پر اور عائشہ کو نبیؐ کی پیشن گوئی یاد آ گئی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا اور واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور کہا خدا کی قسم وہ حواب والی عورت میں ہی ہوں مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو" اس وقت طلحہ وزبیر پچاس آدمیوں کو لے کر حضرت عائشہ کے پاس پہنچے اور ان لوگوں

نے ان کے سامنے شہادت دی کہ حواب کا مقام نہیں ہے اور جس نے آپ کو اطلاع دی ہے وہ بالکل جھوٹا ہے۔علامہ شعبی کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے۔ماخوذ از انسان العیون جلد ٦۔

(محمد مہدی محسن)

☆☆☆